پاکستانی ادب کے معمار

ڈاکٹر ایوب صابر : شخصیت اور فن

محمد زمان معظم

اکادمی ادبیات پاکستان

پاکستانی ادب کے معمار

(سلسلہ ۱۵۹)

ڈاکٹر ایوب صابر: شخصیت اور فن

پاکستانی ادب کے معمار

ڈاکٹر ایوب صابر: شخصیت اور فن

محمد زمان معظم

اکادمی ادبیات پاکستان
پطرس بخاری روڈ، سیکٹر H-8/1، اسلام آباد

نگران اعلیٰ	:	ڈاکٹر یوسف خشک
مدیر اعلیٰ	:	محمد عاصم بٹ
مصنف	:	محمد زمان معظم
طباعت	:	اختر رضا سلیمی
اشاعت	:	2021
تعداد	:	500
ناشر	:	اکادمی ادبیات پاکستان، H-8/1، اسلام آباد
مطبع	:	فسٹ پریس، اسلام آباد
قیمت	:	مجلد:-/300 روپے
		غیر مجلد:-/260 روپے

ISBN: 978-969-472-493-5

Pakistani Adab Kay Maimar
Dr. Ayub Sabir: Shakhsiyat-aur-fun

Written By
Muhammad Zaman Moazzam

Publisher
Pakistan Academy of Letters
Islamabad, Pakistan

فہرست

باب دوم

باب سوم

باب چہارم

باب پنجم

پیش نامہ

اُردو میں اقبال شناس کے حوالے سے جن ماہرین فن کا حوالہ فوری طور پر ذہن میں آتا ہے اُن میں ایک ڈاکٹر ایوب صابر ہیں۔ اقبالیات کے شعبے میں آپ کی علمی اور تنقیدی کاوشوں کی پذیرائی نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی ہوئی ہے۔ حکومتی سطح پر آپ کو تمغۂ حسن کارکردگی سمیت اقبال ایوارڈ اور ستارۂ امتیاز بھی پیش کیا گیا ہے۔

اقبال شناسی کے لیے آپ کے علمی کام کی اہمیت کا ایک حوالہ یہ بھی ہے کہ آپ نے خاص توجہ کے ساتھ اقبال کے معتر ⊙ کو علمی اور فلسفیانہ انداز میں ٹھوس حوالوں اور شواہد کے ساتھ جواب دیا ہے اور ان اعتراضات کی تردید کو اردو میں پہلی بار مربوط اور نتیجہ خیز بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو میں ڈاکٹر ایوب صابر کی علمی کاوشوں سے رجوع کیے بغیر اقبالیات پر مزید تحقیق و تنقید ممکن نہیں ہے۔

ذاتی طور پر ڈاکٹر ایوب صابر ایک شفیق اور حلیم طبع انسان ہیں۔ عمر عزیز کا بیشتر حصہ اردو ادب کی تدریس میں گزارہ۔ قلم ہی سے نہیں اپنے خطبات کے ذریعے بھی آپ نے اقبال کے پیغام کی ترویج و تشریح کا فریضہ انجام دیا۔ محمد زمان معظم اردو ادب کی تدریس سے وابستہ ہیں۔ انھوں نے ڈاکٹر ایوب صابر کے فکر و فن کے سبھی اہم پہلوؤں کا احاطہ کامیابی کے ساتھ کیا ہے۔

''ڈاکٹر ایوب صابر: شخصیت اور فن'' کی اشاعت نہ صرف ڈاکٹر ایوب صابر صاحب کے حوالے سے ہماری تفہیم میں سہولت پیدا کرے گی بلکہ اقبال شناسی کے ضمن میں بھی یہ ایک اہم پیش رفت ہوگی۔ اس کتاب کی تیاری کے لیے میں اپنے عزیز رفیق محمد عاصم بٹ کی کاوشوں کا معترف ہوں۔ اُمید ہے اس سلسلے کی دیگر کتابوں کی طرح ہماری یہ کاوش بھی آپ کے معیار ذوق پر پوری اُترے گی۔

ڈاکٹر یوسف خشک میریٹوریس پروفیسر

چیئرمین، اکادمی ادبیات پاکستان

پیش لفظ

پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کی زندگی میں اعلیٰ مقاصد کار فرما رہے ہیں۔ مقاصد کی لگن سے آپ کا سینہ روشن رہا ہے اور بقول اقبال:

سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن سازِ حیات

چناں چہ آپ کی جملہ تحریریں قومی زندگی کے لیے سازِ حیات کی حیثیت رکھتی ہیں اور آپ بجا طور پر ملک و قوم کا سرمایہ بن چکے ہیں۔

جناب ایوب صابر نے اپنی دُنیا آپ پیدا کی ہے۔ زمانۂ طالب علمی میں وہ ہر سطح پر نمایاں اور منفرد رہے۔ زمانۂ تدریس میں علم کی روشنی پھیلائی، طلبہ کے اخلاق و کردار کو مضبوط بنانے پر توجہ دی اور ان میں آگے بڑھنے کی لگن پیدا کی اور اپنے شاگردوں کے لیے رول ماڈل ثابت ہوئے۔ بحیثیت مصنف اپنی مثال آپ بنے اور بطورِ خاص اقبال شناسی میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ اقبالیات میں دفاعِ اقبال بڑا محاذ ہے۔ اس کے سالارِ اعظم کی حیثیت سے آپ کی خدمات ہمیشہ قابلِ تحسین اور قابلِ تقلید رہیں گی۔ ان پر لکھی گئی کتابوں میں سے ایک کا نام ''محافظِ اقبال'' ہے۔ آپ کو متعدد ایوارڈ ملے جن میں تین صدارتی ایوارڈ بہت اہم ہیں۔ اعزاز برائے حُسنِ کارکردگی، اقبال ایوارڈ اور ستارۂ امتیاز۔

''پاکستانی ادب کے معمار'' اکادمی ادبیاتِ پاکستان کا شاندار اور کارآمد منصوبہ ہے۔ ''پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر: شخصیت اور فن'' پر کتاب لکھنے کا کام میرے سپرد ہوا۔ اس کے لیے میں ڈاکٹر راشد حمید کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے نامزد کیا۔ میرے لیے ڈاکٹر ایوب صابر جیسی نابغۂ روزگار شخصیت پر کتاب لکھنا آسان نہیں تھا۔ کام کی رفتار بھی تسلی بخش نہیں تھی، تاہم ڈاکٹر یوسف خشک کی سربراہی میں اکادمی ادبیات کی جملہ سرگرمیوں میں جان سی پڑ گئی۔ وہ تسلسل کے ساتھ آن لائن تقریبات کا انعقاد کر رہے ہیں۔ صوبائی شاخوں کو سرگرم کر دیا ہے۔ اشاعتی کاموں میں بھی تیزی آ گئی ہے۔ ان کی ذاتی

دلچسپی کے باعث میں نے بھی اپنا کام مستعدی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ اس توجہ اور سرپرستی کے لیے میں ڈاکٹر یوسف خشک کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔

جناب ایوب صابر کا زندگی نامہ باثروت اور قلمی سرمایہ وقیع ہے۔ آپ کے قائم کیے ہوئے نقوش تا دیر جگمگاتے رہیں گے۔

ڈاکٹر صاحب کے شاگردوں، جاننے والوں اور کتاب کے دوسرے قارئین سے گزارش ہے کہ میری فروگذاشتوں کی نشاندہی کریں تا کہ اگلا ایڈیشن مزید بہتر بنایا جا سکے۔

محمد زمان معظم

باب اوّل

سوانح حیات

ابتدائی تعلیم وتربیت

خیبر پختون خوا میں ہری پور اور حویلیاں کے درمیان، موجودہ شاہ مقصود انٹر چینج سے کچھ ہی آگے، دریائے دوڑ کے پار ''موہری'' نام کا ایک گاؤں ہے۔ یہ گاؤں بلندی پر واقع ہے۔ پیچھے پہاڑی سلسلہ اور سامنے نشیب میں دریائے دوڑ رواں دواں ہے۔ وادیٔ دوڑ کا بہترین منظر یہیں سے نظر آتا ہے۔ درختوں، کھیتوں اور باغات کی وجہ سے وادی کا نظارہ دلفریب ہے۔ موٹروے ایک طویل فلائی اوور کی صورت میں سامنے سے گزرتی ہے۔ اس گاؤں کے ایک اعوان گھرانے میں، ۲راکتوبر ۱۹۴۰ء کو جنم لینے والے محمد ایوب کے متعلق کون جانتا تھا کہ آنے والے کل میں وہ اپنے منفرد علمی وادبی کارناموں کے باعث اُردو زبان وادب، خصوصاً اقبالیاتی ادب کا قابلِ قدر اور معتبر حوالہ بنیں گے۔ اپنی تاریخِ پیدائش کی بابت پروفیسر ایوب صابر نے ایک انٹرویو میں کہا:

> ''میری اصل تاریخِ پیدائش ۲راکتوبر ۱۹۴۰ء ہے۔ مڈل کے سرٹیفکیٹ پر ۰۲-۱۰-۱۹۴۰ء لکھی ہوئی ہے۔ جبکہ میٹرک کے سرٹیفکیٹ میں ۱۰ کا صفر غائب ہے۔ یعنی ۰۲-۰۱-۱۹۴۰ء۔ اب ظاہر ہے کہ غلطی میٹرک کے سرٹیفکیٹ میں ہے چناں چہ اس کے بعد جملہ دستاویزات میں تاریخِ پیدائش ۲رجنوری ۱۹۴۰ء لکھی جاتی رہی، چناں چہ اسی کا چلن رہا ہے اور اب بھی ہے۔''(۱)

والدین نے آپ کا نام محمد ایوب رکھا۔ صابر کا اضافہ بطور تخلص بعد میں ہوا۔ علامہ اقبال کے والد گرامی کی طرح پروفیسر ایوب صابر کے والد بھی ہنرمند تھے۔ دست وبازو کی کمائی سے اولاد کی پرورش کی۔ آپ کا گھرانہ معاشی اعتبار سے گاؤں کے متوسط حال گھرانوں میں شامل تھا۔ وسائلِ معاش معمولی قسم کے تھے لیکن ایسی حیثیت ضرور تھی کہ والد عشر نکالتے اور زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔ اُن کی ایک بہن

چکی بھی تھی اور کچھ کھیت بھی متفرق جگہوں پر تھے جہاں کھیتی باڑی آپ کے بھائی محمد کرتے تھے۔ دو چھوٹے چھوٹے باغ بھی تھے، بڑے بھائی اسماعیل فوج میں تھے اور اُن کی تنخواہ سے گھرانے کی معاش میں بہتری پیدا ہوئی۔ بڑی ہمشیرہ کا نام فضیلت رحمٰن تھا جو خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی کی برادری میں بیاہی ہوئی تھیں۔ اُن سے چھوٹی دو بہنیں قریش اور شفا تھیں جو شادی کے بعد جوانی میں فوت ہو گئیں۔ آپ کے ایک بھائی احمد بھی تھے جو آپ کے بچپن کے دوران فوت ہو گئے تھے۔

پروفیسر ایوب صابر کے والد دوست محمد تہجد گزار تھے۔ مسجد گھر کے پاس تھی۔ رات کو پچھلے پہر اُٹھ کر مسجد چلے جاتے تھے۔ اُن دنوں مسجد میں کلاک نہیں ہوتا تھا۔ وہ ستاروں کی گردش سے صبح کے وقت کا تعین کرتے اور اذان دیتے تھے۔ اپنے لڑکپن کے دوران میں پروفیسر ایوب صابر کا گھرانہ علمی نہیں تھا، والدین، صاحبِ علم نہیں تھے، صرف ناظرہ قرآن پڑھ لیتے تھے۔ بھائیوں نے بھی صرف پرائمری تک تعلیم حاصل کی ہوئی تھی تاہم گھر کا ماحول مذہبی تھا اور تہذیبی رکھ رکھاؤ پڑھے لکھے گھرانوں کی طرح تھا۔

والدہ محترمہ الٰہی خانم باوقار، دل آویز اور توانا شخصیت کی مالک تھیں۔ آپ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے، اس لیے والدین آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔ بہن بھائیوں کا بھی اُن سے پیار والا سلوک تھا۔ ہمشیرہ فضیلت رحمٰن کا گھر خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی کے مزار کے بالکل قریب تھا۔ ہری پور کا مدرسہ رحمانیہ انہی کا قائم کردہ تھا۔ سالانہ عرس کے موقعے پر ان کے مرید، نزدیک و دور سے آ کر شریک ہوتے تھے۔

موہری کے نزدیک ایک بڑا گاؤں لبا نبا نڈی تھا جس کا اب نام چنگی بانڈی ہے۔ وہاں کے پرائمری سکول میں ایوب صابر کو داخل کرایا گیا۔ دوسری اور تیسری جماعت میں کلاس کے مانیٹر رہے۔ مانیٹری کے فرائض میں طلبا سے سبق سننا ہوتا تھا۔ جو طلبا سبق یاد نہیں کرتے تھے، انھیں ہاتھوں پر ڈنڈے بھی مارنے پڑتے تھے لیکن ایوب صابر اپنا ہاتھ ہولا رکھتے تھے۔ اس لیے طلبا ان سے خوش رہتے تھے۔ اُس زمانے میں پرائمری سکول چوتھی جماعت تک ہوا کرتا تھا۔ پانچویں جماعت مڈل اور ہائی سکول کے زیرِ انتظام ہوتی تھی چناں چہ ۱۹۵۲ء میں چوتھی جماعت پاس کرتے ہی ہائی سکول سرائے صالح میں داخل ہو گئے۔

ہائی سکول سرائے صالح بڑا اچھا تعلیمی ادارہ تھا۔ معیارِ تعلیم اطمینان بخش ہونے کے ساتھ کھیلوں اور دیگر غیر نصابی سرگرمیوں کا فعال نظام بھی سکول میں موجود تھا۔ اساتذہ زیادہ تر لائق اور محنتی تھے۔ ہائی سکول کے زمانۂ طالب علمی کے دوران آپ کی علمی کارکردگی مثالی رہی۔ تحریر و تقریر کا شوق تھا اور ادبی

ذوق بھی تھا۔ دو مرتبہ انھیں گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد میں منعقدہ تقریری مقابلوں میں شرکت کے لیے بھیجا گیا۔ ہائی سکول کے زمانہ طالب علمی کے دوران ایوب صابر چھٹی جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک ہر کلاس کے مانیٹر رہے اور ہمیشہ ہر جماعت میں اول آتے رہے۔

ہمشیرہ کے پاس چھوہر شریف اکثر جانا ہوتا تھا؛ چناں چہ پیر پرستی کا ماحول قریب سے دیکھا اور چھوٹی عمر ہی میں اس مسلک کے جملہ متعلقات سے واقف ہو گئے۔ اس دور میں وہ رحمانیہ مدرسہ کے بڑے جلسوں میں شرکت کرتے تھے اور دوسری طرف دیوبندی علما کے جلسوں میں بھی جاتے تھے۔ اس طرح دونوں فرقوں سے سکول کے زمانہ طالب علمی ہی میں اچھی طرح آشنا ہو گئے۔ اسی زمانے میں ابوالاعلیٰ مودودی کا مطالعہ بھی شروع کر دیا تھا۔ غلام احمد پرویز کی کتاب ''سلیم کے نام'' بھی پڑھ لی۔ مسدسِ حالی کا مطالعہ کئی بار کیا۔

ایوب صابر نے دسویں جماعت کی طالب علمی کے دوران میں، سکول میں، ''انجمنِ اخلاق'' قائم کی۔ پانچویں سے نویں جماعت تک ہر کلاس سے ایک ایک جبکہ دسویں جماعت کے سارے طلبا اس انجمن کے رکن تھے۔ انجمنِ اخلاق کے سارے کارکن، سکول کے طلبا کی غیر اخلاقی حرکتوں کا نوٹس لیتے اور پھر اُن کی رپورٹ تیار کر کے ایوب صابر کو پیش کرتے تھے۔ ایوب صابر پہلے تو خود مسئلے کا حل نکالتے اور طلبا کو سمجھاتے لیکن اگر معاملہ زیادہ پیچیدہ اور حل طلب ہوتا تو اُسے ماسٹر میر افضل خان کے نوٹس میں لاتے۔ وہ انجمن کے سرپرست تھے۔ میر افضل خان کی بارعب شخصیت سے طلبا ڈرتے تھے۔ چناں چہ سکول میں محمد ایوب کا ایک طرح کا کنٹرول قائم ہو گیا۔

''انجمنِ اخلاق'' کے زیرِ اہتمام ایک بڑا جلسہ سکول کے گراؤنڈ میں منعقد ہوا۔ اس جلسے میں پورے سکول کے طلبا اور اساتذہ موجود تھے۔ ایوب صابر کے علاوہ بعض اساتذہ نے بھی تقریریں کیں اور ہیڈ ماسٹر محمد رفیق نے صدارتی کلمات ادا کیے۔

بقول پروفیسر ایوب صابر جب وہ ساتویں جماعت میں داخل ہوئے تو اپنی کتابیں چھٹی کے ایک طالب علم عبداللہ کو آدھی قیمت پر فروخت کر دیں۔ اس ضمن میں اُن کی ملاقات عبداللہ کے والد گرامی قاری امیر عالم سے ہوئی۔ (بعد میں انھوں نے اپنا نام تبدیل کر کے عبدالمعز رکھ لیا تھا)۔ وہ مفتی کفایت اللہ کے شاگرد تھے اور دہلی میں تعلیم حاصل کی تھی۔ خوش نصیبی سے انھوں نے ایوب صابر کو پیشکش کی کہ اگر تم تجوید سیکھنا چاہو تو میرے پاس آ جایا کرو؛ چناں چہ سکول جاتے ہوئے یا واپسی پر، کھولیاں گاؤں

میں، جہاں قاری صاحب کا گھر تھا۔ محمد ایوب اُن کے پاس حاضر ہوتے اور ان سے تجوید سیکھتے۔ [۲]

۱۹۵۷ء میں ایوب صابر نے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اُن کی شخصیت سکول کے زمانے سے علمی و ادبی تھی۔ وہ راست فکری اور تعمیری سرگرمیوں کی طرف بھی مائل تھے۔ اس لیے اُن کا اخلاق اور ڈسپلن دوسرے طلبا کے لیے مثالی رہا۔ میٹرک کا نتیجہ آنے کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے آپ کو اپنی طرف سے ایک خصوصی سرٹیفکیٹ عنایت کیا، جس میں وہ لکھتے ہیں:

> "He was the monitor of the class throughout his school career and I always trusted and relied on his tact and judgment. He was an excellent student, most obedient and remarkably dutiful. He was the secretary of literary society of the school. He took parts twice in the debate of Government College Abbottabad. He is a very good speaker with sufficient knowledge of Islam."[۳]

گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد کا زمانہ طالب علمی (۱۹۵۷ء تا ۱۹۶۱ء)

ایوب صابر کو تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ بڑے بھائی انھیں لے کر رسالپور سے آئے اور انھیں گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد میں داخل کرا دیا۔ بعد میں بھی ہر ماہ منی آرڈر بھیجتے رہے۔ ایوب صابر نے اُردو، معاشیات اور ریاضی کے مضامین لیے۔ انگریزی لازمی تھی۔ فزکس بھی لینا چاہتے تھے لیکن اس کے لیے اردو چھوڑنا پڑتی تھی جو وہ چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ ایوب صابر اس حوالے سے خوش قسمت ثابت ہوئے کہ انھیں پہلے سال ہی گنگا جمنا میں ڈھلی دہلی کی خالص زبان بولنے والے پروفیسر صغیر احمد جان دہلوی کی شاگردی نصیب ہوئی۔ پروفیسر موصوف نہ صرف ایک مثالی اُستاد تھے بلکہ ہمہ جہت تحقیق کار بھی تھے اور اُردو کی تقریباً ساری شعری اصناف میں شعر کہنے پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں تحقیق و تنقید کے میدان میں بھی اُن کا نمایاں مقام تھا۔ شرح دیوانِ غالب، صحیفۂ فنونِ ادب اور تاریخ زبان و ادب اُردو ایسی کتابوں کے مصنف تھے۔ [۴]

ایوب صابر نے کالج کے زمانہ طالب علمی کے دوران، چار برس تک پروفیسر صغیر احمد جان دہلوی سے خوب اکتسابِ فیض کیا۔ اُن سے اُردو کے اسرار و رموز سیکھے۔ اُن کی صحبت سے ایوب صابر کی اُردو

زبان وادب پر ایسی دسترس ہوئی کہ اُن کی پوشیدہ ادبی صلاحیتیں نکھر گئیں۔ اس زمانے میں گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد میں متعدد اساتذہ بہت قابل اور اپنے اپنے مضمون میں مہارت رکھتے تھے۔ پروفیسر افضل مرزا بزمِ ادب کے نگران تھے اور بہت اچھے شاعر تھے۔ ایوب صابر سکول کے زمانۂ طالب علمی سے تحریر وتقریر کا ذوق رکھتے تھے۔ اسلامی کتب سے خاص دلچسپی اور مطالعے کی لگن، اُن کی شخصیت کا جز تھے۔

شاعری کا آغاز اور ادبی مجالس میں شرکت

ایوب صابر مسلکی وابستگیوں کو پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ ابوالاعلیٰ مودودی کا سحر موجود تھا کہ اقبال کے کلام کا مطالعہ شروع ہوگیا۔ دیوانِ غالب کو بھی بار بار پڑھا جو آپ کے شعری ذوق کی تسکین کا باعث تھا۔ اقبال کی شاعری سے دلچسپی بڑھتی گئی۔ ایوب صابر نے صابر تخلص کے ساتھ شاعری بھی شروع کردی۔ پہلی غزل ایف اے کی طالب علمی کے دوران کہی جو کالج میگزین "کاغان" کے شمارے ۱۹۵۸ء-۵۹ میں شائع ہوئی۔ اس غزل کی زمین غالب کی پیروی میں اختیار کی اور پہلے شعری میں فکرِ اقبال کا پرتو دکھائی دیتا ہے:

جس کی وسعت پہ بھروسا تھا وہ زنداں نکلا
آہ! صحرا سے بھی میں ہو کے پشیماں نکلا(۵)

اس مضمون کا ماخذ بالِ جبریل کا یہ شعر ہے:

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازۂ صحرا!

ان دنوں ایبٹ آباد شہر کی تنظیم "بزمِ علم وفن" اپنے عروج پر تھی۔ سجاد احمد جان اس کے صدر اور افضل مرزا اس کے سیکریٹری تھے۔ جسٹس ایم آر کیانی کی تین تقاریر بعنوان "افکارِ پریشان" سجاد احمد جان کی صدارت میں، بزمِ علم وفن کے زیرِ اہتمام تین برسوں میں ہوئیں، ہر سال گرمیوں میں ایک تقریر ہوتی۔ بزمِ علم وفن کی مجالس کالج سٹاف روم میں بھی ہوتی تھیں۔ ایوب صابر بزم کے مشاعروں اور تنقیدی نشستوں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے تھے۔ کالج کی بزمِ ادب بھی خاصی سرگرم تھی۔ اس کے زیرِ اہتمام بھی مشاعروں اور تنقیدی نشستوں کا اہتمام ہوتا تھا۔ ایوب صابر ان سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ کالج کی ادبی فضا اور صغیر احمد جان جیسی نابغۂ روزگار شخصیت کی سرپرستی نے ایوب صابر کی فنی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔

ایوب صابر نے غزلوں کے ساتھ ساتھ نظمیں بھی کہی ہیں۔ اُن کی نظموں اور غزلوں پر فکرِ اقبال کی چھاپ نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ آپ نہ صرف ادب کے مثبت اور معنی خیز نتائج کے حامی ہیں، بلکہ ایسے ادب کے داعی ہیں جو انسانیت کی اعلیٰ وارفع اقدار تک رسائی حاصل کر سکے اور معاشرے کو سنوارنے کا باعث بنے۔ چناں چہ اسی فکر کے پیشِ نظر انھوں نے جو تھوڑی بہت نظمیں کہیں، آپ میں انسانیت کی فلاح اور معاشرے کی اصلاح کے رجحان کے ساتھ مشرقی اور خصوصاً اسلامی تہذیب سے وابستگی کا عنصر نمایاں ہے۔ اُن کی کالج کے زمانۂ طالب علمی کی ایک نظم بعنوان ''تہذیبِ نو'' کا آخری بند یہاں درج کیا جاتا ہے:

یہ عریانی بناوٹ زیب و زینت
ہیں اوصاف حمیدہ صاحبوں کے
مگر اقبال یوں کہتے ہیں صابر
''نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے'' (۶)

کالج میگزین ''کاغان'' کے کئی شماروں میں ''بزمِ ادب'' کے زیرِاہتمام ہونے والے متعدد مشاعروں اور ادبی تقریبوں کا ذکر ملتا ہے۔ جن میں ایوب صابر نے طرحی اور غیر طرحی مصرعوں پر کامیاب غزلیں کہیں۔ ایسے ہی ایک مشاعرے کی روداد حسبِ ذیل ہے:

''۳۰ نومبر ۱۹۶۰ء کی حسین اور نشاط انگیز شام کو مغربی پاکستان بین الجامعی طرحی مشاعرہ کالج یونین کے تحت منعقد ہوا۔ مشاعرہ اس قدر ولولہ انگیز اور کیف آور تھا کہ سننے والے بار ہا اچھل اچھل پڑے۔ گاہے گاہے ایسے نعرہ ہائے تحسین و تہنیت بلند ہوتے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اس روح پرور تقریب کی صدارت جناب ڈاکٹر محمد جان نے کی۔ مقامی شعرا کے نام جن کے کلام کی رعنائیوں اور رنگینیوں نے اس رات کو یادگار بنا دیا، یہ ہیں: شعلہ بجنوری، شبیر نیازی، آصف ثاقب، صوفی عبدالرشید، افضل مرزا، حفیظ اثر، پروفیسر احسن علی خان، پروفیسر صغیر احمد جان دہلوی۔ کالج کے طلبا میں سے ممتاز منگلوری، ریاض ساغر اور ایوب صابر نے مشاعرے میں حصہ لیا۔'' (۷)

اس مشاعرے میں آپ نے جو غزل پیش کی اس کے چند اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں:

فریب کھاؤں میں اب کون سے سہاروں کا
ستم رسیدہ ہوں اپنے ہی رازداروں کا
مرے چمن میں خزائیں تو رُک گئیں لیکن
رواں دواں ہی رہا قافلہ بہاروں کا(۸)

تاہم انھوں نے شاعری کم کی ہے۔ نثر نگاری آپ کی ادبی جولانگاہ بنی۔ ایک انٹرویو میں پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر، ڈاکٹر راشد حمید سے اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''سکول کے زمانہ طالب علمی سے لکھنے کا آغاز ہوا۔ کالج کی طالب علمی کے دوران پہلی چیز جو ایک مقامی جریدے میں شائع ہوئی وہ ''آخری فیصلہ'' کے عنوان سے ایک اصلاحی افسانہ تھا۔ سال سوم میں ایک تنقیدی مضمون ''غالب کا اُردو کلام'' لکھا، جو کالج میگزین میں شائع ہوا۔ ''کاغان'' میں غزلیں بھی شائع ہوئیں۔ رفتہ رفتہ شاعری ترک ہوگئی اور نثر ہی علمی و ادبی، لسانی اور بطور خاص اقبالیاتی تحقیق کا ذریعۂ اظہار بنی۔''(۹)

غالب کا اُردو کلام: پہلا تنقیدی مقالہ

ایوب صابر کا پہلا تنقیدی مقالہ ''غالب کا اُردو کلام'' کے زیرِ عنوان ۱۹۶۱ء میں کالج کے ادبی ''کاغان'' میں شائع ہوا۔ یہ ایک بھرپور مقالہ ہے۔ جس میں آپ نے غالب کے اُردو کلام کے فکری اور فنی محاسن کو تقابلی زاویوں سے پرکھا۔ زمانہ طالب علمی میں لکھے گئے اس اہم مضمون نے ایوب صابر کو نہ صرف اساتذہ بلکہ ناقدینِ فن کی نظروں میں بھی معتبر کر دیا۔ چناں چہ جب یہ مقالہ ''بزمِ ادب'' کی تنقیدی نشست میں پیش کیا گیا تو صدرِ مجلس پروفیسر طاہر فاروق نے ایوب صابر کی اس گراں قدر کوشش کو حسبِ ذیل تعریفی کلمات سے نوازا:

''میں سمجھتا ہوں کہ ایک طالب علم کی حیثیت سے مقالہ نویس نے جس تحقیق اور صحت کے ساتھ کلامِ غالب کا تجزیہ کیا ہے، اس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ کسی مقالے پر تنقید کرنا آسان ہوتا ہے مگر مقالہ لکھنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔''(۱۰)

اس مقالے کا مطالعہ کیا جائے تو ایوب صابر کی تنقیدی بصیرت، غالب شناسی اور اسلوب کی ندرت کاری کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک اقتباس یہاں درج کیا جاتا ہے:

''ایک طرف جب ہم غالب کی نیک نفسی، اولالعزمی، مستقل مزاجی، بلند نظری اور وسیع المشربی، خودنگری اور خودداری، مضبوط ہوش و خرد، نفاست پسندی، شرافت اور ظرافت، وضع داری اور آزاد خیالی اور ہموار طبعی اور خوش مزاجی، غرض ان کی عظیم الشان اور ہمہ جہت شخصیت کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف ان کے کلام میں رفعت، تخیل، ایمائیت اور تنوع، سوز و گداز، جوش و جذبہ، ظرافت و نفاست، شان و رُعب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ کلامِ غالب شخصیتِ غالب کا پرتو ہے۔''(۱۱)

مباحثوں اور تقریری مقابلوں میں شرکت

ایوب صابر فنِ تقریر سے سکول کے عہد ہی سے آشنا ہو چکے تھے۔ کالج کے ادبی ماحول نے اس وصف میں بہت نکھار پیدا کیا۔ چناں چہ سٹوڈنٹس یونین کی سطح پر مقامی مقابلوں میں ہی نہیں بلکہ بین الصوبائی تقریری مقابلوں میں شریک ہوتے رہے اور انعامات بھی حاصل کیے۔

کالج کی ادبی سرگرمیوں میں ایک سرگرمی تنقیدی نشستوں کی شکل میں فائدہ مند اور دلچسپ ہوتی تھی۔ ''بزمِ ادب'' کے زیرِ اہتمام مختلف موضوعات پر جو تنقیدی نشستیں ہوتی تھیں اُن کی روداد کالج کے ادبی ''کاغان'' میں تواتر سے شائع ہوئی ہیں۔ ایوب صابر ان نشستوں کے روحِ رواں تھے۔ ایسی ہی ایک تنقیدی نشست کی روداد کا ایک اقتباس یہاں درج کیا جاتا ہے:

''بزمِ ادب کی دوسری نشست تنقیدی تھی جو ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو پروفیسر طاہر فاروق کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ .... ممتاز منگلوری نے ایک غزل برائے تنقید پیش کی۔

ایوب صابر نے کہا: ''درمیان'' کے بعد ''میں'' کا لفظ زائد ہے۔ ''درمیان میں'' کی بجائے صرف ''درمیان'' ہی رہنے دیا جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ممتاز منگلوری: درمیان کے بعد ''میں'' کا استعمال متروک نہیں ہوا۔

ایوب صابر: متروک ہونے کا سوال نہیں۔ آپ اس کے جواز کے لیے کسی مسلمہ
اُستاد کے کلام سے سند پیش کر دیں۔
صدرِ مجلس: ممتاز صاحب، یہ آپ کی اچھی غزل نہیں ہے۔ آپ نے اس سے
بہتر غزلیں اور نظمیں لکھی ہیں۔"(۱۲)

اس گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایوب صابر نے نوعمری سے جو مطالعہ شروع کیا تھا اُس نے اُن کے اندر تنقیدی بصیرت کا جوہر پیدا کر دیا تھا۔ وہ ادب پر گہری نظر رکھتے تھے اور شعر کے فکر و فن سے کالج کے زمانۂ طالب علمی سے ہی آشنا ہو چکے تھے۔ دراصل یہ تنقیدی بحثیں ہی وہ ابتدائی کڑیاں تھیں جن پر آنے والے عہد میں انھوں نے ادب کے میدان میں اپنے نقش قائم کیے۔

کالج کی طالب علمی کے دوران اکثر طلبا بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن ایوب صابر کا طبعی میلان ہمیشہ مثبت اور تعمیری سرگرمیوں کی طرف رہا۔ وہ کالج کے بہترین اور فعال طالب علم سمجھے جاتے تھے۔ دوسرے کالجوں اور جامعات میں کالج کے جو طلبا نمائندگی کرتے تھے اُن میں ایوب صابر شامل ہوتے تھے۔ انھوں نے متعدد انعامات حاصل کیے۔ مثلاً ۵ر اکتوبر ۱۹۵۹ء کو چلڈرن ڈے سیمینار میں اوّل انعام جیتا۔(۱۳)

مدیر کالج میگزین "کاغان"

۱۹۵۹ء میں جب ایوب صابر ایف اے کر کے بی اے میں پہنچے تو انھیں سالِ سوم میں کالج میگزین "کاغان" کے اُردو حصے کا نائب مدیر نامزد کیا گیا جبکہ سالِ چہارم میں مدیر کے فرائض سرانجام دیے۔ مدیری کے دوران آپ نے "کاغان" کے معیاری شمارے شائع کیے۔ "کاغان" کے معیار کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے آپ کی فکرمندی کا کچھ اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو شاعر مسعود ہاشمی نے مدیر کے نام لکھا اور شمارے کی ابتدا میں درج ہے۔ یہ منظوم خط حسبِ ذیل ہے:

ایک چھوٹی سی عرض کرتا ہوں
آپ کمزور ہوتے جاتے ہیں
میں یہ اچھی طرح سمجھتا ہوں
فکر کافی ہے اس رسالے کا

جتنا معیار ڈھونڈتے ہوں گے
اتنا معیار گرتا جاتا ہے
کوئی غزلیں حسیں نہیں لکھتا
کوئی نظمیں بگاڑ دیتا ہے
ساری باتیں درست ہیں لیکن
پھر بھی اتنا ضرور کہتا ہوں!
جن کی غزلیں حسیں نہیں ہوتیں
جن کی نظمیں خراب ہوتی ہیں
ان پہ کچھ تو عنایتیں کیجیے
ان سے کچھ تو رعایتیں کیجیے (۱۴)

ایوب صابر کے طبعی میلانات و رجحانات میں ابتدا ہی سے اسلامی معاشرے کے احیا، قوم و ملک کی سربلندی اور نوجوان نسل کو اپنے مذہبی وتہذیبی ورثے سے جوڑنے کا مقصد در کیے ہوئے تھا۔ چناں چہ مدیری کے دوران انھوں نے علم و ادب سے متعلق معتبر شخصیات سے رابطہ کر کے مضامین لکھوائے۔ اس ضمن میں پروفیسر انوار الحق کاکاخیل، جو مانسہرہ تبدیل ہو چکے تھے، کے نام لکھے گئے خط سے ایوب صابر کا زاویۂ نظر عیاں ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"آپ کا مضمون "دو آنکھیں" میں نے پورے شوق اور عقیدت سے پڑھا۔ میرا خیال ہے اتنا کچھ بھی اہلِ نظر کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس دفعہ "کاغان" کے لیے آپ ایسا مقالہ لکھیں، جو اہلِ نظر کی بجائے جوانوں کو اپیل کرے۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے متزلزل عقائد کو مستحکم بنا دے۔ میں آپ کے مقالے کے لیے منتظر رہوں گا۔" (۱۵)

پروفیسر سید انوار الحق صابر، ایوب صابر کی راست فکری سے متاثر ہوئے۔ چناں چہ انھوں نے ایوب صابر کے جذبۂ صادق میں ملفوف مراسلے کا جواب نہ صرف تعریفی کلمات سے دیا بلکہ ان کی فرمائش پر مطلوبہ موضوع پر مضمون بھی لکھ کر بھیجا۔ یہ مراسلہ "کاغان" کے ۱۹۶۰ء کے شمارے میں "جواب صابر بنامِ صابر" کے زیرِ عنوان شاملِ اشاعت ہے۔ پروفیسر سید انوار الحق صابر نے جواباً لکھا:

> ''خط پڑھ کر خوشی بھی ہوئی اور پریشانی بھی۔ خوشی تو اس بات سے کہ پہلے تمام
> نوجوانوں پر جمود و خمود طاری نہیں ہے بلکہ کچھ ایسے بھی ہیں جنھیں نہ صرف یہ کہ
> احساس زیاں ہے بلکہ اُن کے دل میں استحکامِ عقائد.......... دین کے لیے اس
> درجہ تڑپ بھی ہے کہ مداوا کی تلاش میں کوشاں اور سرگرداں ہیں۔''(۱۶)

''کاغان'' کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے ایوب صابر نے میر ولی اللہ پر ان کے وکیل بھانجے سلیم اللہ سے بطورِ خاص ایک مضمون لکھوایا۔ آگے پیچھے رکھ کر ''کاغان'' کے سب شمارے دیکھیں تو ایوب صابر کی ادارت میں شائع ہونے والے شمارے اپنے معیار کے اعتبار سے منفرد اہمیت کے حامل ہیں۔

شہری دفاع کیمپ لوئر باڑیاں

گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد کے زمانہ طالب علمی میں ایوب صابر کی شخصیت کے رنگا رنگ پہلوؤں سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ نے اپنی ذات کو اُردو زبان و ادب کی خدمت اور معاشرے کی اصلاح کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ نے سماجی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا۔ اس ضمن میں شہری دفاع کی باقاعدہ تربیت بھی حاصل کی۔ یہ ایک فوجی تربیت تھی جو تین ہفتوں کی مشقت پر مشتمل تھی۔ اس ٹریننگ میں ایبٹ آباد کالج سے ایوب صابر سمیت آٹھ طلبا شریک ہوئے۔ اس تربیت نے آپ کی شخصیت میں موجود ڈسپلن کو مزید فروغ دیا۔ آپ نے اس تربیتی کیمپ کی ساری روداد کو ایک مضمون کی صورت میں ٭ کیا جو اسی برس کالج میگزین ''کاغان'' میں ''شہری دفاع کے کیمپ میں'' کے زیرِ عنوان شائع ہوا۔ یہ ایوب صابر کا پہلا رپورتاژ تھا۔ (۱۷)

اس مضمون میں الفاظ و تراکیب کا انتخاب اور استعمال، آپ کی عمدہ نثر نگاری کا مظہر ہے۔ اس خصوص میں، اس مضمون کا ایک نیم مزاحیہ اقتباس دیکھیے:

> ''فیلڈ کرافٹ کے پیریڈ میں چیف انسٹرکٹر نے ہم سے خواہ مخواہ پوچھ لیا کہ شمال
> کون کون سی چیزوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ ایک لڑکے نے کہا کمپاس سے،
> دوسرے نے بتایا قبرستان سے، تیسرا بولا لیٹرین سے...... کوشش کے باوجود
> لیٹرین والے صاحب کا پتہ نہ چل سکا۔''(۱۸)

سول ڈیفنس کی تربیت کے دوران ایوب صابر نے گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد کی جانب سے اپنی

ٹیم کی قیادت کی اور گورنرز چیلنج شیلڈ جیتی۔ انھیں "بہترین اخلاق" کا انفرادی انعام بھی دیا گیا کیمپ کے کمانڈنٹ نے انھیں ایک خصوصی سرٹیفکیٹ عنایت کیا جو حسب ذیل ہے:

"Mohammad Ayyub Sabir S/o Dost Mohammad attended 8th Students-Camp Barian. This smartest student led his team from Govt. College Abbottabad to participate in Camp and won the governere's Challange Sheild. He was found to be the best boy in the camp for his conduct. Undersigned whishes every success for him in his life. (۱۹)

جنرل سیکریٹری سٹوڈنٹس یونین

لوئر باڑیاں سے واپس لوٹے تو کالج میں سٹوڈنٹس یونین کے انتخابات ہو رہے تھے۔ انتخابی مہم زوروں پر تھی۔ ایوب صابر نے جنرل سیکریٹری کا انتخاب لڑا اور کامیابی حاصل کی۔ یونین کے سیکریٹری کی حیثیت سے اپنی ٹیم کے ساتھ بڑی بڑی تقریبات کا اہتمام کیا۔ ایک کُل مغربی پاکستان مشاعرہ منعقد کیا۔ مباحثے اور تقریری مقابلے ہوئے۔ ورائٹی شو بھی منعقد کرایا اور ایک سٹیج ڈرامے کا اہتمام کیا جس کے بڑے چرچے رہے۔ اس ڈرامے کو اہلِ شہر نے بھی دیکھا۔

بنیادی جمہوریت اور کل پاکستان سیمی نار

۱۹۵۹ء میں صدر پاکستان ایوب خان نے اپنے دورِ اقتدار میں ملک میں بنیادی جمہوریت کا نظام ترتیب دیا، جو پاکستان کی تاریخ کا پہلا بلدیاتی نظام تھا۔ اس ضمن میں لاہور میں ایک سیمی نار کا اہتمام کیا گیا، جس کا موضوع تھا:

"The role of Students in Basic Democracies"

اس سیمی نار میں ملک بھر کے کالجوں اور یونیورسٹیوں سے ایک ایک طالب علم نے شرکت کی۔ ایبٹ آباد کالج سے ایوب صابر کا انتخاب ہوا۔ سیمی نار کے آغاز میں ایک دو تقاریر ہوئیں۔ ایک تقریر سیمی نار کی منتظم مسز ستنام محمود نے کی اور بنیادی جمہوریت کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد چار گروپ، مختلف پہلوؤں پر بحث کر کے، رپورٹ تیار کرنے کے لیے بنائے گئے۔ ایوب صابر اپنے گروپ کے

چیئرمین منتخب ہوئے۔ بحث کے آغاز ہی میں ایوب صابر نے اعلان کیا کہ ہم سب اردو میں اظہارِ خیال کریں گے۔ چناں چہ خوب کھل کر بحث ہوئی اور رپورٹ تیار ہوئی۔ اس گروپ کی کارکردگی کو بہترین قرار دیا گیا اور مسز ستنام محمود نے آپ کو ایک خصوصی تصدیق نامہ عنایت کیا۔

اسی طرح ایوب خان ہی کے عہدِ حکومت میں محنت کی عظمت (Dignity of Lbour) کا تصوّر اُجاگر کرنے کے منصوبے کا آغاز ہوا۔

صوبہ سرحد کے ہر کالج سے ایک ایک طالب علم اور کالج کے پرنسپل کو تجاویز پیش کرنے کے لیے پشاور یونیورسٹی بلایا گیا۔ اس موقع پر بھی طلبا میں سے ایوب صابر کو چنا گیا۔ انٹرویو کے لیے ایک بورڈ بیٹھا۔ ایوب صابر سے جب پوچھا گیا کہ طلبا میں محنت کی عظمت کا احساس کیسے پیدا ہوسکتا ہے تو اُن کا جواب تھا کہ: ''طلبا خود سماجی خدمت کا کام کریں، اس سے اُن کے دل میں محنت کی عظمت کا احساس جاگزیں ہوگا۔'' ایوب صابر کے بعد کالج کے پرنسپل ڈاکٹر محمد جان کی باری تھی۔ اُن سے بورڈ کے چیئرمین نے کہا کہ آپ کے طالب علم نے بڑے اچھے جواب دیے ہیں۔

گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد ایوب صابر کے لیے بہترین تربیت گاہ ثابت ہوا۔ چار سالہ طالب علمی کے دوران آپ نے بہت کچھ سیکھا۔ اس دوران آپ کی متعدد صلاحیتیں پروان چڑھیں۔ راست فکری کے حامل سکول میں بھی تھے۔ کالج میں کلامِ اقبال کے مطالعے اور اُن کے افکار و نظریات نے اس رجحان کو پختہ تر کر دیا۔ کالج میں پہل کرنے اور قیادت کرنے کی صلاحیت بھی زیادہ نکھر کر نمایاں ہوئی۔ سکول کی طالب علمی کے دوران میں ایک افسانہ ''بہشتی حور'' کے نام سے اور ایک ناول ''ابتدا'' کے نام سے لکھا تھا۔ کالج میں افسانہ نگاری بھی کی اور رپورتاژ بھی لکھے۔ ایک مرتبہ اپنے قریبی دوست محمد غفران کے ساتھ نتھیا گلی گئے۔ وہاں سے پیدل بکوٹ پہنچے۔ رات ایک ہم جماعت کے ساتھ قیام کیا۔ بکوٹ سے مری اور پھر گھوڑا گلی پہنچے۔ وہاں سے پیدل لورہ آئے اور اس کے بعد بس میں شاہ مقصود اور بعد ازاں ایبٹ آباد آ گئے۔ اس سفر کی روداد ''ایبٹ آباد سے ایبٹ آباد تک'' کے عنوان سے ✱ کی۔ یہ سفرنامہ یا رپورتاژ مقامی ماہنامہ ''کوہ زاد'' میں شائع ہوا۔ ایوب صابر کا مقالہ ''غالب کا اُردو کلام'' بھی ابتداً اسی رسالے میں شائع ہوا۔ بعد ازاں کالج میگزین ''کاغان'' کی زینت بنا۔ بی اے کی طالب علمی کے دوران ایوب صابر زیادہ تر کالج کی غیر سرگرمیوں میں مصروف رہے جس کی وجہ سے مطالعے کا وقت کم بچتا تھا۔ چناں چہ بی اے کا امتحان تھرڈ ڈویژن میں پاس کیا۔

ایوب صابر تقریر کے فن سے سکول ہی میں آشنا ہو چکے تھے۔ اس فن نے ترقی کے مدارج کالج میں طے کیے۔ کالج میں غزلیں اور نظمیں بھی لکھیں۔ پروفیسر صغیر احمد جان دہلوی کی چار سالہ شاگردی میں آپ کو اُردو زبان و ادب پر اچھی خاصی دسترس حاصل ہوگئی۔ اس میں مزید اضافہ ایم اے کی طالب علمی کے دوران ہوا۔ گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد کے پرنسپل ڈاکٹر محمد جان نے آپ کو ۲۰ راپریل ۱۹۶۱ء کو، ایک خصوصی سرٹیفکیٹ عنایت کیا جس میں ایوب صابر کی ذمہ داریوں اور حاصلات کا مفصل ذکر کرنے کے بعد حسب ذیل جملے تحریر کیے:

"Obviously such a record is both credit to and the result of fine character.This young man combines several admirable qualities. His defrence to all adults, his respect of the faculty, his inquiring intelligence and his diligent habits have made him, not only an exceptional student but also the friend of all both students and faculty, at Government College Abbottabad. We wish him every possible sucess through the coming years.(۴۰)

شعبۂ اُردو، جامعہ پشاور (۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۳ء)

۱۹۶۱ء میں بی اے کرنے کے بعد ایوب صابر نے، شعبۂ اُردو، جامعہ پشاور میں ایم اے میں داخلہ لے لیا۔ شعبۂ اُردو کے سربراہ پروفیسر محمد طاہر فاروقی تھے۔ ''سیرتِ اقبال'' اور ''اقبال اور محبت رسول ﷺ'' اُن کی اہم تصانیف ہیں۔ ''اقبالیات'' وہی پڑھاتے تھے۔ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی محقق تھے۔ اقبالیات میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ خاطر غزنوی اور مرتضیٰ جعفری شاعر تھے۔ یہ اساتذہ شعبۂ اُردو کی پہچان تھے۔

فکرِ اقبال پر پہلا تحقیقی مقالہ

کالج کے زمانے ہی سے ایوب صابر کلامِ اقبال کے شیدائی تھے۔ جامعہ کی ادبی فضا نے اقبالیاتی ادب سے متعلق اُن کی تحقیقی کاوشوں کو پنپنے کا موقع اور ماحول فراہم کیا۔ چناں چہ پریولیس کے دوران ہی انھوں نے صوبائی سطح پر منعقد ہونے والے مقالہ نگاری کے سالانہ مقابلے میں ''پیامِ اقبال کی

اساس'' کے زیرِ عنوان مقالہ لکھ کر اقبالیاتی ادب میں اپنی شرکت کا آغاز کیا۔ اس مضمون پر انھیں نہ صرف صوبہ بھر کے طلبا میں دوسرا انعام ملا بلکہ اسی سال یہ مقالہ جامعہ کے تحقیقی ● ''خیابانِ اُردو'' کے اقبال نمبر ''خیابانِ اقبال'' میں شائع ہوا۔ بعدازاں یہ مقالہ ایبٹ آباد کالج کے ادبی رسالے ''کاغان'' میں بھی (۱۹۶۱ء-۶۲) کے شمارے میں چھپا۔

ایم اے کی سطح پر اقبال جیسے وسیع الاطراف موضوع پر اس نوع کا تحقیقی و تجزیاتی مقالہ، ایک طرف تو ایوب صابر کی زمانہ طالب علمی میں کی جانے والی اعلیٰ تحقیقی کوشش اور تنقیدی بصیرت کی نشاندہی کرتا ہے جب کہ دوسری طرف فکرِ اقبال پر عالمانہ گفت گو اور کلامِ اقبال کے عمیق مطالعے کا غماز ہے۔ اس مقالے میں انھوں نے فکرِ اقبال کا، اساسی سرچشمۂ فیض قرآنِ حکیم کو قرار دیتے ہوئے معتر ⊙ کے اس مؤقف کی دلائل کے ساتھ تردید کی کہ فکرِ اقبال فلسفۂ یورپ سے مستعار ہے۔

وحدت الوجود اور اقبال: فکرِ اقبال پر دوسرا مقالہ

ایم اے فائنل کے دوران ''وحدت الوجود اور اقبال'' کے عنوان سے مقالہ ✸ کیا، جو صوبائی مقالہ نگاری کے مقابلے میں اوّل انعام کا حقدار ٹھہرا۔ طالب علمی کے دوران ایک مشکل موضوع پر یہ دوسرا مقالہ بھی اقبال شناسی کے ضمن میں راست فکری کا مظہر تھا۔ اس کے بعد آپ نے ایک طویل مقالہ ''اُردو زبان کی ابتدا کے بارے میں محققین کے نظریات'' ✸ کیا جو ایک عرصے کے بعد، کچھ مزید اضافوں کے ساتھ، کتابی شکل میں شائع ہوا۔

ایوب صابر نے حصولِ علم کی خاطر، شعبۂ انگریزی میں چلنے والے سی ایس پی پروگرام میں شرکت کی جہاں مختلف مضامین کے بہترین پروفیسر صاحبان ①ز دینے آتے تھے۔ چناں چہ ایم اے میں پڑھائی لکھائی کی طرف زیادہ توجہ مبذول رہی۔ البتہ اسلامیہ کالج کے ایک مباحثے میں شعبے کی نمائندگی کی۔ مباحثے کے بعد مقررین کو کالام تک، وادیٔ سوات کی سیر کرائی گئی۔ شعبۂ اُردو کی سٹوڈنٹس یونین کی صدارت کا الیکشن بھی لڑا لیکن جیت اُن کی مدِ مقابل متو رتمیز کے حصے میں آئی۔ اگلے روز اس الیکشن کی خبر کو ''روزنامہ انجام'' نے دو کالمی سرخی لگا کر شائع کیا۔

۱۹۶۳ء میں ایوب صابر نے ایم اے کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔ درجۂ دوم میں پاس ہونے کے باوجود شعبے کے باقاعدہ طلبہ میں سب سے زیادہ نمبر آپ ہی کے تھے۔ شعبے کے صدر پروفیسر

محمد طاہر فاروقی نے ۲۶ اگست ۱۹۶۳ء کو انھیں خصوصی سرٹیفکیٹ عنایت کیا۔ اس سرٹیفکیٹ میں انھوں نے ایوب صابر کی صلاحیتوں کو سراہتے ہوئے لکھا:

"Mr. Muhammad Ayub (Sabir) was my student during the last two years. He passad the M.A. Final Examination in Urdu this year in the Second Division. He was good student and took keen interest in his studies. He is hard-working and consceontious. He took active part in all the seminars and wrote articles on various Literary subjects.

Mr. Ayub was awarded prizes in our annual eassay competitions on Iqbal: 2nd prize in 1962 and Ist prize in 1963. He is a polished man with good manners and gentle disposition. ......[۳۱]

کالج کا زمانہ تدریس: (۱۹۶۳ء تا ۱۹۹۵ء)

پروفیسر ایوب صابر نے ۱۹۶۳ء میں گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد سے بحیثیت ①ار، اُردو زبان و ادب، اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ آپ زمانہ طالب علمی سے اعلیٰ اخلاق و کردار اور اصول پسندانہ خوبیوں کے مالک تھے۔ فرائض کی ادا ▤ اُن کی زندگی کا معمول تھا۔ زندگی میں جو ذمہ داری آپ کے حصے میں آئی، اُسے ہمیشہ دیانت داری اور پورے خلوص سے نبھایا۔ کثیر المطالعہ تھے۔ ادبی ذوق اور تخلیقی وتحقیقی لگن خوب تھی۔ زبان وبیاں پر دسترس رکھتے تھے۔ علم وادب کے بیشتر موضوعات پر بحث کرنے کی عالمانہ صلاحیت رکھتے تھے۔ علم بانٹنے کی بھی لگن تھی چناں چہ جس طرح اپنے زمانہ طالب علمی میں بہترین طالب علم مانے جاتے تھے، اسی طرح درس وتدریس کے شعبے میں بھی اپنی خداداد تدریسی صلاحیتوں کے باعث ایک مثالی اُستاد ثابت ہوئے۔

طلبا میں روز افزوں مقبولیت

پروفیسر ایوب صابر کے پیشِ نظر علم وبصیرت کی روشنی پھیلانے کا عظیم مقصد کارفرما تھا اور یہی مقصد لے کر وہ تدریس کے شعبے میں آئے تھے۔ چناں چہ ترسیلِ علم کے ساتھ ساتھ انھوں نے طلبا کی

کردار سازی پر خصوصی توجہ دی۔ ادب سے وابستگی پیدا کرنے کے لیے سازگار ادبی ماحول بنانے کی کوشش کی۔ پاکستان سے محبت اور فکرِ اقبال سے لگن پیدا کی۔ اُن کی مساعیٔ جمیلہ بارآور ثابت ہوتی رہیں۔ طلبا ذوق وشوق کے ساتھ علم وبصیرت کے اس آبِ رواں سے اپنی تشنگی بجھاتے اور اس کے مہکتے ہوئے ادبی گلزاروں سے زبان وادب کے گل ہائے رنگ رنگ کی خوشہ چینی کرتے رہے۔ آپ نے پوری صلاحیت اور عمدہ تدریسی خوبیوں سے تشنگانِ علم وادب کے قلوب واذہان کی درست زاویوں سے تزئین وتنویر کی اور اُن کے روشن مستقبل کی راہ ہموار کی۔ چناں چہ ایبٹ آباد کالج میں تدریس کے آغاز کے ساتھ ہی آپ کی علمی وادبی حکمت عملی کی بدولت طلبا کی علمی ثروت میں اضافہ ہونے لگا جس کی وجہ سے طلبا میں بہت مقبول تھے اور اُن کے لیے رول ماڈل بن گئے۔

انجمنِ ترقی اُردو ایبٹ آباد کا احیا

پروفیسر ایوب صابر دورانِ تدریس ایبٹ آباد شہر کی ادبی وعلمی سرگرمیوں میں شریک ہوتے رہے بلکہ ان سرگرمیوں کا مرکز ومحور بن گئے۔ آپ نے ۱۹۶۴ء میں انجمن ترقی اُردو کی تنظیم نو کی اور چھے سات برس تک اس کے سیکریٹری کی حیثیت سے کام کیا۔ انجمن ترقی اُردو ہزارہ، آپ کی نگرانی میں ایک فعال ادبی تنظیم ثابت ہوئی، جس نے پُرانے اور نئے لکھنے والوں کو ایک پلیٹ فارم مہیا کیا۔ اس انجمن کی تشکیل نو اور اس سے وابستہ ادبی وعلمی شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر ایوب صابر "ادبستانِ ہزارہ" میں رقم طراز ہیں:

> "۱۹۶۴ء میں، میں نے انجمن ترقی اُردو کی تجدید کی۔ ڈاکٹر مرزا برلاس صدر منتخب ہوئے۔ ان کی تبدیلی کے بعد مرزا شاہد کیانی صدر چُنے گئے۔ راقم سیکریٹری منتخب ہوا۔ نیاز سواتی، اسلم فیضی، مگسی میرٹھی، بشیر احمد سوز اور صابر کلوروی انجمن سے وابستہ رہے۔"(۲۲)

اس انجمن کے زیرِ اہتمام مشاعرے منعقد ہوتے رہے۔ تنقیدی نشستیں ہوئیں اور ایک سازگار ادبی ماحول پیدا ہوا۔

سماجی خدمت کے کیمپوں میں

پروفیسر ایوب صابر نے تدریس کے ساتھ ساتھ غیر نصابی لیکن مفید سرگرمیوں کی رہبری کی۔ تین

مرتبہ طلبا کے سماجی خدمت کے کیمپوں کی نگرانی اور قیادت کی۔ پہلی مرتبہ ڈاڈر اور سچاں کلاں سے آگے دومیل کے مقام پر کیمپ لگا۔ اس جگہ دریائے سرن کے دونوں پانی آ کر ملتے ہیں۔ ایک کچی سڑک کو کشادہ کرنا طلبا کا کام تھا۔ اصلاً یہ محنت کی عظمت کا احساس اُجاگر کرنے کی خاطر تھا۔ دوسری مرتبہ بٹ گرام سے کچھ پہلے سڑک ٹھیک کرنے ہی کا کام تھا اور کیمپ نیلی شنگ میں لگا۔ تیسری مرتبہ مظفر آباد سے آگے دریائے نیلم کے پاس لیکن دریا سے کافی بلندی پر ''کہوڑی'' کے مقام پر کیمپ لگایا گیا۔ یہ کام بھی سڑک ہی کا تھا۔ اس ضمن میں مظفر آباد ریڈیو سٹیشن نے ایک رپورٹ بھی نشر کی۔

وارڈن ہاسٹل

پروفیسر ایوب صابر کی ذات خوبیوں کا مرقع ہے۔ شاگردوں کی نظر میں بہترین اُستاد رہے۔ انھوں نے کبھی اپنے فرائض سے غفلت نہیں برتی اور ہمیشہ ہر ذمہ داری کو چیلنج سمجھ کر نبھایا۔ ۱۹۶۸ء کی آخری سہ ماہی میں گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد کے ہاسٹل نمبر ایک کے حالات بڑے خراب تھے۔ ہاسٹل کی انتظامیہ پر طلبا کا اعتماد اُٹھ گیا تھا۔ ان پُرآشوب حالات میں پروفیسر ایوب صابر نے ہاسٹل کی باگ ڈور سنبھالی۔ بحیثیت وارڈن آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھاتے ہوئے، جلد ہی ہاسٹل کے نظم و نسق کو بہتر بنالیا۔ ہاسٹل کے طلبا کی ذہنی تربیت کی اور اُن کی فکری بالیدگی کے لیے ہاسٹل کی پوری تاریخ میں پہلی مرتبہ ''حلقۂ فنون'' اور ''سپیکرز فورم'' جیسی تنظیمیں بنائیں۔ بقول بشیر احمد سوز:

> ''کالج ہاسٹل کی وارڈن شپ کی ذمہ داری کا کام محنت طلب تھا۔ ۱۸۰ طلبا کے اتنے بڑے ہاسٹل کا انتظام چلانا جب کہ طلبا بگڑے ہوئے ہوں، ہڑتالوں کے عادی ہوں، اوپر سے ہاسٹل مالی اعتبار سے بھی خسارے میں چل رہا ہو اور طلبا کی ضمانتوں کی رقمیں بھی صرف ہو چکی ہوں۔ کسی خطرے سے کم نہ تھا لیکن ایوب صابر نے اپنی عزت داؤ پر لگاتے ہوئے ہاسٹل کے انتظام کو اتنا معیاری بنا دیا کہ نہ صرف خرچ کم آنے لگا بلکہ دو برس میں ضمانتوں کی رقم بھی پوری ہوگئی اور فنڈز میں ساڑھے چار ہزار کی بچت ہوگئی۔''(۲۳)

ایم اے کی سطح پر فکرِ اقبال کی تدریس

نئے پرنسپل سے اختلافات کے باعث ۱۹۷۱ء میں پروفیسر ایوب صابر نے اپنی تبدیلی ہری پور کرالی۔ دو برس بعد، ۱۹۷۳ء میں، جب واپس آئے تو اُردو، انگریزی اور بعض دوسرے مضامین میں ایم اے کی کلاسوں کا اجرا ہوا۔ اقبالیات کا پرچہ آپ کو ملا۔ اب ایک بحرِ ذخار آپ کے سامنے تھا جس کی شناوری کے دوران، آپ کو موقع ملا کہ کلامِ اقبال کا مطالعہ، گہرائی میں اُتر کر، کرسکیں۔ خود بھی بہت کچھ سیکھتے رہے اور طلبا کو بھی خوب خوب مستفید کیا۔ ۱۹۷۳ء سے ۱۹۹۵ء کے آخر تک، کچھ وقفوں کے علاوہ جب آپ کا تقرر گورنمنٹ کالج حویلیاں ہوا تھا، آپ اٹھارہ برس تک فکر و کلامِ اقبال پڑھاتے رہے۔ اقبال سے دلچسپی تو زمانۂ طالب علمی سے تھی۔ ایم اے کے دوران دو معیاری مقالے بھی ✸ کیے تھے لیکن ایم اے کی سطح پر اٹھارہ سالہ اقبالیات کی تدریس نے اقبال آشنائی کا ایک خاص وژن پیدا کر دیا۔ چناں چہ آنے والے عرصے میں اقبال پر جو علمی و تحقیقی کام آپ نے کیا اس وژن نے، اس میں اہم کردار ادا کیا۔

شادی اور اولاد

۱۹۷۳ء میں جناب ایوب صابر کی شادی ایک سلیقہ مند لڑکی مس شیریں گل سے ہوئی جو شادی سے قبل شوقیہ مصوری کرتی تھیں۔ شادی کے بعد گھر کی ذمہ داریاں اس طرح سنبھالیں کہ مصوری چھوٹ گئی۔ مس شیریں گل ایک بہترین بیوی ثابت ہوئیں۔ انھوں نے گھر کو ہمیشہ صاف ستھرا، آراستہ و پیراستہ رکھا اور اپنی اولاد کی بہترین تربیت کی۔ یہی وجہ تھی کہ پروفیسر ایوب صابر گھریلو سکون اور ایک مثالی رفیقۂ حیات کی بدولت اقبالیاتی ادب میں اپنے عہد کی سب سے بڑی اور منفرد تحقیق کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس حوالے سے شیریں گل اور ان کے گھر کا خاکہ، پروفیسر ایوب صابر کے اس انتساب سے بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جو اُن کی کتاب "اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: ایک مطالعہ" میں شامل ہے۔ یہ انتساب حسبِ ذیل ہے:

"مرحومہ اہلیہ شیریں گل کے نام
جس نے گھر کو ایک مثالی گھر بنائے رکھا، پُرسکون، پُرآسائش،
خوش نما اور دلکشا گھر، جہاں ہمارے بچوں فائزہ، [illegible] اور فائق کی

> بہترین تربیت ممکن ہوئی اور جس کے باعث یہ اہم علمی کام پایۂ تکمیل تک پہنچ سکا۔"(۲۴)

آپ کی شریکِ حیات بااخلاق اور مہمان نواز تھیں۔ بقول ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم:

> "مس شیریں گل اچھی بیوی، اچھی ماں اور اچھی ساس ہونے کے علاوہ ایک رواداروم مہذب خاتون ہیں۔ دوسروں کے لیے ایثار کرنے کا وصف اُن کو اپنی ماں سے وراثت میں ملا ہے۔ ایوب صابر کے ہاں کھانے اور چائے کی یادگار دعوتیں ہوتی رہی ہیں۔ مہمانوں کی خاطر داری ہمیشہ اچھے طریقے سے ہوتی رہی ہے۔"(۲۵)

شیریں گل نے ۴۳ سال تک جناب ایوب صابر کے گھر کو خوشیوں، مسرتوں اور راحتوں کا مسکن بنائے رکھا۔ آپ ۲۶ رنومبر ۲۰۱۹ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔

اللہ تعالیٰ نے پروفیسر ایوب صابر کو ایک بیٹی اور دو بیٹوں سے نوازا۔ اولاد میں سب سے بڑی بیٹی ہے۔ جن کا نام فائزہ ہے۔ فائزہ نے ایف ایس سی آرمی برن ہال کالج ایبٹ آباد سے کی۔ بی اے گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین راولپنڈی سے کیا۔ فائن آرٹ کے شعبے میں زیرِ تعلیم رہیں۔ ایم ایف اے کا ڈپلوما اوکلا ہوما (Oklahoma) یونیورسٹی (School of Art and History) سے حاصل کیا۔ امریکہ ہی میں اُن کی شادی ڈاکٹر عماد خان سے ہوئی۔ ڈاکٹر عماد نے Hospital Management کا کورس کیا ہے۔ آج کل شفا انٹرنیشنل میں جنرل منیجر کے عہدے پر فائز ہیں۔ عماد خان اور فائزہ کی دو بیٹیاں علیزہ، ریم اور بیٹا زیرک ہیں۔ فائزہ بھی اپنے والد گرامی کی طرح خداداد صلاحیتوں کی مالک ہیں۔ وہ ایک بہترین مصورہ ہیں۔ اُن کی مصوری کی بابت ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم لکھتے ہیں:

> "فائزہ کا مصوری کا شوق طالب علمی کے زمانے سے ہے۔ اُس زمانے کی ایک تصویر ڈاکٹر ایوب صابر کے ڈرائنگ روم میں آویزاں ہے۔ اُن کی تصویروں کی پندرہ سولہ نمائشیں منعقد ہو چکی ہیں۔ گروپ نمائشیں ابوظہبی اور امریکہ میں ہوئی ہیں۔ پی ٹی وی پر دو مرتبہ اور پیج ٹی وی پر ایک مرتبہ ان کے (Live) انٹرویو ٹیلی کاسٹ ہو چکے ہیں۔"(۲۶)

فائزہ ابتدا میں محترمہ ناہید سلیم کی شاگرد تھیں۔ اس کے بعد جناب منصور راہی کی شاگردی میں اُن کے فن کو پختگی ملی۔ وہ آج کل ایک غیر سرکاری تنظیم "راستے" کی سربراہ بھی ہیں۔ یہ تنظیم نئے مصوروں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

فائزہ کی طرح پروفیسر ایوب صابر کے بیٹے بھی لائق فائق ثابت ہوئے۔ بڑے بیٹے ☜ ایوب ۱۹۷۶ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سے ایف ایس سی تک آرمی برن ہال سکول اور کالج ایبٹ آباد میں زیرِ تعلیم رہے۔ ایف ایس سی کے فوراً بعد پی ایم اے لانگ کورس کے لیے منتخب ہوئے۔ ۱۹۹۷ء میں انھیں پی ایم اے کاکول سے بی ایس سی کی سند ملی۔ پاسنگ آؤٹ پریڈ کے بعد "فسٹ پنجاب رجمنٹ" میں شمولیت اختیار کی۔ ۲۰۰۶ء میں امریکہ (Infantary School for Benning) سے گریجوایشن کی۔ ۲۰۰۷ء میں دوبارہ امریکہ سے فوجی تربیت حاصل کی۔ انھوں نے دہشت گردوں کے خلاف شمالی وزیرستان میں بطور لیفٹیننٹ کرنل بھی خدمات انجام دی ہیں۔ کئی برس جی ایچ کیو میں فرائض انجام دیے۔ ☜ ایوب زبردست صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ وہ آرمی ایف ایم ریڈیو کے ڈائریکٹر پروگرامز کی حیثیت سے بھی کام کر چکے ہیں۔ آئی ایس پی آر کی ڈاکومینٹری (Voice of Peace) کو انٹرنیشنل فلم فیسٹیول (Eserciti-e-Popli, 2011) میں پہلا انعام ملا۔ اس سکرپٹ کے لکھنے کا اعزاز بھی میجر ☜ کو حاصل ہے۔ ☜ ایوب نے پاکستان آرمی کے ہر مشن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انھوں نے اقوام متحدہ کے امن مشن کے تحت جمہوریہ کانگو میں خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں ایم او ڈائریکٹریٹ جی ایچ کیو میں سٹاف آفیسر رہے اور شمالی وزیرستان میں ٹوچی سکاؤٹس کی کمان بھی کی۔ وانا میں آپریشن کے دوران ☜ ایوب نے کئی کارہائے نمایاں انجام دیے۔ وہ ایک بصیرت رکھنے والے صلح جُو اور اعلیٰ حکمت عملی کی صلاحیت رکھنے والے آفیسر ہیں۔ شمالی وزیرستان میں جس یونٹ کی کمان آپ کے ہاتھ میں تھی وہاں کی آبادی نے آپریشن کے دوران نقل مکانی نہیں کی اور تلاشی کے لیے اپنے دیہات خالی کر دیے۔ تلاشی مکمل ہونے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ اس حکمت عملی کو سراہا گیا اور آرمی چیف نے اس کارکردگی پر انھیں تحسین کا خط جاری کیا۔ ☜ ایوب کی ترقی، جون ۲۰۲۱ء میں، بریگیڈیئر کے عہدے پر ہوئی ہے اور انھیں پنجاب رینجرز کا کمانڈر مقرر کیا گیا ہے۔ بریگیڈیئر ☜ ایوب کا ایک بیٹا ہے جس کا نام عبداللہ ہے۔

پروفیسر ایوب صابر کے دوسرے بیٹے فائق ایوب ہیں جو ۱۹۷۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کی دیگر

اولادوں کی طرح فائق ایوب نے بھی آرمی برن ہال سکول اور کالج سے ایف ایس سی کی۔ ۱۹۹۸ء میں پاکستان ملٹری اکیڈمی میں ٹریننگ کے لیے پہنچے۔ ۲۰۰۰ء میں پاسنگ آؤٹ ہوئی اور ان کی مرضی سے انھیں فور بلوچ میں شامل کیا گیا۔ فائق ایوب اپنے والدِ گرامی کی طرح سکول کے زمانۂ طالب علمی میں نصابی کے ساتھ ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔ کالج کے میگزین "نشان" کی ادارت بھی کی اور "بزمِ ادب" کے نائب صدر کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔ فائق ایوب پی ایم اے سے فارغ ہو کر سیاچین محاذ پر رہے اور جرأت اور حوصلے سے پاکستانی سرحد پر فرائض سرانجام دیے۔

فائق ایوب اپنے والدین اور بہن بھائی کی طرح غیر معمولی صلاحیتوں اور دلآویز شخصیت کے مالک ہیں۔ انھوں نے ۱۹ ہزار فٹ تک "کوہ پیائی" اور گہرے پانی میں غوطہ زنی کے نشانات حاصل کیے۔ صدر مملکت کی حفاظتی بٹالین میں خدمات انجام دی ہیں اور دوسرے ممالک کے سربراہوں کی آمد پر گارڈ آف آنر کی قیادت کرتے رہے۔ فائق ایوب بھی بڑے بھائی ☜ ایوب کی طرح انفنٹری سکول کوئٹہ میں انسٹرکٹر رہے۔ اقوام متحدہ کے امن مشن کے تحت جمہوریہ کانگو میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ شمالی وزیرستان میں ۲۰۰۸ء میں آپریشن "المیزان" میں کردار ادا کیا۔ دوسری مرتبہ "المیزان" آپریشن میں دہشت گردوں کے خلاف کامیاب کارروائیاں کیں۔ سٹاف کورس ۲۰۱۱ء میں کوالیفائی کیا۔ آرٹ اینڈ سائنس وارفیئر میں ایم اے کی سند نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی اسلام آباد سے حاصل کی۔ واشنگٹن امریکہ میں (Strategic Intelligence Traning Programme) میں بھی شرکت کی۔

فائق ایوب کئی برسوں تک ایم آئی اسلام آباد کے سربراہ رہے ہیں۔ اس حیثیت میں انھوں نے شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔ آج کل یو این مشن پر دوبارہ کانگو گئے ہوئے ہیں۔ اُن کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ بڑی بیٹی کا نام قندیل، بیٹے کا نام مصعب اور چھوٹی بیٹی کا نام زائنا ہے۔

جناب ایوب صابر کو اللہ تعالیٰ نے باصلاحیت اور عمدہ صفات اولاد کی نعمت سے نوازا ہے۔ آپ نے اولاد کی پرورش رزقِ حلال سے کی اور اس کی تعلیم و تربیت پر توجہ دی اور اسے اخلاقی اقدار کا پاس دار بنایا۔

ان کے اپنے بقول:

> "اسلامی تعلیمات کے معنی اگر ایماندارانہ زندگی گزارنا ہے تو میری اولاد اس پر پورا اُترتی ہے۔"(۲۷)

تدریسِ فکرِ اقبال کے اثرات

پروفیسر ایوب صابر نے فکرِ اقبال کی تدریس کے دوران اپنے شاگردوں کے دل میں اقبال اور کلامِ اقبال سے لگن پیدا کی۔ کئی طلبا نے اقبالیات کے موضوع پر مضمون نویسی کے مقابلوں میں اور ریڈیو پاکستان پشاور میں اقبال سے متعلق منظومات کے مقابلے میں اوّل انعام حاصل کیے۔ کئی ایک شاگردوں نے آپ کی پیروی کرتے ہوئے اقبالیات کو اپنا مستقل موضوع بنایا جن میں نامور اقبال شناس ڈاکٹر صابر کلوروی سرفہرست ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صابر کلوروی "داستانِ اقبال" کا انتساب اپنے استاد محترم پروفیسر ایوب صابر کے نام کرتے ہوئے حسبِ ذیل الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

> "میں کہ قوتِ گویائی سے محروم تھا، اُس نے لفظوں کے بت تراشنے کا ڈھنگ بتایا۔ تہی دامن تھا، اس نے علم و عرفان کی جھولیاں بھر بھر کر دیں۔ کس قدر قیامت کا سفر تھا کہ سب کچھ کھو بیٹھا تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے ایک دن وہ میری انگلی پکڑے اس مقام پر لے گیا، جہاں میں نے اپنی متاعِ گم گشتہ کا سراغ پالیا۔ خود آگہی کی منزل اور علم و عرفان کی دولت، میں اپنی یہ کتاب استادِ محترم پروفیسر ایوب صابر گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں۔"(۲۸)

"داستانِ اقبال" ابتداً ۱۹۷۷ء میں "شاہکار پبلشرز" نے شائع کی تھی۔ صابر کلوروی کی وفات کے بعد پروفیسر عبدالجبار شاکر کے ادارے "نشریات" نے اسے ۲۰۰۹ء میں دوسری بار زیادہ بہتر صورت میں شائع کیا۔ "حرفِ اوّل" میں پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:

> "اسی دوران میں پروفیسر ایوب صابر سے ملاقاتیں ہوئیں جو بعد میں ایک پائیدار اور مخلصانہ دوستی میں بدل گئیں۔ صابر کلوروی انہی ایوب صابر صاحب کے شاگردِ عزیز ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس استاد شاگرد کے جوڑے نے اقبالیاتی ادب کی جو خدمت کی ہے وہ اقبال شناسی کی تاریخ میں ایک یادگار حیثیت رکھتی ہے۔"

جن دیگر طلبہ کی خوابیدہ صلاحیتوں کو پروفیسر ایوب صابر نے ضیا بار کیا ان کی تعداد سینکڑوں، ہزاروں میں ہے۔ ان میں سے بیسیوں نے اپنے اپنے شعبے میں نمایاں حیثیت حاصل کی ہے۔ لکھنے والوں میں دوسرا اہم نام پروفیسر بشیر احمد سوز کا ہے۔ ڈاکٹر عامر سہیل اور ڈاکٹر عادل سعید قریشی کی فہرست میں شامل ہیں۔ انجینئر محمد فاروق ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے دستِ راست رہے ہیں۔

بزمِ اہلِ قلم ہزارہ

جناب ایوب صابر ایک چلتا پھرتا علمی و ادبی دبستان ہیں۔ ایبٹ آباد کالج کے زمانۂ تدریس کے دوران آپ خطۂ ہزارہ کے صاحبانِ علم و ادب کے لیے فعال نمونہ رہے۔ ابتدا میں ہزارہ میں اُردو زبان و ادب کے فروغ اور اہلِ قلم شخصیات کو جوڑنے کے لیے "انجمن ترقی اُردو ہزارہ" کی تشکیل نو کی اور جب اس انجمن کی سرگرمیاں ماند پڑنے لگیں تو ۱۹۷۷ء میں بچے کھچے ارکان کو اپنے گھر اکٹھا کر کے ایک نئی ادبی تنظیم قائم کی جس کا نام "بزمِ اہلِ قلم ہزارہ" رکھا گیا۔

"بزمِ اہلِ قلم ہزارہ" کے پہلے صدر حفیظ اثر منتخب ہوئے جبکہ ابتدا میں بشیر احمد سوز سیکریٹری چنے گئے۔ بعدازاں سیکریٹری کی حیثیت سے عرصے تک نیاز سواتی کام کرتے رہے۔ ان کی سبک دوشی کے بعد سیکریٹری کے فرائض واحد سراج نے سنبھالے اور پروفیسر ایوب صابر صدر منتخب ہوئے۔ "بزمِ اہلِ قلم" ایک فعال ادبی تنظیم بن کر اُبھری۔ بیسیوں شعرا و ادبا اس سے وابستہ رہے۔ اگرچہ متعدد اہلِ قلم اس تنظیم کو چھوڑ کر چلے گئے تاہم کئی نئے لکھاری اس کا حصہ بنتے رہے۔ اس تنظیم نے ہزارہ کے تخلیق کاروں کو یکجا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس بزم کے، ماسوائے رمضان کے، ہر اتوار کی شام تواتر سے اجلاس منعقد ہوتے رہے۔ پروفیسر ایوب صابر کی مرتبہ کتاب "ادبستان ہزارہ" بزمِ اہلِ قلم ہی کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔ اس ادبی دستاویز سے ہزارہ کی حد تک، غزل گو شعرا کی ادبی تاریخ محفوظ ہو گئی ہے۔

آپ کا ہزارہ کی علمی و ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں پر مشتمل ماہانہ مکتوب "مکتوبِ ہزارہ" ریڈیو پاکستان پشاور سے ایک عرصے تک نشر ہوتا رہا۔

اہلِ قلم کانفرنسوں میں شرکت

پروفیسر ایوب صابر نفاذِ اُردو کی ڈاکٹر سید عبداللہ کی تحریک میں شامل رہے۔ کانفرنسوں میں شرکت کی اور فیض آباد (راولپنڈی) میں منعقد ہونے والی کانفرنس کے ایک سیشن کے منصرم بھی تھے۔ اکادمی ادبیات پاکستان کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی پہلی اہلِ قلم کانفرنس میں پروفیسر صاحب نے ہزارہ کی نمائندگی کی۔ دوسری اہلِ قلم کانفرنس میں بزم کے پانچ ارکان شامل تھے۔ صدر ضیاء الحق اہلِ قلم کو عشائیہ

دیا کرتے تھے۔ دوسری کانفرنس کے اختتام پر صدر ضیاء الحق نے جب عشائیے سے پہلے اہلِ قلم سے ملاقات کی تو اس موقعے پر ایک تحریر شدہ درخواست انھیں ایبٹ آباد میں ریڈیو اسٹیشن کے قیام کے لیے دی گئی۔ اس درخواست کی منظوری کے بعد ریڈیو پاکستان ایبٹ آباد قائم کر دیا گیا۔

ادارۂ اتحادِ ملی، روٹری کلب اور ایلاف کلب

پروفیسر ایوب صابر کے تعاون سے ایبٹ آباد میں ڈاکٹر اے جے خان نے روٹری کلب قائم کیا۔ اے جے خان کلب کے صدر اور آپ سیکریٹری بنے۔ کلب کے ہفتہ وار اجلاس باقاعدگی سے ہوتے اور متعدد سماجی منصوبوں پر کام بھی ہوتا تھا لیکن جب کوئٹہ روٹری کلب میں کسی مہمان نے اسرائیل کی حمایت میں تقریر کی تو پروفیسر صاحب نے سیکریٹری شپ اور رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔ کلب البتہ چلتا رہا۔ اس کے مقابل ایلاف کلب ایبٹ آباد قائم ہوا جو اب تک اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ ڈاکٹر محمد اکرم اس کے صدر اور واحد سراج سیکریٹری ہیں۔

ادارۂ اتحادِ ملی سید واجد رضوی نے پروفیسر ایوب صابر کے تعاون سے قائم کیا۔ واجد رضوی ادارے کے صدر اور ایوب صابر سیکریٹری مقرر ہوئے۔ اتحادِ ملی کو فروغ دینے کے لیے یہ ادارہ ایک عرصے تک سرگرم رہا۔ ان اداروں کے قیام سے ایبٹ آباد کی سماجی، ثقافتی اور قومی یکجہتی کی سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہوا اور ایک طرح کا بھرپور ادبی ماحول بنا جس نے آنے والے عرصے میں متعدد قلم کاروں کی ذہنی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔

۱۹۸۰ء میں جناب ایوب صابر نے ایبٹ آباد کالج کے بالکل پاس ہی ایک خوبصورت گھر تعمیر کیا۔ کبھی کبھی بزمِ اہلِ قلم ہزارہ کے اجلاس ان کے گھر میں ہوتے تھے۔

ایوب صابر ابتدا ہی سے اسلامی رجحان رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی تحریروں، تقریروں اور علمی و ادبی سرگرمیوں میں ہمیشہ اسلام کی حقانیت اور عظمت کا پرچار کیا۔ ان کی گفتگو اور درس و تدریس میں اسلام، پاکستان اور اقبال رچے بسے رہے۔ اسی عقیدت و احترام کے تعلق نے انھیں حرمین کی زیارت سے ضیا بار کیا۔ چناں چہ ۱۹۹۲ء میں اپنے عزیزوں کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی اور بیت اللہ کے علاوہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی۔

تصانیف و تالیفات

کالج کے زمانۂ تدریس کے دوران آپ کی حسبِ ذیل کتابیں شائع ہوئیں:

- آزاد کشمیر میں نفاذِ اُردو (کتابچہ)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء
- پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء
- ادبستانِ ہزارہ، بزمِ اہلِ قلم ہزارہ، ۱۹۸۹ء
- انتخابِ خطوطِ غالب، یونس بکس، لاہور، ۱۹۹۳ء
- اُردو کی ابتدا کے بارے میں محققین کے نظریات، سرحد اُردو اکیڈمی، ۱۹۹۳ء
- اقبال دشمنی ایک مطالعہ، جنگ پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۳ء

پہلی پانچ کتب کا تعارف ''ادبی ولسانی خدمات'' کے زیرِ عنوان پیش کیا جائے گا۔ ''اقبال دشمنی ایک مطالعہ کی تفصیل''، ''اقبال شناسی'' کے باب میں آئے گی۔ البتہ چوں کہ یہ کتاب پروفیسر ایوب صابر کی زندگی میں ایک نئی منزل کا نشان بنی، اس لیے اس سے متعلق بعض امور کا ذکر کرنا اس مقام پر مناسب ہوگا۔

آپ نے ۱۹۸۸ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ایم فل کیا۔ سند ۱۹۹۱ء میں ملی۔ ''اقبال پر بعض معاندانہ کتب کا جائزہ'' آپ کا موضوع تھا۔ یہ تھیسس ''اقبال دشمنی ایک مطالعہ'' کے نام سے ''جنگ پبلشرز'' نے شائع کیا۔ اس کی پذیرائی ہوئی۔ ریویو اور کالم لکھے گئے۔ اس کتاب کی تیاری کے دوران جو اقبال مخالف لوازمہ آپ کو ملا وہ ۳۳ کتب پر مشتمل تھا۔ یہ ادھوری فہرست کتاب کے پیش لفظ میں شامل ہے۔ علامہ اقبال مخالف مقالات کی فہرست ''ماحصل'' میں دی گئی ہے۔ اس میں آپ نے لکھا ہے کہ:

> ''اقبال مخالف لٹریچر کی (نامکمل) فہرستوں کو دیکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا جائزہ لینا کس قدر ضروری ہے۔''(۲۹)

پروفیسر ایوب صابر کا اندازہ تھا کہ اقبال مخالف لٹریچر اس سے کئی گنا زیادہ ہوگا اور اس کا توڑ کرنا، قومی نقطۂ نظر سے بے حد ضروری ہے۔ اقبال کو منہدم کرنے کی وسیع تر مہمات کا ایک مقصد مسلمانوں کو اقبال کی فکری رہنمائی سے محروم کرنا تھا۔ مقامی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک، پوری بیسویں صدی پر محیط، اقبال مخالف لٹریچر کی تلاش اور اس کا جائزہ بہت بڑا کام تھا اور اسے سرانجام دینے کے لیے یکسوئی

اور خاصے وقت کی ضرورت تھی۔ اس یکسوئی اور وقت کے لیے ملازمت سے استعفیٰ دینا لازمی تھا لیکن یہ فیصلہ کرنا بڑا مشکل تھا۔ اب مناصب پر فائز ہونے کا وقت تھا جس کا لوگوں کو انتظار رہتا ہے۔ آپ کو پریشانی اس بات کی تھی کہ تدریس کا سلسلہ ترک ہو جائے گا۔ اس کشمکش میں دو برس گزر گئے بالآخر فیصلہ کرنے میں اقبال کے اس شعر نے مدد کی:

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

چناں چہ نئے زماں و مکاں کی خاطر دسمبر ۱۹۹۵ء کو، چار برس قبل از وقت، ریٹائرمنٹ لے لی۔ ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۳ء کو شروع ہونے والا کالج کا زمانۂ تدریس ۱۹۹۵ء کے آخر میں اختتام پذیر ہو گیا۔ سوانح کا باقی حصہ، باب سوم میں، نئے زمان و مکاں کے زیرِ عنوان پیش کیا جائے گا۔

حوالہ جات

۱۔ انٹرویو، پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر از محمد زمان مضطر، رہائش گاہ، اسلام آباد، ۵ر جولائی ۲۰۱۹ء

۲۔ ایضاً

۳۔ میں نے اصل سرٹیفکیٹ دیکھا ہے۔

۴۔ ''جان پہچان'' مشمولہ: کاغان، ۱۹۶۰ء۔ مدیر ارشاد اعوان، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد، ص ۶

۵۔ ہارون الرشید تبسم، ڈاکٹر، ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس، جہلم، بک کارنر پبلشرز، ۲۰۱۵ء، ص ۲۱

۶۔ ایوب صابر، ''تہذیب نو'' مشمولہ: کاغان ۱۹۶۰ء۔ مدیر ارشاد اعوان، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد، ص ۱۰۳

۷۔ ''انتخاب مشاعرہ'' مشمولہ: کاغان، ۱۹۶۱ء۔ مدیر ارشاد اعوان، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد، ص ۱۱۱

۸۔ ایضاً، ص ۱۱۲

۹۔ راشد حمید، ڈاکٹر، ''مصاحبہ۔ ڈاکٹر ایوب صابر'' روزنامہ ''نوائے وقت''، ۹ر نومبر ۲۰۰۳ء

۱۰۔ غالب کا اردو کلام، مشمولہ: کاغان، ۱۹۶۱ء۔ مدیر ایوب صابر، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد، ص ۱۱۰

۱۱۔ ایوب صابر، ''غالب کا اُردو کلام'' مشمولہ: کاغان۔ ۱۹۶۰ء، مدیر ارشاد اعوان، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد، ص ۴۷

۱۲۔ ''کاغان'' ۱۹۶۱ء۔ مدیر ایوب صابر، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد، ص ۱۰۹

۱۳۔ میں نے اصل سرٹیفکیٹ دیکھا ہے۔

۱۴۔ مسعود ہاشمی، ''مدیر کے نام'' مشمولہ: کاغان ۱۹۶۱ء۔ مدیر ایوب صابر، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد، ص ۹

۱۵۔ سید انوار الحق صابر، پروفیسر، ''جواب صابر بنام صابر'' مشمولہ: کاغان ۱۹۶۰ء، مدیر ارشاد اعوان، نائب مدیر ایوب صابر، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد، ص ۱۱

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۱

۱۷، ۱۸۔ ایوب صابر، ''شہری دفاع کے کیمپ میں'' مشمولہ: کاغان ۱۹۶۰ء۔ مدیر ارشاد اعوان، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد، ص ۲۹

۱۹۔ میں نے اصل سرٹیفکیٹ دیکھا ہے۔

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ ایوب صابر، پروفیسر، مرتب، ''ادبستان ہزارہ'' قلندر آباد، بزم اہل قلم ہزارہ، سرحد اردو اکیڈمی، ۱۹۸۹ء، ص ۱۱

۲۳۔ بشیر احمد سوز، پروفیسر، ''پروفیسر ایوب صابر مثالی اُستاد، محقق اور مقرر'' روزنامہ مشرق، پشاور، ۳۱ مارچ ۱۹۷۱ء

۲۴۔ پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر، ''اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: ایک مطالعہ''، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۵

۲۵۔ ہارون الرشید تبسم، ڈاکٹر، ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس، ص ۲۳

۲۶۔ ایضاً، ص ۲۵

۲۷۔ انٹرویو، پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر از محمد زمان مضطر، ۵ر اگست ۲۰۱۹ء

۲۸۔ صابر کلوروی، ڈاکٹر، ''داستانِ اقبال''، لاہور، شاہکار پبلشرز، ۱۹۷۷ء، ص ۲

۲۹۔ پروفیسر ایوب صابر، ڈاکٹر، ماحصل، ''اقبال دشمنی ایک مطالعہ''

باب دوم

ادبی و لسانی خدمات

ادبی سرگرمیاں

پروفیسر ایوب صابر، زمانۂ طالب علمی میں تقریری مقابلوں، مشاعروں اور دوسری ادبی و علمی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔ کالج کے چار سالہ عرصۂ طالب علمی کے دوران تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی صلاحیتوں کا جوہر دکھانے کے ساتھ، ادبی ❶ "کاغان" کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیے۔ ۱۹۶۳ء میں جب آپ بحیثیت ① ارتعینات ہو کر ایبٹ آباد کالج آئے تو ہر چند کہ آپ کی توجہ بنیادی طور پر تدریس پر تھی، کالج کی ادبی سرگرمیوں میں بھی بھرپور دلچسپی لی۔

۱۹۶۴ء میں آپ نے "انجمن ترقی اُردو ہزارہ" کی تشکیل نو کی اور اس کے سیکریٹری کی حیثیت سے چھے سات سال تک اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ آپ تسلسل سے ہزارہ کی علمی و ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں پر مشتمل ماہانہ مکتوب ریڈیو پاکستان پشاور کو ارسال کرتے رہے جو عرصے تک ریڈیو پاکستان پشاور سے "مکتوبِ ہزارہ" کے زیرِ عنوان نشر ہوتا رہا۔ ۱۹۷۱ء میں انجمن ترقی اُردو لاہور نے تحفظ و ترقی اُردو کے لیے کام کرنے کی بنا پر آپ کو "سندِ اعتراف" سے نوازا۔

آپ نے ۱۹۷۷ء میں بزمِ اہلِ قلم ہزارہ قائم کی۔ یہ بڑی فعال تنظیم تھی۔ ہر اتوار کی شام کو اس کے اجلاس ہوتے۔ آپ نے اس کے سیکریٹری کی اور پھر صدر کی حیثیت سے بھی فرائض سرانجام دیے۔ آپ نے سید واجد رضوی کے ساتھ مل کر ادارۂ اتحادِ ملی قائم کیا اور اس کے سیکریٹری کی حیثیت سے بھی کام کیا۔

پروفیسر ایوب صابر عرصے تک ایبٹ آباد شہر کی علمی و ادبی سرگرمیوں کا مرکز و محور رہے؛ اور خطۂ ہزارہ میں اُردو زبان و ادب کے فروغ اور ترقی و ترویج کے لیے قابلِ ذکر کردار ادا کیا۔

شاعری

زمانہ طالب علمی میں ایوب صابر کی ایک غزل اور ایک نظم، کالج میگزین "کاغان" میں شائع ہوئی۔ یہ پہلی غزل اور پہلی نظم تھی۔ یہاں غزل کے تین شعر اور نظم کے بعض بند نقل کیے جاتے ہیں تا کہ آپ کے اس دور کے خیالات و رجحانات کا اندازہ ہو سکے:

"تہذیبِ نو"

نئی تہذیب پر پھیلا رہی ہے
یہ مشرق پر چھائی جا رہی ہے
سکولوں، کالجوں اور کیفیوں سے
اُبھر کر ہر جگہ منڈلا رہی ہے

دکھایا عصرِ حاضر نے تماشا
ہیں لیکن کچھ تماشائی ہراساں
وفا کیش و جفا کش کو بکن کو
بنا ڈالا ہوس ران و تن آساں

ملا لیلا کو حق بے پردگی کا
ہوس مٹ جائے گو مقصد یہی تھا
مگر جب پھر ہوئی محمل نشیں وہ
اسی محمل کے اندر بھی قیس تھا

ہوئی آزاد آخر صنفِ نازک
بنا ہے کام دل آزردگاں کا
نہ ہوگی اب شکایت آسماں سے
مٹے گا نام بھی سوزِ نہاں کا

بنی ہے اہلِ مغرب کی فراست
ضمانت سی سبھی رنگینیوں کی
ہوئی محسوس اکتاہٹ کبھی جب
بدل لیں دوستوں نے بیویاں بھی (۱)

ممکن ہے ڈاکٹر ایوب صابر کے نزدیک نظم میں بیان کردہ خیالات سے اب انھیں کلی اتفاق نہ ہو لیکن یہ ظاہر ہے کہ آپ اس وقت بھی مغربی تہذیب کے ناقد تھے اور بے حیائی نیز عیش و عشرت کے مخالف تھے اور اب بھی بے حیائی کے مخالف ہیں۔

پروفیسر ایوب صابر نے شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا۔ کالج کے زمانہ طالب علمی کے دوران جو پہلی غزل کہی، اس کے تین اشعار یہاں پر درج کیے جاتے ہیں:

جس کی وسعت پہ بھروسا تھا وہ زنداں نکلا
آہ! صحرا سے بھی میں ہو کے پشیماں نکلا
ہم نے سمجھا تھا کہ ہے ہاتھ میں دامن ان کا
ہوش آیا تو فقط اپنا گریباں نکلا
تو نے دیکھا تھا مجھے چشمِ حقارت سے مگر
ایبٹ آباد کے رندوں کا میں سلطان نکلا (۲)

درج بالا غزل کے مطالعے سے ظاہر ہے کہ بالِ جبریل آپ کے پیشِ نظر تھی۔ غالب کی زمین غالب کے اثر کو ظاہر کرتی ہے۔ دراصل ایوب صابر نے کلامِ اقبال اور کلامِ غالب کا مطالعہ شروع کر رکھا تھا، جس کے فکری و فنی اثرات آپ کی شاعری پر بھی پڑے۔ مقطعے کا ماخذ میر ولی اللہ کا یہ شعر ہے:

ہم نشیں میر کو تو چشمِ حقارت سے نہ دیکھ
ایبٹ آباد کی رونق ہے اسی کے دم سے

درمیان والا شعر روایتی نوعیت کا ہے لیکن غزل کے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ زمانہ طالب علمی ہی سے اچھا شعر کہنے کی آپ میں صلاحیت موجود تھی۔

ایوب صابر کی غزلیں فنی پختگی کے ساتھ حقائق کی عکاسی کرتی ہیں۔ ذیل میں آپ کی چند غزلیں نقل کی جاتی ہیں جن سے آپ کی شعر گوئی کے معیار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:

کچھ ہمیں بھی اپنے دل کی سادگی مہنگی پڑی
غالباً کچھ آپ کو بھی دورخی مہنگی پڑی

میں بھی ان سے دوستی کرکے دلآزردہ ہوا
دشمنی جو اس نے کی وہ اس کو بھی مہنگی پڑی

افترا پردازیوں کا غیر کو موقع ملا
اک تمنا سادہ و معصوم سی مہنگی پڑی

اڑنا کیا آیا کہ چلنے سے بھی اب معذور ہیں
یار لوگوں کو ہماری پیروی مہنگی پڑی

اچھا خاصا بستا رستا گھر اجڑ کر رہ گیا
اس کو رنجش اور اُس کو خود سری مہنگی پڑی

ایک نکتہ نقش ہے تاریخ کے اوراق پر
تھا جو بے چارہ اسے بیچارگی مہنگی پڑی

دوستوں اور حاسدوں میں فرق اب کچھ بھی نہیں
ہم نشینوں میں ذرا سی برتری مہنگی پڑی (۳)

پیش نظر غزل میں زندگی کی کچھ حقیقتیں بیان ہوئی ہیں، کچھ ذاتی احساس کی ترجمانی ہے اور کچھ "دوستوں" کا ذکر ہے۔ غزل کا اسلوب عمدہ لب ولہجہ نرم اور شائستہ ہے۔ خیال کی عمدگی اور فنی سلیقہ مندی سے پتا چلتا ہے کہ آپ غزل کہنے میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔

اشک آلود ہوئے خوں میں نہائے رستے
منزل شوق کو جاتے نظر آئے رستے

جا بجا آپ نے ہر راہ میں دیوار چنی
کاٹ کر سنگ گراں ہم نے بنائے رستے

مرحلہ کوئی ہو دشوار تو دم لیتے ہیں
اور پامال نہیں کرتے پرائے رستے

ہم کبھی دائیں جھکے اور نہ بائیں جانب
ہر طرف بچھتے ہوئے راہ میں آئے رستے
تم بڑے شوق سے اس شخص کو گمراہ کہو
جس نے اس دور کی نسلوں کو دکھائے رستے
ہم بھی منزل کی طرف گرم سفر ہیں صابر
روک کر سیل بلاکس نے بچائے رستے(۴)

غزل کا مطلع ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے آس پاس کی صورت حال کو پیش کر رہا ہے۔ پاکستان کا ظہور قائداعظم کی انتھک کوشش، بے مثال ذہانت اور بے لوث خدمت کا نتیجہ ہے۔ مسلمانانِ ہند کے حقوق و مفادات کا تحفظ آپ کی طویل جدو جہد اور تحریک پاکستان کی قیادت قائداعظم کے عظیم کارنامے ہیں، لیکن افسوس کہ بعض مسلمان رہنما بالخصوص ہندی قوم پرست زعما، قائداعظمؒ کی زندگی میں اور ان کی رحلت کے بعد بھی ان کی مخالفت کرتے رہے۔ ایوب صابر ان الزام تراشیوں کا توڑ کرتے ہوئے، قائداعظمؒ کو بھرپور خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ مقطعے میں ہندوستان اور کشمیر کے مسلمانوں پر بھارتی ظلم و جبر کی پیش بینی ہے۔ بحیثیتِ مجموعی پوری غزل میں قومی تاریخ، قومی احساس، درست ردِعمل، قائداعظمؒ کو خراج تحسین سبھی موضوعات پاکستانیت کا مظہر ہیں۔ اس غزل کو تحریک پاکستان کے پس منظر میں دیکھا جانا چاہیے۔

میں سوچتا ہوں کہ اپنے خدا سے کیا مانگوں
میں چاہتا ہوں کہ اس سے نہ ماسوا مانگوں
عمل کے ساتھ خلوصِ عمل میسر ہو
سزا کا خوف نہ ہو اور نہ میں جزا مانگوں
مری شکست مرے دشمنوں کی ناکامی
مرا خیال ہے میں ایک کربلا مانگوں
میرا ضمیر تری کائنات کا حاصل
میں اس سے قیمتی شے اور تجھ سے کیا مانگوں
مدار اپنا بہرحال اک دعا پر ہے
مگر یہ بات کہ دل سے کبھی دعا مانگوں

نہیں ہے تیری محبت کی انتہا کوئی
مگر میں تیری محبت کی انتہا مانگوں(۵)

پوری غزل راست فکری کا مظہر ہے۔ دوسرے شعر کا تناظر اقبال کا حسبِ ذیل شعر ہے:

جس کا عمل ہو بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گزر ، بادہ و جام سے گزر

مقطعے کا ماخذ اقبال کا درج ذیل شعر ہے:

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

اثر دُعا میں رہا ہے نہ اب دواؤں میں
بٹا ہوا ہے مرا جسم دو خداؤں میں
یہ کس مقام پہ پہنچا ہے کاروانِ وفا
ہے ایک زہر سا پھیلا ہوا فضاؤں میں
نشانِ راہ کی رکھتے تو ہیں خبر لیکن
زباں پہ تالے ہیں اور بیڑیاں ہیں پاؤں میں
سرِ نیاز بھی اپنا کبھی نہ خم ہوگا
جھلک غرور کی ہے آپ کی اداؤں میں
پھرے ہیں مدتوں انسان کی تلاش میں ہم
وہ شہر میں نظر آیا ہمیں نہ گاؤں میں
زمیں سے تابفلک ہر طرف تعفّن ہے
گلوں کی بو کا پتا کیا چلے ہواؤں میں
سماعتوں کے لیے خوشگوار کیوں کر ہو
صداقتوں کا بیاں ہے مری نواؤں میں(۶)

عرصے تک عالمِ اسلام اشتراکی اور سرمایہ دارانہ بلاک میں بٹا ہوا تھا۔ مطلع میں اشارہ اسی طرف

ہے۔ غزل کے دوسرے شعر میں قیامِ پاکستان کے بعد پیش آنے والے تلخ حالات و واقعات کی عکاسی ہے۔ اپنے نظریے سے انحراف کر کے پاکستان فکری انتشار میں مبتلا ہوا۔ ہمارے ملک میں اچھی قیادت کا فقدان رہا ہے۔ عقابوں کے نشیمن پر زاغ قابض رہے ہیں۔ آپ ایسے تعفن زدہ ماحول سے پاکستانی معاشرے کو بچانا چاہتے ہیں اور مردوں کو مردانِ کار بن کر کشمکش انقلاب میں شرکت پر آمادہ کرتے ہیں۔ پوری غزل میں کارآمد نکات فنی پختگی کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔

سوال یہ تو نہیں ہے کہ درد کیا شے ہے
کہو کہ چہرۂ انور پہ زرد کیا شے ہے
خلا نورد تو خطرات سے اُلجھتا ہے
کوئی بتاؤ کہ صحرا نورد کیا شے ہے
جہاں میں کشمکشِ انقلاب برپا ہے
جو معرکے میں نہیں ہے وہ مرد کیا شے ہے
معاشرے پہ توجہ بہت رہی ورنہ
تجھے ضرور بتاتے کہ فرد کیا شے ہے
اکھاڑ پھینکے ہیں میں نے پہاڑ نفرت کے
مری نظر میں کدورت کی گرد کیا شے ہے
مرے عزیز سے یہ پوچھنا کبھی صابر
کہ اس کے پہلو میں وہ سرد سرد کیا شے ہے (۷)

مندرجہ بالا غزلیں جو "ادبستانِ ہزارہ" سے پیش کی گئی ہیں، ان سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ پروفیسر ایوب صابر نے عمدہ شاعری کی ہے۔ آپ کی شعر گوئی پر حافظ بشیر احمد نے حسب ذیل رائے ظاہر کی ہے:

> "پروفیسر ایوب صابر، صاحب قرطاس و قلم ہیں۔ آپ نظم و نثر دونوں میدانوں کے شہسوار ہیں لیکن نہایت کم گو ہیں۔ آپ کا فکر بلند اور تجربہ وسیع ہے جو کہ کلام سے عیاں ہوتا ہے یعنی معیاری اور سلجھی ہوئی شاعری کرتے ہیں۔ صاف سادہ انداز سے مشکل بات کی وضاحت کر جاتے ہیں۔ خواہ نظم کا میدان ہو یا نثر کا حقیقت پسندی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔"(۸)

پروفیسر ایوب صابر نے غزلوں کی طرح نظمیں بھی لکھی ہیں۔ تاہم زمانہ طالب علمی کی طرح زمانہ تدریس میں بھی، آپ نے کچھ زیادہ شاعری نہیں کی۔ اس دور میں بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح پر لکھی گئی ایک نظم حسب ذیل ہے:

مسلماں ہند کے جب منتشر تھے
رہ و رسمِ وفا سے بے خبر تھے
قدم اٹھا نہ کوئی سوئے منزل
اگرچہ سیکڑوں یاں راہبر تھے

پرویا رشتۂ وحدت میں جس نے
سبق تنظیم کا جس نے سکھایا
بھرا دامن یقین کے موتیوں سے
ہمارا قائداعظم وہی تھا

ارادہ اس کا مثلِ کوہِ آہن
قدم اس کے رواں مانندِ اختر
ذہانت آسماں کی بجلیوں سی
قیادت میں رسولوں کی ڈگر پر

توانائی تھی شخصیت کی ایسی
کہ دشمن ذہن پسپا ہوگیا تھا
جسے سمجھا گیا تھا خوابِ مجنوں
وہ پاکستاں حقیقت بن کے ابھرا

پیش نظر نظم میں جناب ایوب صابر نے بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی ذہانت، پرخلوص قیادت اور سچی لگن کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔ پروفیسر ایوب صابر اپنی غزلوں اور نظموں میں اپنا ایک الگ اسلوب بنانے میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ روایتی مضامین اور ستم زدگی کی جگہ آپ نے اخلاقی اور فکری مضامین، فنی ضبط کے ساتھ پیش کیے ہیں۔ کالج کے زمانہ تدریس میں پروفیسر ایوب صابر کا واسطہ حاسدین کے ساتھ بھی رہا۔ آپ کی غزلوں کے متعدد اشعار اس تناظر میں ملتے ہیں۔ چند

شعر دوبارہ نقل کیے جاتے ہیں:

یہ مری سوچ کہ ان کو نہ کوئی دکھ پہنچے
ہزار فتنہ مگر دوستوں کے سر میں ہے
میں بھی اس سے دوستی کر کے دلاؔ زردہ ہوا
دشمنی جو اس نے کی وہ اس کو بھی مہنگی پڑی
دوستوں اور حاسدوں میں فرق اب کچھ بھی نہیں
ہم نشینوں میں ذرا سی برتری مہنگی پڑی

آخر میں جناب ایوب صابر کی ایک "نعت" درج کی جاتی ہے:

مرا نصیب کہ سویا ہوا تھا جاگا ہے
دل و نگاہ نے گویا خزانہ پایا ہے
رسُولِ پاکؐ کی تعریف کا ارادہ ہے
یہ کام وہ ہے جسے خود خدا بھی کرتا ہے
تری صفات احاطے میں آ نہیں سکتیں
ہے کائنات میں پھیلی ہوئی تری رحمت
تری مثال کسی عہد میں نہیں ملتی
جہان بھر میں ہے ممتاز تیری شخصیت
تری حیات کا ایک ایک نقش زندہ ہے
اس اعتبار سے سے تیرا پیام ہے یکتا
ہر ایک اپنے پرائے نے اس کو مانا ہے
کہ "الکتاب" کا اک لفظ بھی نہیں بدلا
یہ بات اہل نظر سے نہیں ہے پوشیدہ
خدا کو خلق خدا نے ہے کیسے پہچانا
وہی ہے قادر مطلق وہی علیم و خبیر
یہ نکتہ پوری وضاحت سے فاش تُو نے کیا

ملی ہے تیری عنایت سے روشنی ایسی
کوئی ہے اچھا تو اچھا دکھائی دیتا ہے
مقام تیرے صحابہؓ کا نوعِ انساں میں
تمام نسلوں سے اونچا دکھائی دیتا ہے

تو کس مقام پہ فائز ہے کون جانتا ہے
ترے مقام سے واقف ہے ربِّ الاعلیٰ
ہے فلسفی کے لیے نور گردِ راہ تیری
ہے تاجور کے لیے فخر نقشِ پا تیرا

یہی ہے علم کا حاصل یہی ہے نکتۂ فکر
فقط خُدا کا نبی باعثِ حصولِ خُدا
ہے ذہن صرف رہینِ پیمبرِ آخر
دل و نگاہ کا مقصود ہے رسولِ خُدا

پروفیسر ایوب صابر حساس انسان ہیں۔ ان کے اشعار میں، ان کے سچے جذبات و احساسات اور خیالات کی ترجمانی ملتی ہے۔ آپ زندگی کی حقیقتوں کا گہرا ادراک رکھتے ہیں۔ آپ کی غزلوں میں زندگی کے حقائق، انسانی رویوں کی عکاسی، تلخ و شیریں تجربات کا اظہار، انسان کی بے چہرگی، سیاسی اور سماجی صورت حال کی ترجمانی اور حقیقت پسندی کا عنصر واضح دکھائی دیتا ہے۔

جناب ایوب صابر کی شاعری کا سلسلہ ۱۹۵۸ء سے شروع ہوا اور اسی کی دہائی تک گاہے گاہے چلتا رہا لیکن آپ کا زیادہ رجحان نثر کی طرف تھا۔ اسی کی دہائی میں شاعری ترک ہوگئی۔ بقول آپ کے:

> ''رفتہ رفتہ شاعری ترک ہوگئی اور نثر ہی علمی، ادبی و لسانی اور بطورِ خاص اقبالیاتی تحقیق کا ذریعۂ اظہار بنی۔''(۹)

نفاذ اُردو کی تحریک میں شرکت

پروفیسر ایوب صابر کا شمار ان مقتدر علمی و ادبی شخصیات میں ہوتا ہے جو زندگی بھر اُردو زبان و ادب کے فروغ اور وطنِ عزیز میں عملاً اس کے نفاذ کے لیے سرگرم رہیں۔ آپ نے ہزارہ میں اُردو زبان کے

فروغ کے لیے اپنی مساعی جمیلہ سے متعدد پلیٹ فارم تشکیل دیے اور اپنی تدریسی و تحقیقی مصروفیات کے باوجود یہاں کی ادبی، فکری اور ملی تنظیموں کے ذریعے قومی زبان کی ترقی و ترویج اور اشاعت کے لیے کام کیا۔ اُردو زبان سے آپ کے والہانہ لگاؤ کا اندازہ ممتاز شاعر و ادیب جناب سلطان سکون کے اس قول سے بخوبی کیا جا سکتا ہے:

> ''ڈاکٹر ایوب صابر اس مقولہ کے نہ صرف قائل تھے بلکہ عامل اور پابند بھی تھے: ''اُردو بولو، اُردو پڑھو، اُردو لکھو'' اگر چہ ڈاکٹر صاحب کی مادری زبان ہندکو تھی مگر میں نے آپ کو اردو زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں گفتگو کرتے نہیں سنا۔''(۱۰)

آپ نہ صرف علاقائی طور پر بلکہ قومی سطح پر بھی اُردو زبان و ادب کے فروغ کے سلسلے میں چلنے والی تحریکوں اور کانفرنسوں میں شرکت کرتے رہے۔ نفاذ اُردو کے سلسلے میں ڈاکٹر سید عبداللہ نے، ستر کی دہائی میں، ایک زوردار مہم چلائی۔ انھوں نے اس سلسلے میں متعدد کانفرنسوں کا اہتمام کیا۔ پروفیسر ایوب صابر نے ہر کانفرنس میں شرکت کی۔

ڈاکٹر ایوب صابر کا علمی و فکری سفر شاندار کامیابیوں سے عبارت ہے۔ آپ نے کئی حیثیتوں سے اُردو زبان و ادب کی خدمات انجام دی ہیں۔ تدریسی سرگرمیوں کے علاوہ آپ مقتدرہ قومی زبان اور اقبال اکادمی پاکستان کے بورڈ آف گورنرز کے رکن رہے ہیں۔ خطۂ ہزارہ میں جس طرح علم و ادب کی شمع جلائی، اسی طرح اسلام آباد میں بھی قومی زبان کے فروغ کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔

زبان جہاں انسان کی انفرادی زندگی میں اہمیت رکھتی ہے، وہیں اجتماعی اور معاشرتی حوالے سے بھی اس کی بنیادی حیثیت ہے۔ اُردو زبان کی ضرورت و اہمیت کے پیشِ نظر پروفیسر ایوب صابر کا زاویۂ نظر ابتدا ہی سے واضح رہا ہے۔ آپ کے نزدیک اُردو اپنے اندر اتنی وسعت رکھتی ہے کہ اسے بطور ذریعۂ تعلیم، بطور دفتری زبان، سائنس، قانون، صحت، تہذیب و تمدن، معیشت اور معاشرت ہر شعبۂ حیات میں نافذ کیا جا سکتا ہے۔ آپ کے نزدیک قومی مقاصد کے لیے اُردو زبان کو نظر انداز کرنا، قومی سطح پر غلامی کی علامت ہے۔ چناں چہ قومی زبان کا نفاذ قومی مقاصد کے لیے از حد ضروری ہے۔ اس ضمن میں آپ لکھتے ہیں:

> ''قومی مقاصد کے لیے قومی زبان کو نظر انداز کرنا ایک سوالیہ نشان ہے۔

پاکستان کے دستور میں اُردو کو تعلیمی و دفتری زبان بنانے کے لیے پندرہ برس
کی مدت رکھی گئی تھی۔ یہ مدت ۱۹۸۸ء میں پوری ہوئی لیکن اُردو کو سرکاری
حیثیت نہ ملی۔ انگریزی کا سکّہ بدستور چل رہا ہے۔ یہاں تک کہ مقابلے کے
امتحان بھی انگریزی میں ہو رہے ہیں۔ انگریزی کی پشت پر برطانیہ اور
امریکہ اور اندر وہ بالادست طبقہ ہے جس نے مغرب کو خداوند بنایا ہوا
ہے۔'' (11)

پروفیسر ایوب صابر نے اُردو زبان و ادب کے فروغ اور ترقی و ترویج کے لیے عملاً جدوجہد کے
ساتھ ساتھ تحریری صورت میں بھی قابلِ قدر کام کیا ہے جو اُردو زبان و ادب کے لسانی و ادبی سرمائے میں
وقیع اضافہ ہے۔ اس سلسلے کی، آپ کی، کتابیں حسبِ ذیل ہیں:

آزاد کشمیر میں نفاذِ اُردو

پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے

ادبستانِ ہزارہ

انتخابِ خطوطِ غالب

''اُردو کی ابتدا کے بارے میں محققین کے نظریات'' کا توسیع شدہ ایڈیشن ''اُردو زبان کا آغاز''
کے نام سے شائع ہوا ہے۔

ذیل میں ان تصانیف کا تعارف پیش کیا جاتا ہے:

آزاد کشمیر میں نفاذِ اُردو

''آزاد کشمیر میں نفاذِ اُردو'' پروفیسر ایوب صابر کی پہلی تصنیف ہے، جسے مقتدرہ قومی زبان، اسلام
آباد نے شائع کیا۔ اس مختصر کتاب میں آپ نے آزاد کشمیر میں نفاذِ اُردو کی روداد لکھی ہے۔ مظفرآباد جا
کر متعلقہ فائلوں سے استفادہ کر کے آپ نے یہ روداد * کی ہے۔ نفاذِ اُردو کے سلسلے میں جو مشکلات
تھیں، ان کا ذکر کیا ہے۔ جو رکاوٹیں تھیں انھیں دور کرنے کے ضمن میں عبدالحمید خان اور سردار عبدالقیوم
کے کردار پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کتابچے میں مصنف نے آزاد کشمیر میں نفاذِ اُردو کے فیصلے پر عمل درآمد
کے سلسلے میں جو مشکلات پیش آئیں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

۱۔ اُردو ٹائپ مشینوں، ٹائپسٹوں اور مختصر نویسوں کی عدم موجودگی ایک بڑا مسئلہ تھا۔ حسب ہدایت بال پین سے خط کتابت شروع کی گئی۔ نقول تیار کرنے کے لیے کاربن پیپر سے کام لیا گیا لیکن کاربن پیپر والی نقول اکثر صاف طور پر پڑھی نہیں جا سکتی تھیں۔ جس پر قابو پانے کے لیے کوشش کی گئی اور کام چلا لیا گیا۔ رفتہ رفتہ اُردو ٹائپ مشینیں مہیا ہوتی چلی گئیں۔ تربیت یافتہ عملے کی تعداد بڑھتی گئی اور آج آزاد کشمیر میں اس طرح کا کوئی مسئلہ نہیں۔ کیفیت نویسی سے لے کر مراسلت تک تمام کام بطریق احسن اُردو میں ہو رہا ہے۔

۲۔ دوسری مشکل دفتری اصطلاحات کی تھی۔ سرکاری ہدایت کے مطابق جہاں کہیں موزوں اُردو اصطلاحات کے تعین میں دشواری پیش آتی انگریزی مروجہ اصطلاحات بلاتکلف استعمال ہوتیں۔ ایک مجلس اصطلاحات قائم کی گئی جس نے حکومت کے عہدوں اور محکموں کے لیے اُردو مترادفات کی منظوری دی۔ ان مترادف اصطلاحات کو ۴؍جون ۱۹۸۴ء کے ایک حکم نامے کے ذریعے نافذ کیا گیا۔ آزاد کشمیر کے اکثر اہم دفاتر میں مجلس زبان دفتری حکومت پنجاب کی مرتب کردہ "دفتری اصطلاحات و محاورات" کی لغت موجود ہے لیکن اب اس سے استفادہ کرنے کی نوبت بہت کم پیش آتی ہے اور روزمرّہ کا کام بغیر کسی رکاوٹ کے خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا جا رہا ہے۔

۳۔ نفاذِ اُردو کے سلسلے میں تیسری اور واحد بڑی مشکل بعض افسروں کا منفی رویہ تھا۔ متعدد افسران نفاذِ اُردو کے فیصلے کے دس برس بعد تک اس حکم کی خلاف ورزی کرتے رہے لیکن آزاد کشمیر کی بعض حکومتوں نے اس پر سختی سے عمل درآمد کرانے کی کوشش کی۔ غیر جریدہ ملازمین، انجمن ترقی اُردو اور عوام کی طرف سے بھی محاسبہ ہوتا رہا چناں چہ ان کی مزاحمت کمزور پڑتی گئی اور رفتہ رفتہ تمام دفتری کام اُردو میں ہونے لگا۔"

پروفیسر ایوب صابر کی یہ تصنیف پاکستان میں اُردو زبان کے نفاذ کے سلسلے میں مختلف تاویلیں پیش کرنے والی بیوروکریسی اور رکاوٹیں پیدا کرنے والے دیگر عناصر کو درست سمت دکھاتی ہے۔ مصنف کے نزدیک پاکستان میں ترقی و تعمیر، دفتری کام کا اعلیٰ معیار اور بہترین قیادت کا میسر ہونا اُردو کی بدولت زیادہ سہل ہے۔

پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے

''پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے'' پروفیسر ایوب صابر کا منفرد اور منضبط و منظم تحقیقی کام ہے، جسے مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد نے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔ دراصل مقتدرہ کے پیشِ نظر پاکستان میں اُردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے لیے مختلف اداروں کے کردار، متعدد سطحوں پر فروغِ اُردو کے لیے کی جانے والی کوششوں اور پیش رفت کا جائزہ لینا اور اسے مرتب کرنے کا منصوبہ تھا؛ چناں چہ مقتدرہ نے یہ منصوبہ پروفیسر ایوب صابر کے سپرد کیا۔ جنھوں نے ''پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے'' کے زیرِ عنوان ملک میں قائم شدہ ایسے اداروں کا ایک تاریخی اور تحقیقی جائزہ مرتب کیا جو ترقی اُردو کے حوالے سے کسی نہ کسی عنوان کے تحت اُردو کی خدمت میں مصروف ہیں اور ان کی مختلف النوع سرگرمیوں، خصوصاً تصنیفی اور تالیفی اور اشاعتی کاوشوں نے اُردو زبان کو باثروت بنایا ہے۔

زیرِ بحث کتاب چار ابواب اور دو ضمیموں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں ''ترقی اُردو کے بنیادی ادارے'' کے زیرِ عنوان اٹھارہ بنیادی اداروں کا ذکر ہے۔ ان میں انجمن ترقی اُردو پاکستان، ادارۂ معارفِ اسلامیہ، اُردو ڈکشنری بورڈ، مجلسِ ترقی ادب، اُردو سائنس بورڈ، شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، شعبۂ تاریخِ ادبیات، جامعہ پنجاب، مجلسِ وضعِ اصطلاحات: جنرل ہیڈ کوارٹرز، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد، اکادمی ادبیاتِ پاکستان، مقتدرہ قومی زبان اور کئی دوسرے ادارے شامل ہیں۔

''ترقی اُردو کے بعض اہم ادارے'' کے عنوان کے تحت، دوسرے باب میں، بیس اداروں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان میں انجمنِ حمایتِ اسلام، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، اقبال اکادمی پاکستان، بزمِ اقبال آل پاکستان، ایجوکیشنل کانفرنس، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ادارۂ یادگارِ غالب، نیشنل بک فاؤنڈیشن، قومی ادارہ برائے تاریخی و ثقافتی تحقیق، قائدِ اعظم اکیڈمی اور انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز وغیرہ شامل ہیں۔

باب سوم میں اُردو کے بعض متفرق اداروں کا ذکر ہے۔ ان میں پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، سندھ ادبی بورڈ، پشتو اکیڈمی، پنجابی ادبی اکیڈمی، ادارۂ سندھیات، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، قومی طبی کونسل اور کئی دوسرے ادارے شامل ہیں۔

باب چہارم میں صوبائی/ ریاستی حکومتیں، وفاقی وزارتوں اور ڈویژنوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان میں مجلسِ زبانِ دفتری: حکومتِ پاکستان، حکومتِ آزاد کشمیر، وزارتِ اطلاعات و نشریات، وزارتِ تعلیم

اور کابینہ ڈویژن سمیت آٹھ اداروں کا احاطہ کیا گیا ہے۔
ضمیمہ اوّل میں ہر ادارے کی مطبوعات کی فہرستیں ہیں۔ ضمیمہ دوم میں شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ کے سلسلۂ درسیہ کی فہرست دی گئی ہے۔
اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

> ''پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے'' اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح سرکاری اور نجی اداروں کی ایک بڑی تعداد مختلف شعبوں کے حوالے سے اُردو زبان وادب کی ترقی میں مقدور بھر کوشاں ہے اور ان کے ذریعے اُردو میں علم وتحقیق کے مختلف شعبوں میں اُردو کتابوں کا نہایت عظیم الشان ذخیرہ وجود میں آ چکا ہے جس کی موجودگی میں اُردو ہر اعتبار سے ایک باثروت زبان کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ یہ ادارے اور ان کی کاوشیں ہماری ملی وقومی تاریخ کا حصہ ہیں۔ ترقی اُردو کے سلسلے میں ان کارگزاریوں کا ضبطِ تحریر میں لانا ملی اور علمی تقاضوں کی تکمیل کے مترادف ہے۔..... مرتب (پروفیسر ایوب صابر) نے اس کتاب کے لیے مواد فراہم کرنے میں خاصی تگ و دو کی ہے اور اس کی ترتیب میں عمدہ تالیفی ذوق کا ثبوت دیا ہے۔ زبان وادب اور پاکستان کی عمومی ملی تاریخ کے لیے یہ کتاب بہر حال مددگار اور معاون ثابت ہوگی۔''(۱۲)

زیرِ نظر کتاب میں جو ریکارڈ یکجا کیا گیا ہے، وہ اُردو زبان وادب پر کام کرنے والے افراد اور اداروں کے لیے ایک بنیاد مہیا کرتا ہے۔ ان بنیادی معلومات کی مدد سے مستقبل کے لیے منصوبہ بندی میں مدد مل سکتی ہے۔ متذکرہ اداروں میں اکثر کے قیام کو آدھی صدی ہونے کو ہے۔ اس عرصے میں ان کی کارکردگی کی روشنی میں اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کہاں اور کن گوشوں میں کمیاں اور کوتاہیاں موجود ہیں جو خاطر خواہ نتائج کے بروئے کار لانے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ اس طرح پروفیسر ایوب صابر کے جمع کیے ہوئے حقائق اور اعداد وشمار، محبانِ اُردو کے لیے خود احتسابی کا موقع بھی فراہم کرتے ہیں۔
زیرِ تبصرہ کتاب میں اختصار کے باوجود بڑی حد تک، اُردو زبان کے تقریباً تمام ترقیاتی اداروں پر علمی، ادبی، فکری اور اشاعتی حوالوں سے مستند تاریخی معلومات ملتی ہیں جن سے قارئین اُردو زبان وادب

بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب پروفیسر ایوب صابر کا قابل قدر تحقیقی کارنامہ ہے۔ یہ کتاب اکثر جامعات کی نصابی ضرورت ہے لیکن نایاب ہے۔ اس میں ۳۵ سال کی پیش رفت پیش شامل کر کے نیا ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کے لیے اب یہ کام اپنے ہاتھ میں لینا بوجوہ مشکل ہے لیکن قابلِ اطمینان بات یہ ہے کہ ادارۂ فروغ قومی زبان (مقتدرہ قومی زبان) کے ڈاکٹر راشد حمید اس طرف توجہ دے رہے ہیں۔

ادبستانِ ہزارہ

''ادبستانِ ہزارہ'' ہزارہ کے غزل گو شعرا کا تذکرہ ہے۔ ادبی لحاظ سے خطۂ ہزارہ بڑا زرخیز واقع ہوا ہے۔ ہزارہ میں غزل کی مضبوط روایت موجود ہے بلکہ اس خطے کا اصل جوہر، تنوع، غزل ہی میں نمایاں طور پر ظاہر ہوا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''ادبستانِ ہزارہ'' اس تنوع اور رنگا رنگی کا عکس پیش کرتی ہے۔

پیشِ نظر کتاب سنجیدہ علمی کام سمجھ کر مرتب کی گئی ہے۔ یہ ہزارہ کے غزل گو شعرا کا پہلا مبسوط تذکرہ ہے جسے پروفیسر ایوب صابر کا ایک اور قابل قدر ادبی کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت سے غزل کی حد تک ہزارہ کی ادبی تاریخ محفوظ ہو گئی ہے۔ زیرِ بحث کتاب میں ۳۲۴ صفحات پر ۱۲۱ شعرا کا تعارف، شائع شدہ تصانیف اور اہم جہات پر مختصر تبصرہ اور نمونہ کلام مع تصاویر پیش کیا گیا ہے جبکہ ۳۸ شعرائے غزل کا نمونہ کلام ضمیمے میں ہے۔

''ادبستانِ ہزارہ'' کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب میں جناب ایوب صابر نے ہزارہ کے غزل گو شعرا کی غزلوں کا بہترین انتخاب شامل کیا ہے۔ نمونہ کلام اور کوائف کے سلسلے میں تحقیقی لگن اور باریک بینی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں آپ نے لکھا ہے:

> ''یہ کتاب سنجیدہ علمی کام سمجھ کر مرتب کی گئی ہے۔ اس پر کئی برس صرف ہوئے ہیں۔ بیشتر کلام اور کوائف براہِ راست حاصل کیے گئے ہیں۔'' (۱۳)

''ادبستانِ ہزارہ'' میں شامل ساری غزلیں ہی اُردو غزل کا بھرپور نقش سامنے لاتی ہیں۔ اس کتاب کی اہمیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس کا ایک ایڈیشن دہلی سے ''پاکستانی شاعری: ایبٹ آباد کے غزل گو شعرا'' کے نام سے ایک ہندو ادیب نریندر ناتھ سوز نے انٹرنیشنل اُردو پبلی کیشنز کے زیرِ اہتمام ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔

خطۂ ہزارہ میں بیسویں صدی کے اوائل میں اُردو غزل کے اولین معماروں میں میر ولی اللہ، پروفیسر صغیر احمد جان دہلوی اور ان کے شاگردوں کا بڑا ہاتھ ہے، جنھوں نے اس خطے میں غزل کا بیج بونے میں گراں قدر کوششیں کیں۔ ۸۰ء کی دہائی تک ہزارہ میں غزل ایک مضبوط شجر کا روپ دھار چکی تھی اور یہاں کے شعرائے غزل جن میں قتیل شفائی، حفیظ اثر، قیوم شاکر، سلطان سکون، آصف ثاقب، ریاض ساغر، نیاز سواتی، طالب انصاری اور ابرار سالک شامل ہیں، اپنا الگ اسلوب بنانے میں کامیاب ہو چکے تھے جبکہ متعدد دیگر شعرا کا کلام بھی مؤقر ادبی رسائل و جرائد کی زینت بن رہا تھا۔ اشاعتی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے کئی اچھے شعرا کا کلام قصۂ پارینہ بنتا جا رہا تھا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ایوب صابر ادبستانِ ہزارہ کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ''ایک مدّت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ شعرائے ہزارہ کا کلام مرتب کیا جائے۔ اکثر شعرا کا کلام کتابی صورت میں شائع نہیں ہو پاتا اور رفتہ رفتہ وقت کے غبار میں گم ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہاں ایک سے ایک اچھا شاعر موجود ہے۔ نئے شعرا نئے لہجوں کے ساتھ اُبھر رہے ہیں۔ مضامین اور اسالیب کی ندرت قابلِ فخر سرمایہ ہے۔ اس سرمائے کو محفوظ بھی ہونا چاہیے تھا اور عام بھی۔ ادبستانِ ہزارہ کی شکل میں یہ ضرورت بڑی حد تک پوری ہو گئی ہے۔''

کتاب کی ترتیب میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ جو شاعر پہلے فوت ہوا ہے، اُسے پہلے رکھا گیا ہے، جبکہ زندہ شعرا میں ترتیب کا اصول اس طرح ہے کہ جو شاعر پہلے پیدا ہوا ہے اُسے پہلے شامل کیا گیا ہے۔ ضمیمے میں اس اصول کی پابندی بقول مؤلف اندازے سے کی گئی ہے۔ ''ادبستانِ ہزارہ'' کے دیباچے میں آپ نے ہزارہ کی ادبی تنظیموں اور اس خطے میں اُردو غزل کی روایت پر بھی اجمالاً روشنی ڈالی ہے۔ اس سے ہزارہ میں اُردو غزل کے ارتقا اور یہاں کی ادبی سرگرمیوں سے متعلق کافی معلومات ملتی ہیں۔ دراصل یہ کتاب ہزارہ کے نامور شعرا کا ایک عکس ہے جس میں مایۂ ناز شعرائے کرام کی جھلک آج بھی تابناک ہے۔

بقول نیاز سواتی:

> ''ادبستانِ ہزارہ اس لحاظ سے بھی اہمیت رکھتی ہے کہ اس میں بیشتر شعرا کا کلام محفوظ کر دیا گیا ہے اور دوسرے یہ کہ اس کتاب کے مطالعے سے یہاں کے شعرا

کے رنگِ تغزل کا انداز ہوتا ہے اور تیسرے یہ کہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے ٹھوس بنیادی فراہم ہوئی ہے۔"(۱۴)

مختصر یہ ہے کہ پروفیسر ایوب صابر کی یہ کتاب ہزارہ کی ادبی تاریخ میں بنیاد کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کتاب میں شامل کئی ایک شعرا ایسے ہیں جنھوں نے اُردو غزل میں خوب نام کمایا ہے۔ اس کتاب کے توسط سے کئی گم نام اہلِ قلم، ہزارہ کی داستانِ غزل کا حصہ بن کر منظرِ عام پر آ گئے ہیں۔

انتخابِ خطوطِ غالب

"انتخابِ خطوطِ غالب" پروفیسر ایوب صابر کی مرتبہ نہایت اہم تالیف ہے، جو جامعات اور کالجوں کے طلبہ و اساتذہ کی ضرورت ہے۔ اس کتاب میں غالب کے منتخب خطوط مع تعلیقات و حواشی، مکتوب الیہم کے تعارف، مبسوط دیباچے اور ۲۵ صفحات پر مشتمل ایک عمدہ جامع مضمون بہ عنوان "خطوطِ غالب: ایک مطالعہ" شامل ہیں، مذکورہ مطالعے میں خطوطِ غالب کے معنوی و فنی محاسن اور جدید اُردو نثر کے آغاز کے سلسلے میں غالب کی مکتوب نگاری پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ اب تک خطوطِ غالب سے متعلق شائع شدہ تصانیف میں، یہ کتاب کئی حوالوں سے اہمیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں شامل تمام خطوط کی ترتیب تاریخی ہے۔ متن کی درستی کے لیے خطوطِ غالب سے متعلق تمام اہم کتابوں خصوصاً ڈاکٹر خلیق انجم کے نسخے "غالب کے خطوط" کے متن سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے دیباچے میں خطوطِ غالب کے بنیادی مجموعوں، ان کے مرتبین، انتخابِ خطوطِ غالب کے مؤلفین اور ان کی کوششوں کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ "انتخابِ خطوطِ غالب" میں پروفیسر ایوب صابر کا مضمون "خطوطِ غالب: ایک مطالعہ" خاصے کی چیز ہے۔ اس مضمون میں خطوطِ غالب پر تفصیلی تبصرے کے بعد، ابوالکلام آزاد کی "غبارِ خاطر" اور اقبال کے خطوط کے ساتھ، خطوطِ غالب کے مختصر تقابلی جائزے کے ذریعے، خطوطِ غالب کی اُردو نثر میں ادبی حیثیت اور مقام و مرتبہ کا تعین بھی کیا گیا ہے۔ اس کتاب سے اُردو ادب کا ہر قاری استفادہ کر سکتا ہے، اور غالب کی شخصیت، اُس کے عہد کے تاریخی واقعات اور سماجی تحرکات کو جان سکتا ہے۔ اس ضمن میں پروفیسر ایوب صابر لکھتے ہیں:

"خطوطِ غالب کے مرتبین کی ایک خواہش یہ رہی ہے کہ ان خطوط کو تاریخی

ترتیب سے مرتب کیا جائے چناں چہ ڈاکٹر خلیق انجم نے لکھا ہے کہ مولوی مہیش پرشاد، آفاق دہلوی اور مولانا غلام رسول مہر کی طرح انھوں نے بھی تمام خطوط تاریخ وار ترتیب دیے ہیں۔ مہر کی پیروی میں غلام حسین ذوالفقار نے بھی تاریخی ترتیب برقرار رکھی لیکن ان صاحبان نے مکتوب الیہم کے حوالے سے ایسا کیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں حقیقی تاریخی ترتیب کا اہتمام کیا گیا ہے۔ غالب نے جو خط پہلے لکھا اسے پہلے اور جو بعد میں لکھا اُسے بعد میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ تاریخی ترتیب خود غالب کے حوالے سے ہے، مکتوب الیہ خواہ کوئی ہو۔ اس طرح غالب کے دورِ آخر کی سوانح اور اس دور کی سیاسی اور سماجی تبدیلیاں، تاریخی ارتقا کے ساتھ سامنے آتی ہیں۔"(۱۵)

"انتخاب خطوطِ غالب" کا پہلا ایڈیشن طلبا کی نصابی ضرورت پوری کرنے کے لیے۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔ بقول مؤلف اگر چہ یہ انتخاب جامعہ پشاور کی ایم اے کی نصابی ضرورت کے تحت مرتب کیا گیا لیکن اس کی افادیت جامعہ پشاور کے طلبہ تک محدود نہیں ہے، دوسری جامعات کے طلبہ تک بھی محدود نہیں ہے۔ سچ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو صحیح اُردو سیکھنے کا خواہش مند ہے اس کے لیے یہ مجموعہ کارآمد ہے۔

پروفیسر ایوب صابر کے پیشِ نظر پرائیویٹ طلبہ اور نوجوان اساتذہ بھی تھے۔ پرائیویٹ طلبہ نصابی کتب میں حواشی و تعلیقات نہ ہونے کے باعث گائیڈوں اور شرحوں پر انحصار کرتے ہیں۔ باقاعدہ طلبہ اور نوجوان اساتذہ کو بھی مشکلات پیش آتی ہیں اور اس وجہ سے وہ لغات کا رُخ کرتے ہیں مگر یہ معلومات لغات میں نہیں ہوتیں۔ ان معلومات کو سامنے لانے کے لیے پروفیسر ایوب صابر نے "مکاتیبِ غالب" از مولانا امتیاز عرشی، "اُردوئے معلیٰ اور عودِ ہندی" مرتبہ مرتضےٰ حسین فاضل، "خطوطِ غالب" از مولانا غلام رسول مہر، اور "غالب کے خطوط" از ڈاکٹر خلیق انجم کے علاوہ "بزمِ غالب" مرتبہ عبدالرؤف عروج سے استفادہ کیا ہے۔ یوں یہ کتاب تحقیقی حسن کا نمونہ بن گئی ہے۔

"انتخابِ خطوطِ غالب" پہلی مرتبہ ۱۹۹۳ء میں، سرحد اُردو اکیڈمی کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی تھی۔ دوسری مرتبہ بیت الحکمت لاہور نے اسے ۲۰۰۴ء میں شائع کیا۔ تیسرا ایڈیشن، زیادہ اہتمام اور عمدگی کے ساتھ، ۲۰۱۸ء میں، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد نے شائع کیا۔ فاؤنڈیشن کے اس وقت کے سربراہ ڈاکٹر انعام الحق جاوید لکھتے ہیں:

"کافی عرصے سے میری خواہش تھی کہ یونیورسٹیوں اور کالج کے طلبہ کے لیے
غالب کے خطوط کا ایک مجموعہ تیار کیا جائے۔ جس میں غالب کے وہ تمام اہم خط
مع تحلیقات و حواشی مع ایک عدد مبسوط دیباچے کے شامل ہوں جو مختلف
نصابات میں پڑھائے جاتے ہیں۔ الحمدللہ نامور اسکالر اور مصنف پروفیسر ڈاکٹر
ایوب صابر نے اس کام میں معاونت کی اور اب یہ کتاب "انتخابِ خطوطِ
غالب" آپ کے ہاتھوں میں ہے.......... جس طرح پروفیسر حمید اللہ ہاشمی کی
کتاب "منتخب کلامِ غالب" میں شرح کے باعث طلبہ مشکل الفاظ کے معانی
سے کماحقہٗ فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ اسی طرح اُمید ہے پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر
کی تیار کردہ اس کتاب "انتخابِ خطوطِ غالب: مکتوب الیہم کے تعارف، حواشی
اور حوالوں کے ساتھ، سے بھی بھرپور استفادہ کریں گے۔"(۲۶)

بحیثیتِ مجموعی دیکھا جائے تو زیرِ نظر کتاب بھی پروفیسر ایوب صابر کی، اُردو زبان وادب کے فروغ اور ترقی واشاعت کے لیے مرتب کی جانے والی دیگر تالیفات کی طرح ایک اہم کتاب ہے۔ غالب اپنی شاعری کی طرح، اپنے مکتوبات کے لحاظ سے بھی بے مثال ہیں۔ غالب کے خطوط کو جدید ادبی نثر کا نقطۂ آغاز قرار دیا جاتا ہے۔ بقول فاضل مرتب، اُردو ادب میں خطوطِ غالب کی حیثیت منفرد ہے۔ "غبارِ خاطر" بلاشبہ انشا پردازی کا شاہکار ہے تاہم اس میں شامل خطوط درحقیقت مضامین ہیں۔ ابتدا سے القاب اور اختتام سے والسلام جیسے الفاظ الگ کیے جائیں تو ان میں خطوط والی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہتی۔ ان خطوط کو مضامین ہی کے نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہیے۔ علامہ اقبال کے خطوط بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ غالب اور اقبال کے ایک ایک خط کو تلاش کیا گیا ہے۔ خطوطِ اقبال کی تلاش ابھی جاری ہے۔ اقبال کی شخصیت، سوانح اور افکار کے اعتبار سے یہ خطوط ہمارا بیش بہا سرمایہ ہیں۔ ان خطوط کی دُنیا بہت وسیع ہے۔ فکرِ اقبال زمان ومکان پر حاوی ہے اور اس فکر کی عمدہ توضیحات خطوطِ اقبال میں موجود ہیں؛ تاہم ان خطوط کی بنیادی اہمیت فکری اعتبار سے ہے۔ خالص ادبی نقطۂ نظر سے جو مقام خطوطِ غالب کا ہے، وہ خطوطِ اقبال کا نہیں ہے۔ ادبی اسلوب کے اعتبار سے غالب کے خطوط اپنی مثال آپ ہیں۔

اُردو زبان کا آغاز

''اُردو زبان کا آغاز'' پروفیسر ایوب صابر کی مرتبہ'' اُردو کی ابتدا کے بارے میں محققین کے نظریات'' کا توسیع شدہ ایڈیشن ہے۔ زیرِ نظر کتاب کے تادمِ تحریر تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اوّل بار یہ کتاب سرحد اُردو اکیڈمی، قلندر آباد نے ۱۹۹۳ء میں شائع کی۔ یہ کتاب بھی نصابی ضرورت پوری کرنے کی خاطر جامعہ پشاور کے ایم اے کے طلبہ کے لیے لکھی گئی تھی۔ دوسری مرتبہ یہ کتاب ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئی۔ اشاعتِ دوم کی بابت مؤلف دیباچے میں لکھتے ہیں کہ ستمبر ۲۰۱۴ء میں جزوقتی پروفیسر (Visiting Professor) کی حیثیت سے بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی سے تعلق قائم ہوا تو میری سی وی دیکھ کر ڈاکٹر نجیبہ عارف نے یہ کتاب مانگی۔ میرے پاس صرف ایک کاپی تھی۔ کتاب مارکیٹ سے غائب تھی۔ ڈاکٹر صاحبہ اور ڈاکٹر طیب منیر کے لیے فوٹو کاپیاں کرائی گئیں۔ طلبہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس کتاب کو جلد از جلد شائع کروایئے ہمیں اس کی سخت ضرورت ہے۔ معلوم ہوا کہ کئی دوسری جامعات کے طلبہ کو بھی اس کتاب کی ضرورت ہے چناں چہ ترمیم اور توسیع کیے بغیر کتاب پہلی طباعت کے مطابق ہی شائع کی گئی۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۵ء میں شائع ہوا تھا۔ صرف ڈیڑھ برس بعد ہی یعنی ۲۰۱۷ء میں اگلا ایڈیشن شائع کرنے کی نوبت آ گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جامعات نیز اساتذہ کو واقعی اس کی ضرورت ہے چناں چہ مذکورہ تصنیف کا تیسرا ایڈیشن ۲۰۱۷ء میں شائع کیا گیا۔ جس کا اہتمام دارالنوادر لاہور نے کیا۔ اشاعتِ سوم کے لیے اس کتاب میں کچھ ترامیم اور اضافے کیے گئے اس ضمن میں ڈاکٹر ایوب صابر رقم طراز ہیں:

> ''اس کتاب کو بہتر بنانے کے لیے متعدد اقدامات کیے گئے ہیں جن میں بعض تبدیلیاں شامل ہیں۔ بڑی تبدیلی یہ ہوئی کہ پروفیسر منور رؤف کا لکھا ہوا مقدمہ بعض وجوہ سے حذف کر دیا گیا۔ اس کی جگہ کتاب کے آخر میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس باب میں نہ صرف کتاب میں پہلے سے بیان کردہ ضروری نکات کو ازسرِ نو اُجاگر کیا گیا ہے بلکہ بعض نئے امور پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسری بڑی تبدیلی نام کی ہے۔ پہلے کتاب کا نام ''اُردو زبان کے بارے میں محققین کے نظریات'' تھا۔ اب، چند لفظوں کے اضافے کے ساتھ یہ ذیلی نام ہے۔'' (۱۷)

زیرِ نظر کتاب میں مؤلف نے اُردو لسانیات جیسے وسیع الاطراف موضوع کو پیش کرنے کے لیے صدیوں کے حالات اور محققین کے نظریات کو کھنگالا ہے۔ آج کے اس افراتفری کے دور میں وقت کی کمیابی ایک اہم مسئلہ ہے۔ اُردو ادب کے طلبا اور اساتذہ کے پاس نہ اتنا وقت ہوتا ہے اور نہ اتنے وسائل کہ وہ اپنے موضوع اور مقصد کی کتابیں اور حوالے ڈھونڈنے کے لیے کتب خانوں کی خاک چھان سکیں۔ یہ کتاب ایسے افراد کے لیے اہم اور مفید ہے۔ کتاب میں پروفیسر ایوب صابر کی لسانی تحقیق و بصیرت نمایاں ہے۔

اُردو برصغیر پاک و ہند کے وسیع خطے کو متاثر کرنے کے بعد عالمی زبان کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ یہ دُنیا کی واحد زبان ہے جس کی جنم بھومی کے متعلق پاک و ہند کا ہر خطۂ ارضی دعوٰی دار ہے۔ اس دعوے کے پیچھے اُردو زبان کے علاقائی زبانوں سے گہرا لسانی ربط ہے۔ جسے محققینِ لسانیات اُردو نے بنیاد بنا کر اپنے اپنے نظریے کو ثابت کرنا چاہا۔ محققینِ لسانیات نے اُردو کے آغاز کے بارے میں متعدد نظریات پیش کیے ہیں۔ ان نظریات کو ہم دو گروہوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں۔ ایک گروہ کے مطابق اُردو زبان کا آغاز، ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہوا جو اپنے ساتھ عربی، فارسی اور ترکی زبانیں لے کر آئے۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ اُردو زبان کی ابتدا آریاؤں کے دور سے ہوتی ہے۔ پروفیسر ایوب صابر نے ان دونوں گروہوں کے نظریات میں جو خامیاں تھیں ان کی نشاندہی کی ہے۔ پروفیسر موصوف، محکم دلائل و شواہد کے ساتھ، اس نظریے کی حمایت کرتے ہیں کہ بولی کی حیثیت سے اُردو کی اصل آریائی ہے۔ بنیادی الفاظ، اعداد، افعال، حروفِ جار اور قواعد سب آریائی ہیں۔ اسما کا ذخیرہ اور عربی رسم الخط مسلمانوں کی دین ہے؛ چناں چہ اُردو بولی سے زبان اس وقت بنتی ہے جب مسلمانوں نے دہلی کو پایۂ تخت بنایا۔ مسلمانوں نے اسے برتا، اسے علمی زبان بنایا اور ہندوستان میں جہاں کہیں پہنچے، اس زبان کو ساتھ لے کر گئے۔ اس طرح نہ صرف اُردو، زبان کے درجے پر فائز ہوئی بلکہ ہندوستان کی لنگوا فرانکا بن گئی۔ اس بولی سے اُردو زبان کے مختلف نام لیے جاتے رہے، جن میں ہندی، دہلوی، ریختہ، کھڑی بولی، ہندوستانی، زبانِ اُردوئے معلّٰی شاہ جہاں آباد، زبانِ اُردو اور اُردو شامل ہیں۔ پروفیسر ایوب صابر مختلف نظریات کو بیان کر کے انھیں تنقید کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور ان کی خامیاں اُجاگر کر کے اس نظریے کی تائید و حمایت کرتے ہیں جو، جزوی اختلافات سے قطعِ نظر، ڈاکٹر گریرسن، جولس بلاک، سنیتی کمار چٹرجی، ڈاکٹر شوکت سبزواری اور ڈاکٹر مسعود حسین نے بیان کیا ہے۔

''خیابانِ اُردو''

''خیابانِ اُردو'' بھی جامعہ پشاور کے طلبہ کی نصابی ضرورت کے لیے مرتب کی گئی۔ پروفیسر ایوب صابر کے ساتھ ڈاکٹر صابر کلوری اس کتاب کے شریک مرتب ہیں۔ کتاب کا حصہ شاعری (غزل) آپ نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۲۰۰۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

زیرِ تعارف کتاب کے حصہ غزل کے آغاز سے قبل پروفیسر ایوب صابر نے غزل کے ارتقا، اُردو غزل کا آغاز، غزل کی ہیئت، غزل کے موضوعات، اُردو غزل کے کلاسیکی شعرا کا اجمالی جائزہ، اُردو غزل میں ترقی پسند تحریک، اُردو غزل میں تحریک ارباب ذوق، اُردو غزل قیام پاکستان کے بعد، اُردو غزل میں جدیدیت، مابعد جدیدیت اور اُردو غزل اکیسویں صدی کے اوائل تک کی صورت حال اور نمائندہ شعرائے غزل کا تذکرہ ''اُردو غزل پر ایک نظر'' کے زیرِ عنوان پیش کیا ہے جس کے مطالعے سے طلبہ اُردو شاعری کی سب سے مقبول صنف سے مکمل طور پر آگاہ ہو سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں ولی دکنی، میر تقی میر، میر درد، غالب، مومن، آتش، داغ، حسرت، اقبال، ناصر کاظمی اور احمد فراز کا مختصر تعارف اور ان کی شاعری پر تنقیدی نوٹ مع غزلوں کے انتخاب کے بھی مرتب کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر زیرِ نظر کتاب نہ صرف طلبا کے لیے مفید ہے بلکہ اُردو ادب کے قارئین کے لیے بھی کارآمد ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ایوب صابر، تہذیب نو، مشمولہ: کاغان ۱۹۶۰ء۔ مدیر ارشاد اعوان، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد، ص ۱۰۳-۴

۲۔ ایوب صابر، مشمولہ: کاغان ۱۹۶۰ء، ص ۱۲۹

۳۔ غیر مطبوعہ

۴۔ ادبستان ہزارہ، ص ۱۸۵

۵۔ ایضاً، ص ۱۸۷

۶۔ ایضاً، ص ۱۸۶

۷۔ ایضاً، ص ۱۸۳

۸۔ حافظ بشیر احمد، پروفیسر ایوب صابر، مشمولہ: نشیمن، ایبٹ آباد، ۶ رمئی ۱۹۷۷ء

۹۔ راشد حمید، ڈاکٹر، مصاحبہ - ڈاکٹر ایوب صابر، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۹ رنومبر ۲۰۰۳ء

۱۰۔ سلطان سکون، عاشق اقبال، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس، مرتب، ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم، ص ۳۰۹

۱۱۔ پروفیسر ایوب صابر، ڈاکٹر، اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں کا ربط باہم، اخبار اردو، اسلام آباد، اگست ۲۰۰۶ء

۱۲۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر "پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے" مشمولہ: سیارہ -۱۹۸۷ء

۱۳۔ ادبستان ہزارہ، پیش لفظ

۱۴۔ نیاز سواتی، ادبستان ہزارہ، روزنامہ مشرق، پشاور، ۳ مارچ ۱۹۹۰ء

۱۵۔ پروفیسر ایوب صابر، پیش لفظ، انتخاب خطوط غالب، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۸ء، ص ۹

۱۶۔ ایضاً، ص ۵

۱۷۔ ایوب صابر، ڈاکٹر، پیش لفظ: "اردو زبان کا آغاز"، دارالنوادر، لاہور، ۲۰۱۷ء

باب سوم

نئے زمان ومکاں

پی ایچ ڈی

موضوع: "اقبال کی شخصیت اور فکر وفن پر اعتراضات کا جائزہ"

بیسویں صدی جہاں فکرِ اقبال کے فروغ کی صدی تھی، وہیں احیائے اسلام کے اس صدی کے سب سے بڑے داعی اور ادبیاتِ عالم کے عظیم مفکر شاعر کے شخصی، ادبی اور فکری قد وقامت کے خلاف معاندانہ اور مخاصمانہ لٹریچر بھی وجود میں آتا گیا۔ اس لٹریچر میں سیکڑوں اعتراضات اُٹھائے جا رہے تھے۔ ان سنگین اعتراضات اور الزامات کے صحیح یا غلط ہونے کی تحقیق باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت نہیں ہوئی تھی۔ اس اہم علمی کام کا، پروفیسر ایوب صابر نے، بیڑہ اُٹھالیا۔

آپ نے اس منصوبے کی تکمیل کی خاطر ۱۹۹۵ء میں ملازمت سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لی۔ پنجاب یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کے لیے خاکہ بھی جمع کرا دیا تاکہ کام ایک ڈسپلن کے تحت ہو اور اس کا علمی معیار قائم ہو سکے۔ پورا منصوبہ پی ایچ ڈی کے متعدد مقالوں کے برابر تھا۔ اپنے ایک انٹرویو میں ڈاکٹر راشد حمید کے پوچھے گئے سوال: "علامہ اقبال کی شخصیت اور فکر وفن پر اعتراضات کا جائزہ"، آپ کا موضوع ہے، اس موضوع کا انتخاب آپ نے کب اور کیوں کیا؟ کے جواب میں ڈاکٹر ایوب صابر کہتے ہیں:

> "اقبال دشمنی ایک مطالعہ ۱۹۹۱ء میں مکمل اور ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں چند اقبال مخالف کتابوں اور چند کتابچوں کا جائزہ لیا گیا تھا۔ اس دوران یہ حیران اور پریشان کرنے والی صورتِ حال میرے سامنے آئی کہ اقبال مخالف لٹریچر کا ایک پورا ذخیرہ وجود میں آ چکا ہے۔ اس لٹریچر میں اُٹھائے گئے سیکڑوں سنگین الزامات اور اعتراضات کے ریلے اپنے ساتھ بہت کچھ بہا کر لے جا

سکتے ہیں۔ ان کے آگے بند باندھنے کی ضرورت تھی۔ یہ کام میں نے اپنے
ذمے لے لیا۔"(۱)

پروفیسر ایوب صابر کے بقول پاکستان کے استحکام سے لے کر ملی تعمیرِ نو اور ایک جہانِ تازہ کی تخلیق تک عالمِ اسلام اور عالمِ انسانیت کی، اقبال نے عمدہ ترین فکری رہنمائی کی ہے۔ اس فکری رہنمائی سے پورے اعتماد کے ساتھ استفادے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ان الزامات کا توڑ کیا جائے، جن کا ہدف اقبال کو بنایا گیا اور ان تمام اعتراضات کا جو اقبال پر کیے گئے علمی سطح پر جائزہ لیا جائے اور دلائل وشواہد کے ساتھ انھیں مسترد کر دیا جائے۔ چناں چہ جناب ایوب صابر نے اس موضوع کو ایک چیلنج سمجھتے ہوئے قبول کیا اور عملاً اپنی تحقیق کا آغاز کر دیا۔

سفرِ انگلستان (۱۹۹۶ء)

اقبال پر تحقیقی کام کے مواد کی تلاش میں پہلا بیرونِ ملک سفر آپ نے ۱۹۹۶ء میں انگلستان کا کیا۔ برطانیہ میں آپ کا قیام سلاؤ (Slough) میں رہا جو لندن سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔ آپ وہاں دو ماہ ٹھہرے۔ قیام کے دوران آپ کا معمول تھا کہ ناشتے کے بعد ٹرین پر بیٹھتے اور لندن شہر میں واقع انڈیا آفس لائبریری چلے جاتے۔ اس وقت انڈیا آفس لائبریری ایک الگ عمارت میں تھی۔ لائبریری میں اقبالیات کے لیے علاحدہ حصہ مختص تھا۔ چناں چہ مشرقی ادبیات کے علاوہ مستشرقین کی کتابوں سے بھی اقبال کے متعلق لوازمہ اکٹھا کیا۔ دو ماہ تک آپ کا یہی معمول رہا۔ دن لائبریری میں گزرتا، شام کو کسی پارک میں یا دریائے ٹیمز (Thames) کے کنارے واک کرتے اور رات ہوتے ہی اپنی قیام گاہ واپس چلے جاتے۔

قیامِ انگلستان کے دوران فکرِ اقبال پر آپ نے دو ① دیے۔ پہلا ① ریڈنگ (Reading) میں ہوا۔ عبدالرحمٰن بزمی نے صدارت کی۔ آپ کا یہ ① ۹ر نومبر ۱۹۹۶ء کی شام کو ہوا۔ چند دنوں کے بعد فکرِ اقبال کے حوالے سے ایک ① بارکنگ (لندن) میں ہوا۔ اس ① کا اہتمام محمد شریف بقا نے کیا تھا۔ لندن میں قیام کے دوران بی بی سی لندن نے پروفیسر ایوب صابر کے دو انٹرویو نشر کیے۔ پہلا انٹرویو ۱۰ر نومبر ۱۹۹۶ء کو سب رس پروگرام میں اور دوسرا ۱۷ر نومبر کے سب رس میں نشر ہوا۔ پہلا انٹرویو فکرِ اقبال کے بارے میں اور دوسرا اُردو زبان کے آغاز کے بارے میں تھا۔

سفرِ دہلی (۱۹۹۷ء)

۱۰ سے ۱۲ ر جون ۱۹۹۷ء کو ٹیگور ہال دہلی یونیورسٹی میں ایک انٹرنیشنل سیمی نار "اقبال کی شعری اور فکری جہات" کے موضوع پر، ہندوستانی کونسل برائے ثقافتی رشتے اور کُل ہند یونیورسٹی اردو اساتذہ کے اشتراک سے منعقد ہوا۔ پاکستان سے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر تحسین فراقی اور پروفیسر ایوب صابر کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس سیمی نار میں آپ نے "اقبال کی فکری اساس" پر مقالہ پیش کیا۔ ہندوستان کے ایک اخبار نے اس مقالے کو سیشن (session) کا پہلا پُر مغز مقالہ قرار دیا۔ سیمی نار کے بعد غالب اکیڈمی نے پاکستانی مندوبین کے اعزاز میں استقبالیہ دیا اور ایک بھرپور اجلاس ہوا۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے الزام عائد کیا کہ محمد علی جناح کے نام علامہ اقبال کے خطوط کی اصل موجود نہیں ہے۔ یہ خطوط قائداعظم نے اپنے دیباچے کے ساتھ شائع کیے تھے۔ ڈاکٹر خلیق انجم کے اس اعتراض کا جواب پروفیسر ایوب صابر نے بڑے واضح اور مدلّل انداز میں دیا، جس سے ڈاکٹر خلیق انجم سمیت ہال میں موجود حاضرین نے گہرا اثر لیا۔ اس سفر کی روداد ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے ✱ کی ہے۔ لکھتے ہیں:

> "راقم الحروف (ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی) نے یہ سوال اُٹھایا کہ جناح کے نام اقبال کے خطوط، اوّلین مرتبہ ۱۹۴۲ء میں شائع ہوئے تھے۔ ان خطوط کی بنیاد پر اقبال کی سیاسی فکر اور ان کے تصوّرِ پاکستان پر بہت کچھ لکھا گیا اور طرح طرح کی بحثیں ہوئیں۔ مگر ان خطوط کی سند و صحت پر کبھی کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اب پچاس پچپن برس بعد یہ انکشاف کیا جا رہا ہے کہ یہ خط جعلی ہیں؟............ ڈاکٹر تحسین فراقی نے کہا کہ اگر ہم اس معیار پر اصرار کریں اور ہر تحریر کی اصل پیش کرنے کو لازم ٹھہرایا جائے تو پھر ہمیں اپنے علمی تحریری ورثے کا بیشتر حصّہ رد کرنا پڑے گا۔ پروفیسر ایوب صابر نے پتے کی بات کہی۔ اُن کا لہجہ سوالیہ تھا۔ حاضرین کرام! آپ محمد علی جناح سے واقف ہوں گے، ان کی زندگی، ان کی سیاسی جدوجہد سے .... ان کے بارے میں کچھ پڑھا ہوگا کچھ سنا ہوگا؟ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ انھوں نے کبھی جھوٹ بولا ہو، کبھی غلط بیانی کی ہو؟ کوئی ایسی مثال ہو تو بتائیے (قدرے

توقف کے بعد) نہیں بتا سکتے۔ آپ اُن سے اختلاف تو کر سکتے ہیں، مگر ان کی
صاف گوئی، راست گوئی اور دیانت و امانت پر حرف گیری نہیں کر سکتے۔
غالب اکیڈمی کے ہال میں مکمل خاموشی طاری تھی۔ اندازہ ہوا کہ حاضرین نے
گہرا اثر قبول کیا ہے۔"(۲)

دہلی کے اس سفر کے دوران غالب اکیڈمی کے علاوہ انجمن ترقی اُردو ہند، اُردو اکیڈمی ہند، جامعہ ملیہ دہلی اور جماعت اسلامی ہند نے بھی پاکستانی مندوبین کے اعزاز میں استقبالیوں کا اہتمام کیا۔ دہلی میں ہفت روزہ قیام کے دوران پروفیسر ایوب صابر نے اپنے موضوع سے متعلق خاصا لوازمہ جمع کیا۔ مشرق و مغرب سے لوازمہ جمع کرنے کے بعد پروفیسر ایوب صابر نے پوری یکسوئی، تحقیقی لگن اور تندہی سے اس منصوبے پر کام کرنا شروع کیا۔ سن دو ہزار تک جو مجموعی کام ہو گیا، وہ پی ایچ ڈی کے لیے جمع کرا دیا۔ پی ایچ ڈی کا تھیسس ۳ر جولائی ۲۰۰۰ء کو جمع ہوا۔ ۲۸ر ستمبر ۲۰۰۲ء کو پنجاب یونیورسٹی نے انھیں "اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی سند عطا کی۔ پورا کام بہت بڑا تھا جو ۲۰۱۵ء میں مکمل ہوا۔ اس علمی کارنامے کی بابت ڈاکٹر ظہور احمد اعوان لکھتے ہیں:

"ایوب صابر نے اس موضوع کا اس قدر ڈوب کر مطالعہ کیا اور تحقیق کی اس وادیِ پرخار میں اس ثابت قدمی سے گامزن ہوئے اور اس شعبے میں انھوں نے اس قدر استعداد بہم پہنچائی کہ اقبال شناسی کی یہ نئی جہت ان کی پہچان بن گئی لیکن یہ مقام بڑی قربانی اور بڑی محنت کے بعد حاصل ہوا۔ انھوں نے عہدہ و منصب کو نظر انداز کر کے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لی اور اس کام کو زندگی کا مقصد بنا لیا۔ زندگی اس کے لیے وقف کر دی۔ اس حیران کن اور بڑے منصوبے کے ایک حصے پر پنجاب یونیورسٹی نے انھیں پی ایچ ڈی کی سند سے نوازا۔ اگرچہ ایسا کام رسمی ڈگریوں کا مرہونِ منت نہیں ہوتا، ان کا ایم فل کا مقالہ پی ایچ ڈی کے برابر تھا اور موجودہ کام اس سے بھی کئی گنا بڑا ہے۔ مواد کی وسعت، ضخامت اتنی ہے کہ اقبال پر یہ اب تک کا سب سے بڑا منصوبہ ہے۔"(۳)

اس منصوبے کے بیشتر منفرد اور مستقل پہلوؤں کو پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر نے الگ الگ کتابوں کی شکل میں ترتیب دیا۔ یہ کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ معترضینِ اقبال، انٹرنیشنل اُردو پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۲۰۰۴ء

۲۔ اقبال کا اُردو کلام (زبان و بیان کے چند مباحث)، مقتدرۂ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء

۳۔ اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ، بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۳ء

۴۔ تصوّرِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء

۵۔ اقبال کی فکری تشکیل، اعتراضات و تاویلات کا جائزہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء

۶۔ اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۶ء

اقبال اکادمی پاکستان نے ان چھے کتب کو ایک ہی کتاب کی تین جلدوں میں، ۲۰۱۸ء میں، شائع کیا۔ کتاب کا عنوان ہے:

"اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: ایک مطالعہ"

ڈاکٹر ایوب صابر کے اس علمی کارنامے کا قومی اور سرکاری حلقوں میں خوب خیر مقدم ہوا۔ مقالات اور کالم لکھے گئے۔ اخبارات کے ادبی ایڈیشنوں میں خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ ہم نیوز، اے آر وائی، روز نیوز اور جیو نیوز پر تشہیر ہوئی۔ نیوز ون چینل پر ڈاکٹر شاہد مسعود نے زبردست تحسین کی۔ زیرِ نظر کتاب کے چوتھے باب میں اس بے مثال علمی کارنامے کا، کسی قدر تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا جائے گا۔

شعبۂ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی سربراہی

ہائر ایجوکیشن کمیشن نے Distinguised Educationist and Researcher کی حیثیت سے، ستمبر ۲۰۰۶ء میں، دو سال کے لیے آپ کی خدمات حاصل کر کے، آپ کو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی بھیج دیا، جہاں آپ کو شعبۂ اقبالیات کا سربراہ مقرر کیا گیا۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبۂ اقبالیات کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں ابتدائی طور پر قد آور اساتذہ اقبالیات کے فروغ کے لیے کام کرتے رہے، جن میں ڈاکٹر محمد ریاض، ڈاکٹر رحیم بخش شاہین اور ڈاکٹر صدیق شبلی شامل ہیں۔ ان اساتذہ نے شب و روز محنت کر کے شعبۂ اقبالیات کی آبیاری

کی اور گراں قدر تحقیقی کام کرایا لیکن ان شخصیات کے بعد شعبے کا معیار پہلے جیسا نہ رہا۔ اس معیار کی بحالی اور اقبالیات کے ساتھ لگن پیدا کرنے کے لیے ڈاکٹر ایوب صابر نے پوری سرگرمی کے ساتھ کام کیا۔ اس ضمن میں زاہد حسن چغتائی کو دیے گئے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

"میرے خیال میں ڈاکٹر صدیق شبلی کے بعد شعبۂ اقبالیات میں تحقیقی کام کا معیار کچھ متاثر ہوا تھا، یہ بھی میری ذاتی رائے ہے کہ بعض لوگوں نے ماضی میں جو ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں وہ صرف حصول اسناد تک محدود رہے اور تحقیقی کاوشوں کو آگے نہ بڑھا سکے اور نہ معروف محقق بن سکے لہٰذا اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے میں جو عزائم لے کر آیا ہوں، ان کے مطابق خا ✪ تحقیق کے کلچر کے لیے ایسے اذہان کا پیدا ہونا ناگزیر ہے جو اس میدان میں ناموری پیدا کریں اور اقبالیات میں تحقیق کا کام آگے بڑھ سکے۔"(۴)

اسلام آباد میں (۲۰۰۶ء)

۲۰۰۶ء میں پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی سربراہی سنبھالنے کے بعد اسلام آباد میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ پہلے ہی سے اُردو زبان وادب کی ترقی و ترویج، فکرِ اقبال کے فروغ، نفاذِ اُردو کی تحریک، مقتدرۂ قومی زبان (ادارۂ فروغ قومی زبان) اور اکادمی ادبیاتِ پاکستان ایسے بلند پایہ علمی، ادبی اور فکری اداروں سے وابستہ چلے آ رہے تھے۔ اسلام آباد میں رہائش پذیر ہونے کے بعد آپ نے یہاں بھی اپنے نقوش مرتسم کیے۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل:

"پروفیسر ایوب صابر پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں قیام پذیر ہیں اور ہزارہ کی طرح یہاں بھی نہ صرف علمی حلقوں کی فعال شخصیت شمار ہوتے ہیں بلکہ وہ یہاں کی علمی، فکری اور ادبی تنظیموں کی آنکھ کا تارا ہیں۔"(۵)

تدریس کی بحالی

پروفیسر ایوب صابر کی زندگی کا بیشتر حصہ درس و تدریس اور تحقیق و تنقید میں بسر ہوا۔ طلبہ اور سکالرز آپ کو بہترین اُستاد خیال کرتے ہیں۔ شعبۂ اقبالیات کی ورکشاپوں میں پوری لگن کے ساتھ فکرِ اقبال پر

① دیتے رہے ہیں۔ اس طرح قبل از وقت ریٹائرمنٹ کے بعد، تدریس سے جو رشتہ منقطع ہو گیا تھا وہ بحال ہو گیا۔ شعبۂ اقبالیات میں اب بھی جب ورکشاپ کا اہتمام ہوتا ہے وہ ① ر دیئے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر سائرہ بتول اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں:

> "پروفیسر ایوب صابر کے شاگر اُن سے مطمئن رہتے ہیں۔ وقت کے پابند اور انتہائی بااصول واقع ہوئے ہیں۔ کلاس میں کبھی تاخیر سے نہیں آئے۔ حاضری نہ بھی لیتے تو بھی کوئی غیر حاضر نہ ہوتا۔ وہ اپنے شاگردوں میں بھی اس طرح کی صلاحیتیں اور اوصاف دیکھنا پسند کرتے ہیں جو خود ان کی ذات کا حصہ ہیں۔" (۶)

آپ تدریسی سطح پر شعبۂ اقبالیات کے لیے نئے عزائم کے ساتھ آئے تھے۔ اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے اور یوں تدریسی حوالے سے شعبے میں کافی جان پیدا ہوئی۔ اس ضمن میں محمد ریاض اختر کو، ۲۰۰۷ء میں، انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

> "آپ کو معلوم ہے کہ میں گزشتہ دس بارہ سال سے تمام کام چھوڑ کر اقبالیات میں تحقیق کا کام کر رہا ہوں اور متعدد کتابیں اس ضمن میں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ تدریسی اعتبار سے میں اپنی تحقیق سے حاصل شدہ تجربات بروئے کار لانا چاہتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اپنی تمام تحقیقی ریاضت اور تجربوں کو ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح کے آنے والے سکالرز کے ساتھ شیئر کروں اور ان کی تحقیقی رونمائی کا پورا اہتمام کر سکوں۔" (۷)

ایم فل اور اور پی ایچ ڈی کے نصابات پر نظر ثانی

پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر نے شعبۂ اقبالیات کی سربراہی کے دوران نصاب کو بہتر اور جدید تحقیقی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے اور اس کی بدولت ایم فل اور پی ایچ ڈی کے ریسرچ سکالرز کو فعال محقق بنانے کے لیے، ایک کمیٹی تشکیل دی۔ جس نے نصاب کو بہتر اور معیاری بنانے کے لیے متعدد اجلاس منعقد کیے اور نصاب کو جدید خطوط پر استوار کیا۔ ڈاکٹر ایوب صابر اقبال پر کتابوں سے زیادہ کتبِ اقبال کے مطالعے کی تلقین کرتے ہیں۔ آپ ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

> "جدید تحقیق میں انٹرنیٹ سے لے کر دیگر آلات تحقیق کی اہمیت اپنی جگہ لیکن اقبالیات کے محقق کو میرا مشورہ ہوتا ہے کہ وہ اقبال کی شاعری سے لے کر ①ز، خطوط اور سیاسی و فکری مضامین کا بغور مطالعہ کریں، اقبال جزوی مطالعے سے سمجھ میں نہیں آتے اور کسی بھی محقق کے لیے اقبال پر لکھی گئی کتابوں کا ذخیرہ ایک طرف لیکن خود اقبال کی شعری و نثری تصانیف کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ یہی بنیادی مآخذ اور مصادر ہیں۔ اقبال کے کلامِ نظم و نثر کے مطالعہ کے بعد ہی سارے راستے کھلتے ہیں۔"(۸)

ڈاکٹر ایوب صابر شعبۂ اقبالیات کے لیے نئی نوید ثابت ہوئے۔ آپ نے طلبہ کی تعلیمی اور تحقیقی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے پی ٹی وی اور ریڈیو پر خصوصی ①ز ریکارڈ کروا کر پیش کیے جن سے طلبہ اور دوسرے ناظرین و سامعین فیض حاصل کر رہے ہیں۔

آپ نے شعبے کو فعال اور اس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے ایک اُردو کمپوزر، نائب قاصد، فوٹوسٹیٹ مشین اور نئے کمپیوٹر کا حصول ممکن بنایا۔ شعبۂ اقبالیات اب بھی ان سہولتوں سے مستفید ہو رہا ہے۔

قومی سیمی نار بہ عنوان "اقبال کا تصورِ اجتہاد"

پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی میں ایک سہ روزہ قومی سمی نار، ۲۸ تا ۳۰ راکتوبر ۲۰۰۷ء کو منعقد کرایا۔ سیمی نار کا موضوع ""اقبال کا تصورِ اجتہاد" تھا۔ اس سیمی نار میں پورے ملک کے سکالرز نے شرکت کی۔

"اقبال کا تصورِ اجتہاد" (مجموعۂ مقالات)

اس قومی سیمی نار میں پیش کیے گئے مقالات کا مجموعہ بہ عنوان "اقبال کا تصورِ اجتہاد" پہلی بار ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا۔ اب تک اس مجموعے کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ پیشِ نظر مجموعے میں کل ۱۲ مقالات شامل ہیں، جن کی تفصیل اگلے باب میں پیش کی جائے گی۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے شعبۂ اقبالیات کی سربراہی کے دوران ایک بین الاقوامی سیمی نار کی "اقبال کی

عصری معنویت'' کے زیرِ عنوان تیاری شروع کی۔ اس ضمن میں ۲۰۰۷ء کو زاہد حسن چغتائی کو دیے گئے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں: ''اس کانفرنس میں امتِ مسلمہ کے جملہ مسائل پر فکرِ اقبال کی روشنی میں غور و خوض کیا جائے گا اور پوری دُنیا سے ماہرینِ اقبالیات شرکت کریں گے۔'' اس کانفرنس میں پیش کیے جانے والے مقالات کو بعد ازاں کتابی شکل میں سامنے لانے کا مقصد آپ کے پیشِ نظر تھا لیکن یہ کانفرنس خاصی سمٹ کر، آپ کی سبکدوشی کے بعد منعقد ہو سکی۔

ٹیلی وژن کے لیے فکرِ اقبال پر ①ز

شعبۂ اقبالیات کی سربراہی کے دوران یونی ورسٹی کے آئی ٹی شعبے کے زیرِ اہتمام، طلبہ اور دلچسپی رکھنے والے عام لوگوں کے لیے، ڈاکٹر صاحب کے اٹھارہ ①ز، سوالوں جوابوں سمیت، ریکارڈ ہوئے۔ تین مزید پروگرام ڈاکٹر راشد حمید کی شراکت کے ساتھ ریکارڈ ہوئے۔ یہ ①ز سال میں دو مرتبہ، پی ٹی وی نیشنل سے ٹیلی کاسٹ ہوتے ہیں۔ یونی ورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے ۵۴ پروگرام ایف ایم ریڈیو کے لیے ریکارڈ ہوئے جو وقفے وقفے سے اب بھی نشر ہوتے رہتے ہیں۔ ان ①ز اور پروگراموں کے بارے میں کچھ تفصیل آخری باب میں پیش کی جائے گی۔

ڈاکٹر صاحب کے ①ز آئی آر ڈی کے زیرِ اہتمام بھی ہوتے رہے ہیں۔ جامعات سمیت متعدد تعلیمی اداروں اور دوسرے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں بھی ہوئے ہیں۔ اسلامی یونی ورسٹی میں بھی ایک عرصے تک ①ز دیے ہیں۔ آپ قومی اور بین الاقوامی سیمی ناروں اور کانفرنسوں میں بھی شرکت کرتے رہے ہیں۔ فکرِ اقبال سے متعلق ان سرگرمیوں اور دوسری علمی مصروفیات کی کچھ تفصیل بھی آخری باب میں پیش کی جائے گی۔

حوالہ جات

۱۔ راشد حمید، ڈاکٹر: "مصاحبہ - ڈاکٹر ایوب صابر" روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۹؍نومبر ۲۰۰۳ء

۲۔ اقبالیات، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، شمارہ جولائی ستمبر ۱۹۹۷ء

۳۔ ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، تقریظ، مشمولہ: اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ، لاہور، انسٹی ٹیوٹ آف اقبال سٹڈیز بیت الحکمت، ۲۰۰۳ء، ص ۱۲

۴۔ زاہد حسن چغتائی، پروفیسر ایوب صابر "ایوان وقت" میں، روزنامہ "نوائے وقت" اسلام آباد، ۱۲؍مارچ ۲۰۰۷ء

۵۔ محمد طفیل، ڈاکٹر، پروفیسر ایوب صابر (ذاتی تاثر)، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس، ص ۹۸-۳۹۷

۶۔ سائرہ بتول، ڈاکٹر، استاد محترم ڈاکٹر ایوب صابر، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس، ص ۴۳۳

۷۔ محمد ریاض اختر، پروفیسر ایوب صابر "ایوان وقت" میں، روزنامہ "نوائے وقت" اسلام آباد، ۱۳؍مارچ ۲۰۰۷ء

۸۔ ایضاً

باب چہارم

اقبال شناسی

ڈاکٹر ایوب صابر کا اصل کارنامہ علامہ اقبال پر اُن کا کام ہے۔ آپ نے اقبالیات میں اب تک کے سب سے بڑے علمی و تحقیقی منصوبے کا انتخاب کیا جو اٹھارہ بیس برسوں کی محنت اور لگن سے پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ یہ ایک ادارے کے کرنے کا کام تھا جو ایک فرد نے سرانجام دیا۔ اس کے لیے آپ نے چار سال قبل از وقت ریٹائرمنٹ لی اور افسرانہ زندگی کو جس میں ظاہر ہے بہت کچھ اچھا بھی کرتے، ایک عظیم تر مقصد کے لیے قربان کر دیا۔ اس ضمن میں پروفیسر عبدالجبار شاکر لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر ایوب صابر نے حقیقتاً صبر ایوب کی روایت کو نبھایا اور آج کی مادہ پرست اور اغراض سے ماری دُنیا میں رہتے ہوئے، اپنی مدّت ملازمت سے چار سال قبل ۱۹۹۵ء میں ریٹائرمنٹ لے لی اور پھر اقبال دشمنی کے مطالعہ و تحقیق کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اقبالیات کی پوری تاریخ میں اس نوعیت کی محبت اور قربانی کی مثال عنقا ہے۔ اب اس موضوع پر ان کے تحقیقی لوازمے کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ واقعتاً اس قربانی اور جنون کے بغیر اس وادیِ تحقیق کا سفر ممکن نہیں تھا۔ اقبال شناسی میں یہ جذبہ ایک انفرادیت کا حامل ہے۔"(۱)

پروفیسر ایوب صابر نے اس مشن کی تکمیل کی خاطر پی ایچ ڈی کے ڈسپلن کے تحت کام شروع کیا اور "اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: ایک جائزہ" کے زیرِ عنوان مقالہ لکھ کر ۲۸ر دسمبر ۲۰۰۲ء کو پنجاب یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان آپ کے ڈاکٹریٹ کے کام کے متعلق ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "ایسا کام رسمی ڈگریوں کا مرہونِ منت نہیں ہوتا۔ آپ کا ایم فل کا تھیسس پی ایچ ڈی کے برابر تھا اور موجودہ کام اس سے بھی کئی گنا بڑا ہے۔ مواد کی وسعت اور

ضخامت اتنی ہے کہ اقبال پر اب تک کا یہ سب سے بڑا منصوبہ ہے۔"(۲)

اقبال حقیقت کے ترجمان اور حق کا آئینہ ہیں۔ وہ اسلامی نشأۃ ثانیہ کے شاعر و مفکر ہیں۔ انھوں نے فلسفۂ خودی پیش کیا۔ وہ اسلامی قومیت کے مفسر اور تصورِ پاکستان کے خالق ہیں۔ مولویوں کی قدامت پرستی اور لادین (Secular) طبقے کی مغرب پرستی کے ناقد ہیں۔ انھوں نے مغرب کے نظامات سیکولرزم، کیپٹیل ازم، سوشلزم، نیشنلزم اور دوسرے ازموں کی مخالفت کی اور مغربی جمہوریت کو رد کرتے ہوئے، اسلامی جمہوریت کا تصور پیش کیا۔ اقبال کے ان اقدامات اور نظریات و افکار پر معترضین و مخالفین نے اعتراضات کیے۔ شدید مخالفوں نے شدید مخالفت کی۔ اقبال پر اعتراضات و الزامات کی بوچھاڑ ہوتی رہی۔ بڑے اور حق گو لوگوں کی مخالفت کوئی نئی بات نہیں۔ ڈاکٹر ایوب صابر کے بقول:

"ہر بڑے انسان کی مخالفت ہوتی ہے۔ نسلِ انسانی کے سب سے بڑے انسان کی سب سے زیادہ مخالفت ہوئی۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ مخالفوں کے اپنے تعصبات، مفادات یا مقاصد ہوتے ہیں۔ ذاتی بھی اور گروہی بھی۔ خیر و شر کی جنگ جاری ہے۔ ازازل تا امروز، چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی ستیزہ کار ہے۔"(۳)

چناں چہ اقبال بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں۔ وہ بھی اس تاریخی اصول کی زد میں آئے۔ گزشتہ ایک صدی میں جہاں اقبال کو عظیم آفاقی شاعر و مفکر تسلیم کیا گیا وہاں ان کی مخالفت بھی ہوئی۔ ان پر شخصی، فکری، فنی، لسانی، سیاسی، مذہبی اور فقہی الزامات، اتہامات اور اعتراضات کا ایک طومار سامنے آیا۔ اس طومار میں محدود بے لاگ تنقید بھی ہے لیکن بیشتر اس کی تہ میں کوئی نہ کوئی تعصب کارفرما ہے۔

جہاں غلط بین لوگ حق کو مشکوک بناتے رہے وہاں حق شناس اس کا توڑ بھی کرتے رہے۔ علامہ اقبال پر اعتراضات کا جواب بھی وقتاً فوقتاً دسیوں اقبال شناسوں نے دیا لیکن ایسا جزواً جزواً ہوا۔ بعض جوابات دینے والوں نے خود بھی اعتراضات جڑ دیے۔ خلیفہ عبدالحکیم اس کی ایک مثال ہیں۔ مخالفین و معترضین اقبال ایک طرف، ماہرینِ اقبالیات بھی غلط فہمیوں کا شکار ہوتے رہے اور غلط بیانیوں کے مرتکب ہوئے۔ بقول ڈاکٹر ایوب صابر:

"ایک اور بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اقبال پر لکھنے والے ارادت مند، مخالفین اقبال کی مہم جوئی سے اثر قبول کرتے رہے ہیں۔ بعض معتبر اقبال شناس بھی اس کا شکار

ہیں..... انہدام اقبال کی مہم شدید، متواتر اور وسیع تر رہی ہے۔ اس صورت حال میں ماہرین اقبالیات ہی اگر اقبال کی عمدہ و اعلیٰ شخصیت کا ادراک اور فکر اقبال کی صحت و عظمت پر اعتماد نہیں کریں گے تو اقبال کی اسلامی اور انسانی بصیرت کیوں کر عام ہوگی۔"(۴)

یہ بات بھی درست ہے کہ اقبال کے عظیم فکر کی غلط تعبیرات اور غلط تاویلات، ان کی شخصیت، افکار و نظریات، زبان اور فن شاعری پر اعتراضات اور ان اعتراضات کے محرکات اور جملہ اعتراضات کو موضوع وار قلم بند کر کے، ان کا مکمل جائزہ پیش کرنے کی ضرورت، وقت کے ساتھ ساتھ ماہرین اقبالیات بھی شدت سے محسوس کرتے رہے مگر اتنے وسیع مواد کو اکٹھا کرنا اور تحقیقی و علمی سطح پر اس بڑے منصوبے کو انفرادی طور پر سرانجام دینا مشکل ہی نہیں، ایک محال کام تھا۔ ان خدشات کا ذکر ڈاکٹر رحیم بخش شاہین نے بھی کیا ہے۔ چناں چہ لکھتے ہیں:

"ایک مدت سے یہ ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے کہ اقبال پر ہونے والے اعتراضات و مطاعن کو یکجا کیا جائے، ان کی قسم بندی کی جائے اور ہر قسم کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا جائے لیکن یہ خدشہ ہمیشہ دامن گیر رہا ہے کہ مبادا اعتراضات تو اکٹھے ہو جائیں لیکن ان کی موزوں تردید نہ ہو سکے۔ نتیجہ یہ ہو کہ اعتراضات زیادہ وزنی لگیں۔ علاوہ ازیں یہ مسئلہ بھی پریشان کن رہا کہ یہ اعتراضات شاعری پر بھی تھے، فکر و فلسفہ پر بھی۔ سیاسی مسلک پر بھی اور شخصی اور نجی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بھی۔ گویا مختلف شعبوں سے متعلق ان اعتراضات کی تردید کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں تھی۔"(۵)

حقیقت یہی تھی۔ بیس ویں صدی کے اوائل سے لے کر اکیس ویں صدی کے اوائل تک، مقامی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک، پورے اقبالیاتی ادب کو جمع کرنا اور اس کا مطالعہ کر کے اقبال مخالف لٹریچر کو الگ کرنا اور پھر اس مخالف لوازمے کا مکمل جائزہ لیتے ہوئے، اقبال کے فکر کا درست تعین کرنا، ان کی شخصیت، افکار و نظریات اور فن پر اعتراضات کا مبسوط اور منظم جائزہ پیش کرنا، جوئے شیر لانے کے مترادف تھا لیکن یہ مشکل کام ڈاکٹر ایوب صابر نے کر دکھایا۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر نے بجا لکھا ہے:

"قدرت نے ان معاندانہ تحریروں کے مثبت جواب اور دفاع کا اعزاز جس رجل رشید اور محقق شہیر کے

حصے میں رکھا تھا۔ وہ پروفیسر ایوب صابر ہیں۔"

ڈاکٹر ایوب صابر ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ آپ بحیثیت معلم، محقق، نقاد، تذکرہ نگار، مرتب، مؤرخ اور ماہر لسانیات منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ اقبال شناسی آپ کی شخصیت کا معروف اور معتبر حوالہ ہے۔ آپ نے ساری زندگی مطالعۂ اقبال میں گزاری، درس و تدریس کے دوران بھی زیادہ وقت تدریس اقبال میں گزرا۔ آپ نے اسلام، اقبال: پاکستان اور قومی زبان کی ترقی اور ترویج و اشاعت کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔

پروفیسر ایوب صابر، زمانۂ طالب علمی میں اقبال پر دو اہم تحقیقی مقالے سپردِ قلم کر چکے تھے۔ اقبال شناسی کا اگلا مرحلہ، ایم اے کی سطح پر، فکرِ اقبال کی تدریس تھی۔ اس دوران پروفیسر ایوب صابر کا کلامِ اقبال سے تعلق گہرا اور وسیع ہوتا رہا۔ ایک عرصے کے بعد آپ نے علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی سے ایم فل اقبالیات کی سند حاصل کی، ایم فل کا موضوع تھا: "اقبال پر بعض معاندانہ کتب کا جائزہ" یہ مقالہ "اقبال دشمنی ایک مطالعہ" کے نام سے جنگ پبلشرز کے زیرِ اہتمام ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔ اس کے پیش لفظ میں آپ لکھتے ہیں:

> "میں ۱۹۶۳ء سے ایف اے اور بی اے کی سطح پر اور ۱۹۷۳ء سے (بعض وقفوں کے استثنا کے ساتھ) ایم اے کی سطح پر "اقبالیات" پڑھا رہا ہوں۔ ایم فل کی سند اب میرے لیے کوئی اعزاز نہیں رکھتی۔ سچ یہ ہے کہ کام کرنے کے لیے ایک طریقِ کار اختیار کیا جو کارآمد ثابت ہوا۔"

"اقبال دشمنی ایک مطالعہ" کی تصنیف کے دوران آپ کا یہ احساس شدید تر ہو گیا کہ پورے اقبال مخالف لٹریچر کا توڑ ضروری ہے۔ اس لیے اولاً پی ایچ ڈی کرنا ضروری سمجھا لیکن پورا کام پی ایچ ڈی سے پانچ گنا بڑا تھا، چناں چہ اس کے لیے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لی۔ آپ نے ۲۰۰۰ء تک، مذکورہ موضوع پر جو مسودہ تیار ہو گیا تھا اُسے ڈاکٹریٹ کے تھیسس کے طور پر جمع کرا دیا لیکن کام جاری رکھا۔ اٹھارہ بیس برس کے عرصے میں یہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچا، جسے الگ الگ چھے کتب کی صورت میں شائع کیا گیا۔ اس ضمن میں بعض اقبال شناسوں کو اندیشہ تھا کہ پروفیسر صاحب کا یہ منصوبہ اقبال دشمنی کے رجحان کو مزید حوالے فراہم کر کے اس کی تقویت کا سبب نہ بن جائے لیکن اشاعت کے ساتھ ہی یہ سب خدشات بے بنیاد ثابت ہوئے۔ ڈاکٹر ایوب صابر اس حوالے سے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ میرے اس منصوبے کو "خطرناک" قرار دیا گیا: یہ کہہ کر کہ اقبال پر اعتراضات کو اکٹھا کرنے سے مخالفین اقبال فائدہ اُٹھائیں گے۔ اس سے ملتی جلتی آرا بھی ظاہر کی گئیں۔ یہ نتیجہ تھا، اقبال کی عظیم شخصیت اور عظیم تر فکر پر اعتماد کی کمی کا۔ میں اعتراضات جمع کرتے وقت بھی پُر اعتماد تھا کہ علامہ اقبال اپنے مخالفین سے کہیں اونچی شخصی اور علمی وفکری سطح رکھتے ہیں۔......
یہ اعتماد کلامِ اقبال کے چالیس سالہ مطالعے اور ایم اے کی سطح پر مدتوں اقبالیات پڑھانے کا نتیجہ تھا۔"(۶)

یہاں یہ بات بھی قابلِ تحریر ہے کہ علامہ اقبال، ڈاکٹر ایوب صابر کے لیے، مرشد معنوی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی ذات میں دین سے گہرا تعلق، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکت سے سچا عشق اور پاکستان سے محبت بھی، کلامِ اقبال کی دین ہے لیکن اس سب کے باوجود آپ نے اپنی تحقیقات میں کہیں بھی اقبال کی حمایت میں تحقیقی اصولوں سے چشم پوشی نہیں کی۔ مخالفینِ اقبال کے لغو اور من گھڑت اعتراضات پر جذباتیت کا شکار ہو کر آپے سے باہر بھی نہیں ہوئے۔ آپ نے خا✪ علمی و تحقیقی انداز میں اپنا زاویۂ نظر پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

"وہ غصے میں آتے ہیں نہ آپے سے باہر ہوتے ہیں۔ کف در دہاں گریباں دریدگی کا دور دور تک شائبہ نہیں اور نہ عقیدت کی شدت سے عقل وفراست کی آنکھیں چندھیاتی ہیں۔ ان کی تحریروں کو عام قاری، غیر ادیب اور اقبال گریز لوگ بھی پڑھ کر کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ ...... آپ نے کہیں جارحیت یا اقبالی پروا یکنوازم کا انداز اختیار نہیں کیا۔ ان کا یہ دعویٰ بھی نہیں ہے کہ وہ دشمنانِ اقبال پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا ادعائے علمی یہ ہے کہ وہ معترضینِ اقبال کی، ذاتیات اور نظریات پر مبنی اقبال شکنی Iqbal Bshing کا پردہ صداقت و دیانت اور تحقیقِ علمی کے اصولوں کے تحت چاک کر کے الزامات کی اصل حقیقت دنیائے علم وادب کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔"(۷)

کسی بھی شاعر، مفکر، ادیب، محقق، نقاد اور دانش ور کی علمی وادبی اور شخصی عظمت کی ایک بڑی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ مرتبۂ عظمت (Sublimity) کو چھو لے۔ یہ معیار حاصل کرنے کے لیے فکر وخیال کی

ہے۔ان کے شب و روز مطالعۂ اقبالیات میں گزرے ہیں۔آپ نے فکرِ اقبال کو صحیح تناظر میں سمجھتے ہوئے معترضین کی طرف سے عائد کردہ تمام الزامات کو نہ صرف رد کیا بلکہ تنقیدی اصولوں پر کھرا کھوٹا الگ کر دکھایا۔''(۸)

سچ یہ ہے کہ ڈاکٹر ایوب صابر نے اپنے سنجیدہ، محققانہ اور علمی تجزیے سے اقبال کا ناقابلِ فراموش دفاع کیا اور شاعرِ مشرق کے مقامِ بلند کو زیادہ اُجاگر کر دیا ہے۔

''اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' جہاں ایک بے مثال تحقیقی کارنامہ ہے، وہاں اقبالیات بلکہ اُردو میں تنقید پر تنقید کا سب سے بڑا نمونہ ہے۔ آپ کے اس منفرد منصوبے کی داد آنے والا زمانہ بھی دے گا۔ ماہرین اقبالیات اور ناقدین ادب، آپ کے اس کام کو اپنی نوعیت کا سب سے بڑا علمی و تحقیقی منصوبہ قرار دے چکے ہیں۔اس میں کچھ شک نہیں کہ مدافعتِ اقبال میں تحقیق و تدقیق کا ایسا بھرپور، مورچہ بند مستند اور منظم معرکہ شاید ہی کوئی اور اقبال شناس انجام دے سکے۔اس ضمن میں ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر ایوب صابر نے جس نفاست، سلیقے اور محنت سے یہ کام کیا ہے، یہ مثالی ہے۔......ان کے سلسلۂ تصانیف کو اقبالیات کے باب میں ایک ہمیشہ رجوع کیے جانے والے حوالہ جاتی کام اور اُردو میں اپنی نوعیت کے واحد تحقیقی و تجزیاتی مطالعے کی ایک مبسوط و منفرد مثال کے طور پر دیکھا جائے گا۔''(۹)

ڈاکٹر ایوب صابر کے اس علمی منصوبے کی کتب حسبِ ذیل ترتیب سے شائع ہوئیں:

۱۔ اقبال دشمنی ایک مطالعہ — ۱۹۹۳ء
۲۔ اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ — ۲۰۰۳ء
۳۔ اقبال کا اُردو کلام: زبان و بیان کے چند مباحث — ۲۰۰۳ء
۴۔ معترضینِ اقبال — ۲۰۰۴ء
۵۔ تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ — ۲۰۰۳ء
۶۔ اقبال کی فکری تشکیل: اعتراضات و تاویلات کا جائزہ — ۲۰۰۷ء
۷۔ اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ — ۲۰۱۲ء

اس آخری کتاب کا ایک باب ''اقبال کا تصورِ اجتہاد: مخالفانہ اور موافقانہ ردِعمل'' کے نام سے

آئی آر ڈی نے ۲۰۱۸ء میں الگ کتابی شکل میں شائع کیا۔ ''اقبال کا تصورِ اجتہاد: مجموعۂ مقالات'' آپ کی مرتب کردہ کتاب ہے۔ یہ پہلی دفعہ ۲۰۰۸ء میں، دوسری مرتبہ ۲۰۱۱ء میں اور تیسری بار ۲۰۱۸ء میں شائع ہوئی۔

''اقبال دشمنی ایک مطالعہ'' بعض معاندانہ اور مخالفانہ کتب کا جائزہ ہے، بعد کی چھے کتب ایک موضوع کے مختلف پہلو ہیں چناں چہ انھیں ''اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' کے نام سے ایک ہی کتاب میں، جس کی تین جلدیں ہیں، ۲۰۱۸ء میں اقبال اکادمی پاکستان نے شائع کیا ہے۔ ذیل میں ان سب کتب کا تعارفی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اقبال دشمنی ایک مطالعہ

''اقبال دشمنی ایک مطالعہ'' پروفیسر ایوب صابر کی اقبالیاتی ادب سے متعلق پہلی کتاب ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۹۳ء میں جنگ پبلشرز کے زیرِ اہتمام منظرِ عام پر آیا تھا۔ قارئینِ ادب اور ماہرینِ اقبالیات نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا؛ چناں چہ جنگ پبلشرز کو جلد ہی اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنا پڑا۔ جب جنگ پبلشرز نے کتابوں کی اشاعت کا کام سمیٹ لیا، کتاب کی ضرورت و اہمیت کو دیکھتے ہوئے، پروفیسر عبدالجبار شاکر نے، اس کی اشاعت ''نشریات'' کے سپرد کر دی۔ اب یہ کتاب ''نشریات'' لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہوتی ہے۔ یہ کتاب اقبال کی مخالفت میں لکھی جانے والی بعض معاندانہ کتب کا تحقیقی جائزہ ہے۔

اس کتاب پر پروفیسر ایوب صابر کو ۱۹۹۵ء کا اباسین ادبی گولڈ میڈل بھی ملا۔ اگرچہ زیرِ نظر کتاب آپ کے ایم فل کا مقالہ ''اقبال پر بعض معاندانہ کتب کا جائزہ'' ہے جسے نظرِ ثانی کے بعد ''اقبال دشمنی ایک مطالعہ'' کے نام سے شائع کیا گیا؛ تاہم اس مقالے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے اس مقالے کو پی ایچ ڈی کے ہم پلہ قرار دیتے ہوئے پروفیسر ایوب صابر کو ڈاکٹر ایوب صابر لکھا تھا۔

''اقبال دشمنی ایک مطالعہ'' کی علمی و ادبی حلقوں میں خوب پذیرائی ہوئی۔ ناقدین اور ماہرینِ اقبالیات نے دفاعِ اقبال کے سلسلے میں پروفیسر ایوب صابر کی اقبال شناسی، گہرے مطالعے اور مدلل انداز میں دفاعِ اقبال کو بے حد سراہا۔ جید اقبال شناسوں اور معتبر نقادوں نے اس پر ریویو لکھے۔ ان میں

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر محمد ریاض، ڈاکٹر رحیم بخش شاہین اور آئی یو جرال قابل ذکر ہیں جبکہ ڈاکٹر جاوید اقبال اور ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی آرا کتاب کی ابتدا میں شامل ہیں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں:

"پروفیسر ایوب صابر نے اقبال پر معاندانہ کتب کا جائزہ لے کر اقبال شناسی کی ایک نئی جہت کی طرف ہماری توجہ مبذول کی ہے...... یہ موضوع بہت وسیع و عریض ہے۔ امید واثق ہے وہ اس میدان میں اپنی تحقیق جاری رکھتے ہوئے، اس موضوع پر مزید جلدیں پیش کریں گے۔"

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"علامہ اقبال سے محبت کا دم بھرنے والوں کی کمی نہیں اور اقبالیات پر لکھنے والے بھی بے شمار ہیں مگر فکرِ اقبال کا فہم و شعور کم لوگوں کو حاصل ہے۔ پروفیسر ایوب صابر کا شمار ایسے ہی "کم لوگوں" میں ہونا چاہیے۔ انھوں نے تنقیدِ اقبال کے ایک ایسے پہلو پر قلم اُٹھایا ہے جس طرف اقبالیاتی ادب میں کچھ زیادہ توجہ نہیں دی جا سکی تھی۔"

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی مزید لکھتے ہیں:

"ایک ایسے صاحبِ قلم کے لیے، جو اقبال کو بڑا شاعر اور مفکر سمجھتے ہوئے اس سے محبت و عقیدت رکھتا ہو اور اس کے لیے اپنے محبوب شاعر کی حیثیت مرشد معنوی کی ہو، اقبال مخالف تحریروں کا تجزیہ کرنا خاصا مشکل کام ہے۔ بے جا اور لغو اعتراضات پر کلام کرتے ہوئے ردِعمل کا اندیشہ رہتا ہے۔ زیرِ نظر مطالعے کی ایک خوبی یہ ہے کہ تجزیہ نگار کسی جوابی تلخ نوائی کا شکار نہیں ہوئے اور انھوں نے خنک مزاجی اور توازن سے کام لیتے ہوئے تنقید کا ایک خاص معیار برقرار رکھا ہے۔ پھر انھوں نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ ان کے توازنِ فکر و ذہن کا ثبوت ہے۔"

آپ کی یہ کوشش اس لحاظ سے بھی قابلِ تحسین ہے کہ بعض اقبال مخالف کتابوں کا اس قدر بھرپور اور تفصیلی تجزیہ، پہلی بار ایک منظم شکل میں سامنے آیا۔

ڈاکٹر رحیم بخش شاہین اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"اس میں کچھ شک نہیں کہ اکثر اعتراضات کے جوابات پہلے بھی دیے گئے تھے

لیکن یہ جوابات جزوی نوعیت کے تھے اور منتشر تھے۔ پروفیسر ایوب صابر نے جہاں اس کام کو مربوط انداز میں انجام دینے کی کوشش کی ہے، وہاں تحقیق وتنقید کے تقاضوں کا بھی بخوبی لحاظ رکھا ہے۔ اس بنا پر پروفیسر ایوب صابر نے اقبال کے دفاع یا معترضینِ اقبال کی تردید کو پہلی بار مربوط اور نتیجہ خیز بنانے کی سعی کی ہے.......... انھوں نے اقبال کی زبان و بیان، افکار اور شخصیت، تینوں پہلوؤں پر ہونے والے اعتراضات کا جائزہ اس طرح لیا ہے کہ بہت سے دیگر معترضین کا جواب بھی فراہم ہوگیا ہے۔ کتاب کا ہر صفحہ ان کی محنت و کاوش کا آئینہ دار ہے اور وہ اپنی اس تصنیف کے بارے میں بجا طور پر کہہ سکتے ہیں:

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم"(۱۰)

اقبال کی حیثیت دُنیا کے لیے اور پاکستان کے لیے کیا ہے اور ان پر کیے گئے اعتراضات کا توڑ کیوں ضروری ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ایوب صابر کی سوچ ان اقتباسات سے واضح ہوتی ہے۔

"علامہ اقبال بڑے مفکر اور بڑے شاعر ہیں۔ نسلِ انسانی میں ایسی ہستیاں کم پیدا ہوئی ہیں جو بیک وقت بڑی شاعری اور بڑے فکر کی حامل ہوں۔ ان گنی چنی ہستیوں میں اقبال منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔ وہ دُنیا میں انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کی نشأۃِ ثانیہ اس انقلاب کا باعث بن سکتی ہے۔ اقبال کی فکر انگیز شاعری مسلمان کو مسلمان بناتے اور ملّتِ اسلامیہ کو عالمی قیادت پر فائز کرنے کے لیے ایک محرک قوت ہے۔ اسلامی دُنیا کے لیے وہ مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی حیثیت آفاقی بھی ہے۔ مادہ پرستی کے ظلمات میں وہ دُنیا بھر کے لیے، ایک روشن ستارہ ہیں۔"(۱۱)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"پاکستان کے لیے اقبال کی اہمیت کہیں زیادہ ہے۔ یہ ملک اقبال ہی کے نظریۂ قومیت کا ثمر ہے۔ انھوں نے اپنے افکار کو پُرتاثیر شاعری اور واضح نثر میں پیش کیا اور عملی سیاست میں حصہ لے کر جداگانہ مسلم ریاست کی راہ ہموار کی۔ جس طرح تصوّرِ پاکستان اقبال کا مرہونِ منت ہے، اسی طرح استحکامِ پاکستان کا

انحصار بھی اقبال کے افکار پر ہے۔ مستحکم پاکستان عالمِ اسلام کے اتحاد میں اہم
کردار ادا کر سکتا ہے اور متحدہ عالمِ اسلام، تعمیرِ نو کے عمل سے گزر کر، دُنیا بھر کو حق
کی راہ پر گامزن کر سکتا ہے۔''(۱۲)

''اقبال دشمنی ایک مطالعہ'' میں پروفیسر ایوب صابر نے علامہ اقبال کی شخصیت، شاعری اور فکر پر معاندانہ اور متعصبانہ انداز میں لکھی جانے والی کتابوں کا تفصیل سے تحقیقی تجزیہ کر کے، مضبوط دلائل وشواہد سے، علمی بنیادوں پر معتر ⊙ کے اعتراضات کی تردید کی ہے۔ یہ معروضی وناقدانہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے کے تین ابواب ہیں، دوسرے کے دو اور تیسرے حصے کے چار۔ یوں کتاب کے کل نو ابواب ہیں۔ پہلے حصے میں ان کتابوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جن میں اقبال کی شخصیت کے بارے میں مخالفانہ اور مخاصمانہ مواد موجود ہے۔ اس حصے کی پہلی کتاب ''خدوخالِ اقبال'' از محمد امین زبیری ہے۔ پروفیسر ایوب صابر کے نزدیک، امین زبیری کی طبیعت میں عیب جوئی کا عنصر نمایاں ہے۔ علامہ اقبال کی سوانح اور شخصیت پر، اس کتاب میں اعتراضات کی بوچھاڑ کی گئی ہے۔ بقول پروفیسر موصوف امین زبیری نے زیادہ تر معاد ضے پر سوانح عمریاں لکھی ہیں۔ ان میں صرف تعریف ہے۔ البتہ شبلی اور اقبال پر جو سوانحی تحریریں ہیں، ان میں صرف تنقیص ہے۔

''خدوخالِ اقبال'' میں امین زبیری نے اقبال کی شخصیت، شاعری اور فکر پر متعدد ناروا اعتراضات کیے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے معترض کے ہر اعتراض کو معقول دلائل اور واضح شواہد سے رد کیا ہے۔ مثلاً موصوف کا اعتراض ہے کہ ''قرآنِ مجید میں شاعروں کے متعلق جو کچھ ارشاد ہے وہ اقبال پر منطبق ہوتا ہے۔'' یہ انتہائی خطرناک اعتراض ہے۔ پروفیسر ایوب صابر نے قرآن مجید کی سورہ ''الشعرا'' کی آیات ۲۲۴ تا ۲۲۷ میں جن شعرا کی مذمت اور جن کی تعریف کی گئی ہے، ان کی خصوصیات کو پہلے ایک فہرست کی شکل میں ترتیب دیتے ہوئے لکھا ہے:

''ان آیات میں جن شعرا کی مذمت کی گئی ہے، ان کی خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ ان کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔
۲۔ ان کی کوئی ایک متعین راہ نہیں ہے۔ جس پر وہ سوچتے اور اپنی قوتِ گویائی صرف کرتے ہیں۔
۳۔ ان کے ہاں کہنے کی باتیں اور ہیں اور کرنے کی اور...... مثلاً مضمون بے نیازی اور خودداری کا بیان کریں گے اور خود حرص وطمع میں ذلت کی آخری حد پار کر جائیں گے۔

جو شعرا اس مذمت سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کے اوصاف یہ ہیں:

۱۔ وہ صاحبِ ایمان ہوتے ہیں۔

۲۔ ان کے عمل نیک ہوتے ہیں۔

۳۔ وہ اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔ عام حالات میں بھی اور اپنے کلام میں بھی۔

۴۔ وہ ظلم کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت کعب بن مالک سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ظالموں کی ہجو کرو۔ تمھارا شعر ان کے لیے تیر سے زیادہ تیز ہے۔"(۱۳)

پروفیسر ایوب صابر نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قابلِ مذمت شاعروں کی جو خصوصیات قرآن نے بیان کی ہیں ان میں سے علامہ اقبال میں کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ اقبال کے پیچھے چلنے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے پاکستان حاصل کیا۔ اقبال کے پیچھے چلنے والے وہ لوگ ہیں جو پاکستان میں اسلامی معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اقبال کے افکار سے متاثر لوگ جہاں کہیں بھی ہیں وہ اللہ کے سپاہی ہیں۔ علامہ اقبال کی ایک راہ متعین تھی۔ یہ راہ انھوں نے مارچ ۱۹۰۷ء میں حسبِ ذیل شعر میں متعین کی تھی:

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری نفس مرا شعلہ بار ہوگا

اقبال مسلمان کو مسلمان بنانا چاہتے تھے۔ ملتِ اسلامیہ محکومی، انتشار اور زوال کا شکار تھی۔ اس کی آزادی، اس کا اتحاد، ان کا مقصد تھا اور وہ اس کی غالب حیثیت کو بحال کرنا چاہتے تھے۔ اقبال اسی مقصد کے لیے سوچتے رہے اور اپنی تمام تر قوتِ گویائی اسی کے لیے صرف کر دی۔ اقبال کا معاملہ ان شعراء سے مختلف ہے جو کہتے کچھ اور کرتے کچھ ہیں۔"(۱۴)

اقبال دشمنی ایک مطالعہ کے پہلے حصے کی دوسری معاندانہ کتاب "علامہ اقبال اور ان کی پہلی بیوی" از حامد جلالی ہے۔ یہ کتاب فرزندِ اقبال، آفتاب اقبال کے ایما پر حامد جلالی نے لکھی ہے۔ آفتاب اقبال کم و بیش اٹھارہ سال تک، اقبال کی زندگی میں ان کے خلاف مخالفانہ سرگرمیوں اور الزام تراشیوں میں مصروف و جتلا رہے اور اپنی والدہ کی طرف داری میں خود ساختہ کہانیاں تراشتے رہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر

نے عطا محمد، معراج بیگم اور آفتاب اقبال کے خطوط اور محافظ خانہ حیدر آباد کے ریکارڈ کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا۔ جس کی بدولت ہر ایک الزام غلط اور بے بنیاد ثابت ہوا ہے۔

حامد جلالی نے بزعم خود، آفتاب اقبال اور کریم بی کو بے قصور ثابت کیا ہے اور اقبال کو غاصب و ظالم ٹھہرایا ہے۔ یہ دعوے حقائق کے منافی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے تحقیق کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے جملہ الزامات کا توڑ بڑے مؤثر انداز میں کیا ہے۔

پہلے حصے کی تیسری کتاب برکت علی گوشہ نشین کی "مکائد اقبال" ہے۔ اس کتاب میں اقبال کے خلاف بغض و عناد کا اظہار بڑی شدت سے کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اقبال کو فاسق ا ① و قرار دیا ہے۔ برکت علی گوشہ نشین شیعہ تھے۔ فرقہ پرستی کی بدولت اقبال پر ناروا اعتراضات عائد کیے۔ پروفیسر ایوب صابر نے "مکائد اقبال" کا جائزہ لیتے ہوئے نہ صرف برکت علی گوشہ نشین کے جملہ اعتراضات کا مضبوط شہادتوں سے توڑ کیا ہے بلکہ موصوف کی فرقہ پرستی، ذہنی کم ما ۞ اور تنگ نظری کا بھی خوب پردہ چاک کیا ہے۔ نیز واضح کیا ہے کہ:

> "برکت علی گوشہ نشین متعصب اور فرقہ پرست مولوی ہے۔ موصوف کے نزدیک ہر سنی جہنمی ہے۔ اقبال کی اس لیے مخالف کی کہ انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کو "صدیق" اور حضرت عمرؓ کو "فاروق" کیوں کہا ہے۔ گوشہ نشین نے لکھا ہے کہ حضرات ثلاثہ اور حضرت علیؓ کی محبت، ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔ اقبال چوں کہ چاروں خلفائے راشدین سے محبت کرتے ہیں، اس لیے گوشہ نشین کے خیال میں فاسد ا ② و اور فریبی ہیں۔ "مکائد اقبال" ایسی ہی لغویات پر مبنی کتابچہ ہے۔"(۱۵)

پروفیسر ایوب صابر نے "اقبال دشمنی ایک مطالعہ" کے دوسرے حصے میں برکت علی گوشہ نشین کی دو مزید کتابوں "اقبال کا شاعرانہ زوال" اور "خادمانہ و مؤدبانہ تبدیلیاں" کا بھی بھرپور محاکمہ کیا ہے۔ اوّل الذکر کتاب میں اس طرح کے اعتراضات کو جمع کیا گیا ہے جو اہل زبان حضرات عام طور پر کیا کرتے تھے۔ مؤخر الذکر کتاب میں موصوف کی اصلاحوں اور مجوزہ تبدیلیوں کو زبان و بیان کے تناظر میں پرکھتے ہوئے جس انداز سے پروفیسر ایوب صابر نے مسترد کیا ہے، اس کے بعد موصوف کی اصلاحیں عبرت کا نشان نظر آتی ہیں۔

''اقبال دشمنی ایک مطالعہ'' کے تیسرے اور آخری حصے میں، روایتی عجمی تصوف، جسے اقبال، اسلام مخالف ہونے کی بنا پر مسترد کر چکے تھے، کی حمایت میں لکھی گئی ''مثنوی سرالاسرار'' از ڈاکٹر خواجہ معین الدین جمیل کے اعتراضات کا توڑ ہے۔ پروفیسر ایوب صابر نے ''اسرار خودی'' کے تناظر میں اقبال کے فکر بلند کو مزید نمایاں کیا ہے۔ نیز تصوف کے متعلق اقبال کے درست نقطۂ نظر کو بھی واضح کیا ہے۔ اس حصے میں آپ نے مجنوں گورکھ پوری اور صائب عاصمی کے اعتراضات کو بھی عمدگی سے ٹھکانے لگایا ہے۔ دونوں نے اشتراکیت کے زیر اثر اقبال کے اسلامی رجحان کو ہدف تنقید بنایا۔

اس کتاب کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ پروفیسر ایوب صابر کی تلاش و جستجو کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ آپ اپنے موضوع سے متعلق چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ آپ نے پیش نظر جائزے میں اقبال کے نکتہ چینوں کی لغزشوں کو دلائل و براہین سے واضح کرتے ہوئے، ان کے ناروا اعتراضات اور غلط دعوؤں کی مدلل تردید کی ہے۔

معترضینِ اقبال

''معترضینِ اقبال'' ۲۰۰۴ء میں انٹرنیشنل پبلی کیشنز، نئی دہلی کے زیر اہتمام شائع ہوئی اور پاکستانی قارئین نیز ماہرینِ اقبالیات کی دسترس سے زیادہ تر باہر رہی۔ پاکستان میں پہلی بار ''اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' میں یہ کتاب اول کے طور پر شامل ہو کر ۲۰۱۸ء میں منظرِ عام پر آئی۔ اس کتاب میں ڈاکٹر ایوب صابر نے مخالفتِ اقبال کے مختلف النوع گروہوں کا تعارف پیش کیا ہے اور ان کے مقاصد نیز تعصبات پر روشنی ڈالی ہے۔ معترضین و مخالفینِ اقبال اپنے تعصبات اور مقاصد کے لیے، پوری بیس ویں صدی کے دوران مخالفتِ اقبال میں سرگرداں رہے۔ انھوں نے اقبال کی شخصیت، شاعری اور افکار و تصورات کو مشکوک بنانے کے لیے سرتوڑ کوششیں کیں۔ ڈاکٹر ایوب صابر کہتے ہیں کہ مخالفین یہ تاثر اُبھارنے میں لگے رہے کہ جو شخص ایسا اور ویسا ہے، اس کا اسلام کیا اور اس کا تصورِ پاکستان کیا۔ شک کی صورت میں مسلمان اقبال کی رہنمائی کیوں کر قبول کر سکتے ہیں: چناں چہ یہ دیکھنا ضروری تھا کہ اعتراض کیوں ہوئے؟ مخالفین کون تھے؟ ان کے مقاصد کیا رہے ہیں اور اعتراضات والزامات کے ضمن میں اصل حقائق کیا ہیں؟

معترضین اور مخالفین میں ایک طرف اہلِ زبان، ہندو سیاست دان اور صحافی، متحدہ ہندی قوم

پرست، قدامت پرست مولوی اور عالمِ مغرب کے کئی ایک محققین و ناقدین شامل تھے تو دوسری طرف کئی مسلمان دانش ور و نقاد، مغرب پرست، اشتراکی اور قادیانی تھے جنھوں نے اپنے اپنے مقاصد اور تعصبات کے تحت، علامہ اقبال پر ناروا اور مغالطہ انگیز اعتراضات کی بھرمار کی۔ ڈاکٹر ایوب صابر لکھتے ہیں:

"معترضین ومخالفین کے اپنے اپنے ذاتی، گروہی، قومی اور بین الاقوامی تعصبات اور مقاصد ہیں۔ ابتدا میں اہلِ زبان نے اقبال کی زبان پر اعتراضات کیے۔ پھر ان اعتراضات کو مختلف شکلوں میں دُہرایا جاتا رہا۔ اسرارِ خودی شائع ہوئی تو وجودی اور جمودی تصوّف کے حامیوں نے معرکہ آرائی کی۔ اس کے انگریزی ترجمے سے مستشرقین کے کان کھڑے ہوئے اور اقبال کو مشرق سے طلوع ہونے والا خونی ستارہ قرار دیا۔ تحریکِ خلافت پر علامہ اقبال کو اعتراض نہیں تھا۔ اس تحریک کے ترکِ موالات میں ضم ہونے اور ہندو مسلم متحدہ قومیت کو اپنا لینے پر تھا۔ متحدہ ہندی قومیت کے حامیوں نے خوب گل کھلائے۔ فرقہ پرست مولویوں نے اپنی انتہا پسندی کے باعث انھیں کافر کہا جبکہ جمے جمائے فقہی مسائل نے اقبال کے تصوّرِ اجتہاد سے اختلاف کیا۔ اقبال نے قادیانیوں کا پول کھولا اور انھیں غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا تو ان کے خلاف ایک اور محاذ کھل گیا۔ آخری معرکہ متحدہ ہندی قومیت کے ضمن میں مولانا حسین احمد مدنی سے ہوا جن کے پیروؤں کا کہنا ہے کہ ہم اقبال کو ایک شاعر سے زیادہ حیثیت دینے کو شرعی جرم سمجھتے ہیں۔"(۱۶)

ڈاکٹر ایوب صابر مزید تحریر کرتے ہیں:

"ترانۂ ہندی والے اقبال سے ہندو خوش تھے لیکن ترانۂ ملی سے وہ بدمزہ ہوئے۔ اقبال کے اسلامی تصوّرِ قومیت نے انھیں ناراض کر دیا۔ خطبۂ الٰہ آباد میں اقبال نے الگ مسلم ریاست کا تصوّر پیش کیا تو ہندو برہم ہو گئے اور ایسے برہم ہوئے کہ ہندو پریس نے ہندوستان کے اس کونے سے اُس کونے تک علامہ اقبال کے خلاف زہرافشانی کی۔ ہندوؤں نے اقبال کی شخصیت اور ان

> کے فکر کو مسخ کرنے کی وسیع و مسلسل مہم چلائی جو ابھی جاری ہے۔ ترقی پسند تحریک نے بھی انہدامِ اقبال کی زوردار مہم چلائی، اس لیے کہ اقبال اسلام کے مقابلے میں بالشوزم سمیت کسی بھی ازم کے روادار نہیں تھے۔" (۱۷)

کتاب میں جملہ معترضین و مخالفینِ اقبال کو گیارہ گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو کہ حسب ذیل ہیں:

(۱) اہلِ زبان (۲) روایتی و عجمی تصوف کے حامی
(۳) مستشرقین (۴) ہندو
(۵) ہندی قوم پرست مسلمان (۶) تنگ نظر اور فرقہ پرست مولوی
(۷) اشتراکی اور دہریے (۸) حاسدین اور طالبانِ شہرت
(۹) قادیانی (۱۰) قدیمی اور جدید مسلمان
(۱۱) متفرق۔

اہلِ زبان، لسانی افتخار و تعصب اور روایتی اسلوب کی بندشوں کے اسیر تھے جبکہ اس کے برعکس اقبال کی شاعری مختلف تھی۔ اقبال نے اعلیٰ ترین اسلامی و انسانی افکار عمدہ ترین شعری پیکر میں پیش کیے۔ ڈاکٹر صاحب نے حکیم برہم، جوش ملسیانی، سیماب اکبرآبادی، جوش ملیح آبادی وغیرہ نیز اودھ پنچ کے اعتراضات کا ذکر اور ان کا محاکمہ کیا ہے۔ اس تعارف اور تجزیے نے اہلِ زبان کی لسانی برتری کے زعم کو ہوا میں اُڑا دیا ہے۔ اہلِ زبان کے اعتراضات پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "یہ بات لائق توجہ اور دلچسپ ہے کہ جن علاقوں کے شاعروں اور نقادوں نے اقبال کی شعری زبان کو ہدفِ اعتراض بنایا تھا، انھی علاقوں کے ادب و لسانیات نیز صوتیات کے ماہرین، اقبال کی تخلیقی زبان اور شعری و فنی عظمت و رفعت کے نئے نئے اسرار و رموز دریافت اور منکشف کر رہے ہیں۔" (۱۸)

"روایتی و عجمی تصوف کے حامی" کے زیرِ عنوان، وجودی تصوف، حافظ اور افلاطون پر اقبال کی تنقید، اسرارِ خودی کے خلاف قلمی ہنگامہ، حکیم تاج الدین کے الزامات، سردار عبدالقیوم کی مخالفتِ اقبال اور اس کی اصل وجہ کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اسلامی اور غیر اسلامی تصوف کا فرق و امتیاز اور تصورِ خودی کے اسلام کے مطابق ہونے کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

"مستشرقین" صلیبی جنگوں کے تعصبات سے باہر نہیں نکل پائے۔ وہ اقبال کے اسلامی نشاۃِ ثانیہ

اور اسلامی اتحاد کے تصوّر سے خوف زدہ رہے ہیں۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے ای ایم فوسٹر، ایل ڈکنسن، کانٹ ویل سمتھ، گب، سور لے، گیلیوم، رالف رسل اور ایڈورڈ تھامسن کے حوالے سے ان کے مخالفتِ اقبال کے محرکات پر روشنی ڈالی ہے۔

اسلامی قومیت کے تصوّر نے ہندوؤں کو بیخ پا کیا۔ خطبۂ الہ آباد کے باعث ان کی مخالفت میں شدت آئی، ہندو معتر ◉ میں آنند نرائن ملا، سچدا نند سنہا، لالہ دینا ناتھ، ڈاکٹر تارا چند رستوگی اور فراق گورکھ پوری وغیرہ شامل ہیں۔۔ ہندو دانش وروں اور سیاست دانوں نے اقبال پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی ہے۔ وہ ہر صورت میں تصوّرِ پاکستان کو کمزور کرنے کے در پے ہیں۔ ڈاکٹر ایوب صابر لکھتے ہیں:

> "ہندو سیاست دانوں اور دانش وروں کا اصل ہدف پاکستان اور نظریۂ پاکستان ہے۔ پاکستان کے پس منظر میں علامہ اقبال کا فکر ہے، جو پاکستان کی حقیقی اور پائیدار بنیاد ہے۔ اس بنیاد کو کمزور کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ علامہ اقبال کو شخصی اور فکری اعتبار سے فرو مایہ ثابت کر کے منہدم کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ اقبال کا فکری رشتہ پاکستان سے کاٹ دیا جائے۔ اس دوسرے نسخے پر بھی عمل ہو رہا ہے۔" (۱۹)

"ہندی قوم پرست (نیشنلسٹ) علما" میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا حسین احمد مدنی جیسے اکابر شامل تھے۔ ابوالکلام چوٹی کے نیشنلسٹ تھے۔ اگرچہ براہِ راست اقبال سے متعارض نہ ہوئے۔ ان سب کا وژن ناقص تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی کے مؤقف کی تردید اقبال نے اسلامی حوالے سے کی۔ دوسرے ہندی قوم پرست مسلمان دانش ور بھی ہندوؤں کی ڈگر پر چلتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے سب کا پردہ چاک کیا ہے۔ اس ضمن میں آپ لکھتے ہیں:

> "ہندی قوم پرست بھارتی مسلمان دانش ور خدا کی رضا پر ہندو کی خوشنودی کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ اگر مسلم یک جہتی کے فروغ پر توجہ دیتے تو آج مسلمان اس قدر محروم اور بے بس نہ ہوتے۔" (۲۰)

"معترضینِ اقبال" کے ایک باب میں شدت پسند اور فرقہ پرست مولویوں کے اقبال پر کیے جانے والے اعتراضات کی نوعیت اور محرکات کو سامنے لایا گیا ہے۔ ان مسلکی علما نے فکرِ اقبال سے اس لیے انحراف کیا کہ اقبال کا فکر مسلکی قیود سے بالاتر تھا۔ ان معتر ◉ کی تنگ نظری اور اسلام کی ناقص تفہیم

،اقبال پر اعتراضات کا باعث بنی۔ بقول ڈاکٹر ایوب صابر:

> ''مسلکی کٹر پن کے حامی اور جامد قسم کے مولوی اس زعم میں مبتلا ہیں کہ جس طرح علاج کرنا ایک ڈاکٹر کا کام ہے، اسی طرح مذہبی امور پر ان کا اجارہ ہے۔ وہ ایک دوسرے کی مٹی پلید کرتے ہیں اور دینی معاملات میں ''غیر علما'' کی مداخلت برداشت نہیں کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ وضو، نماز، روزہ اور قربانی کے مسائل سے نیم خواندہ مولوی بھی واقف ہوتے ہیں اور اس طرح کی عوامی ضروریات وہی پورا کرتے ہیں۔ اسلامی زندگی کے یہ امور اہمیت رکھتے ہیں لیکن اسلام یہی کچھ نہیں۔ اسلام اجتماعی، سیاسی، قانونی، معاشی، انفرادی اور ملی زندگی کے جملہ امور کا احاطہ کرتا ہے۔'' (۲۱)

''اشتراکی'' معترضین میں احمد علی، اختر حسین رائے پوری، سبط حسن، کانٹ ویل سمتھ، مجنوں گورکھ پوری، علی سردار جعفری اور علی عباس جلالپوری شامل ہیں۔ ڈاکٹر ایوب صابر کی تحقیق کے مطابق اشتراکی اور دہریے اقبال پر اس لیے اعتراض کرتے ہیں کہ اقبال کے افکار کا ماخذ قرآن ہے، جو توحید اور رسالت کا سرچشمہ ہے۔ اقبال کے افکار کی بنیاد صداقت پر تھی۔ اشتراکیت ایک سراب تھا۔ جس کی کوئی بنیاد نہ تھی۔ اشتراکی اقبال کی مخالفت اس لیے کرتے رہے کہ اقبال اشتراکی نہیں تھے۔ ڈاکٹر ایوب صابر لکھتے ہیں:

> ''بے خدا اشتراکیت جبر کا شکنجہ ثابت ہوئی اور اپنی موت آپ مر گئی لیکن ترقی پسند حضرات کا زور پہلے اقبال شکنی پر تھا اور بعد میں اقبال کو اشتراکی ثابت کرنے پر۔ دونوں رویے شرمناک ہیں۔'' (۲۲)

''معترضینِ اقبال'' کے آٹھویں باب میں ''حاسدین اور طالبانِ شہرت'' کے زیر عنوان ان معترضین اور مخالفین کا محاکمہ کیا گیا ہے، جنھوں نے اقبال کے افکار و تصورات اور اقبال کی شخصیت پر حسد کے باعث اور شہرت کی طلب میں اعتراضات کیے۔ معترضینِ اقبال میں حریفوں، حاسدوں اور شہرت کے طلب گاروں کا دائرہ وسیع ہے۔ رقابت، حسد اور شہرت طلبی کے امراض میں مبتلا اکثر حضرات گم ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر ایوب صابر گم شدہ معترضین میں سے حکیم تاج الدین تاج، سیاسی اور ملی حوالے سے چودھری رحمت علی اور علامہ مشرقی جبکہ شعرا میں سے جوش ملسیانی، فانی بدایونی، مرزا یاس یگانہ،

سیماب اکبر آبادی، فراق گورکھ پوری اور جوش ملیح آبادی کے اعتراضات اور ان کی نوعیت پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"حاسدینِ اقبال کی تحریروں میں عموماً بدحواسی کی کیفیت نظر آتی ہے۔ ان کا مقصد اقبال کو گرا کر اپنا قد کاٹھ اونچا کرنا تھا۔ ان میں سے اکثر نے اقبال کے خلاف غیر شائستہ زبان استعمال کی ہے اور یہ بات لائق توجہ ہے کہ سوقیانہ زبان استعمال کرنے والے بیشتر بُرے انجام سے دوچار ہوئے۔ یہ صاحبان حسد و رقابت کی آگ میں جلتے رہے یا مخالفتِ اقبال کو شہرت کا ذریعہ سمجھا اور علامہ اقبال کو ہدفِ اعتراض و ہذیان بنا کر اپنے پندار کو تسکین دی۔" (۳۳)

نویں باب میں "قادیانی" معترضین اور ان کے اعتراضات کے محرکات اور اقبال کے عقیدۂ ختمِ نبوت پر روشنی ڈالی ہے۔ ان امور سے بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر ایوب صابر نے لکھا ہے کہ:

"قادیانیت کے بانی نے ختمِ نبوت کے عقیدے میں نقب لگائی اور قادیانی اب تک بھول بھلیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اقبال پر معترض ہیں لیکن اپنی گمراہی پر معذرت خواہ نہیں ہیں۔" (۳۴)

دسویں باب میں پروفیسر موصوف نے "قدامت پرست اور مغرب پرست" معترضین کے اعتراضات کو بیان کیا ہے۔ قدیم و جدید کی تفریق اور اقبال کے ہاں قصۂ قدیم و جدید کی وضاحت کرتے ہوئے، ڈاکٹر ایوب صابر نے ایک جگہ لکھا ہے:

"جدید اور قدیم ذہن کا یہ فرق و بُعد اقبال کے متوازن نقطۂ نظر یا فہمِ اسلام کو اپنانے سے دور ہو سکتا ہے۔ اقبال زمین، زمانے اور زندگی کے اعتبار سے قصۂ قدیم و جدید کو، بجا طور پر، کم نظری خیال کرتے ہیں۔ اقبال قدیم و جدید کی خوبیوں کے جامع ہیں۔ توحید کا نغمہ فصلِ گل و لالہ کا پابند نہیں ہے اور نبوت کفایتِ فکر اور کفایتِ وقت کی ضامن ہے۔ نسلِ انسانی طویل تجربے سے گزر کر ایک عرصے کے بعد جس صداقت تک پہنچتی ہے، نبی اس کا انکشاف پہلے کر دیتا ہے۔ عدل، مساوات، اخوت، حریت اور تکریمِ آدمیت کے اصولوں کا انکشاف نبی کی زبان سے ہوا۔ یہ اصول جتنے پُرانے ہیں اتنے ہی نئے بھی ہیں

اور انھی پر انسانیت کے روشن مستقبل کا انحصار ہے۔ قدیم میں سے اقبال سلطانی (ملوکیت، جاگیرداری اور ہر طرح کی چودھراہٹ) ملائی (مذہبی پیشواؤں کی اجارہ داری) اور پیری (عجمی تصوف، تقدیر پرستی، جمود، توہم پرستی) کو رد کرتے ہیں۔ جدید میں ان تمام رجحانات اور نظریات کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہیں جو اسلام کے منافی ہیں اور جن میں ملحدانہ اشتراکیت، بے لگام سرمایہ داری اور جنگ زرگری کے نتیجے میں قائم ہونے والی جمہوریت شامل ہے۔ یہ جمہوریت نظری اعتبار سے عوام کی لیکن عملاً صاحبانِ زر کی حکمرانی قائم کرتی ہے۔" (۲۵)

کتاب کے آخری باب میں "متفرق" معتر ⊙ ومخالفین کے اعتراضات اور ان کی نوعیت بیان کی گئی ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ بعض افراد کا اقبال سے عقیدت مندی، دوستی یا رشتہ و پیوند کا تعلق تھا لیکن اقبال ان کی منشا کے مطابق نہ چلے تو انھوں نے اقبال کے خلاف الزام تراشی کی۔ ان معتر ⊙ میں شیخ اعجاز احمد، سر فضل حسین اور ان کے ہمنوا، مرزا جلال الدین، آفتاب اقبال اور رشیدہ بیگم شامل ہیں۔

علامہ اقبال کی شخصیت اور فکر وفن پر کیے گئے اعتراضات والزامات کا توڑ پیش کرنے کے لیے لازمی تھا کہ پہلے ان اعتراضات والزامات کی نوعیت ومحرکات کو سامنے لایا جائے اور معتر ⊙ ومخالفین کی شناخت کرائی جائے۔

زیرِ نظر جائزے میں ڈاکٹر ایوب صابر نے معتر ⊙ کے مختلف گروہوں کے اقبال دشمنی کے محرکات بہ تفصیل بیان کیے ہیں۔ اس جائزے کے ذریعے پہلی مرتبہ عام قارئین اور ماہرینِ اقبالیات، معتر ⊙ ومخالفین اقبال کے مختلف النوع گروہوں اور ان کے اعتراضات کی وجوہات، مقاصد اور تعصبات سے آگاہ ہوئے ہیں۔

اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ

"اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ" پہلی مرتبہ ۲۰۰۳ء میں بیت الحکمت لاہور کے زیرِ اہتمام منظرِ عام پر آئی۔ یہ کتاب علامہ اقبال کی شخصیت پر کیے گئے اعتراضات کا تفصیلی تحقیقی جائزہ

ہے۔ اس کی اشاعت سے پہلی مرتبہ نہ صرف اقبال کی عظیم شخصیت کا صحیح آئینہ منظر عام پر آیا ہے بلکہ یہ تحقیقی مطالعہ علاّمہ اقبال کے سوانح نگاروں کے لیے ان خطوط کا تعین کرتا ہے کہ وہ مغالطوں اور غلط فہمیوں سے الگ ہو کر علاّمہ کی سوانح لکھ سکیں۔ بقول ڈاکٹر ایوب صابر ''اقبال کی شخصیت کو مشکوک اور مردود بنانے کے لیے خوفناک مہم جاری رہی ہے۔ انہدامِ اقبال کے لیے وسیع اور زہریلا پروپیگنڈہ ہوتا رہا، طوائف کے قتل کا قصہ گھڑ کر مشہور کیا گیا کہ اُس بازار سے اقبال کا تعلق جوڑا جائے۔ انھیں شرابی اور عشق باز مشہور کیا گیا۔ کہا گیا کہ وہ انگریزوں کے آلۂ کار تھے۔ ان کے قول و فعل میں تضاد ہے۔ بے عمل اور مایوس انسان تھے۔ غیر محبِ وطن، شاہ پرست اور مسلم سامراجیت کے علمبردار تھے۔ انھوں نے اپنے پہلے بیٹے اور بیوی کے ساتھ غیر منصفانہ اور ناروا سلوک کیا۔ قادیانیت کے ساتھ ان کا تعلق تھا۔ نرگسیت، مایوسیت اور خوفِ مرگ کا شکار تھے۔ بعض الزامات اس زور دار انداز اور تواتر سے بیان کیے گئے کہ عام قارئین اور طلبہ ہی نہیں بلکہ اقبالیات کے اساتذہ تک شک و شبہ، میں مبتلا ہو گئے۔''

ڈاکٹر ایوب صابر نے، حسبِ معمول، ان سب اعتراضات کا جواب علمی تحقیق و تجزیہ اور مدلّل و مؤثر اسلوب کے ساتھ دیا ہے۔ اس ضمن میں اپنے زاویۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ''یہ خدشات اعتماد کی کمی کی وجہ سے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ علاّمہ اقبال کا اعلیٰ و ارفع اسلامی و انسانی وجدان کسی عیب دار شخصیت کا آئینہ دار نہیں ہو سکتا؛ چناں چہ دیانت داری کے ساتھ کی گئی علمی تحقیق آپ کے سامنے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال کی شخصیت کے بارے میں غیر جانبداری اور ہمدردی کے ساتھ، جس قدر تحقیق کی جائے وہ عظیم سے عظیم تر ثابت ہوتے ہیں۔''

اس کتاب کے سترہ ابواب ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

(۱) خاندان پر اعتراضات،
(۲) برہمن زادگی پر فخر
(۳) طوائف کا قتل
(۴) شراب نوشی
(۵) معاملات اور رنگ رلیاں
(۶) پہلی بیوی اور بڑے بیٹے سے ناروا سلوک

(۷) سر کا خطاب
(۸) انگریز سرکار سے وفاداری
(۹) مغرب دشمنی
(۱۰) شاہ پرستی اور مسلم سامراجیت
(۱۱) غیر محب وطن
(۱۲) فارسی گوئی
(۱۳) تضاد فکر و عمل
(۱۴) بے عملی
(۱۵) بداعمالی
(۱۶) مایوس انسان
(۱۷) نرگسیت، رومانویت اور خوف مرگ وغیرہ

ان سترہ ابواب میں سترہ الزامات کا توڑ تحقیق کی روشنی میں اور دلائل وشواہد کے ساتھ کیا گیا ہے۔ تحقیق وتنقید کا ایسا معیار ہے کہ مخالفین کے اعتراضات کو ٹھکانے لگانے کے ساتھ ساتھ، ماہرین اقبالیات کی سوچ میں تبدیلی کا باعث بھی بنتا ہے۔

اس ضمن میں ڈاکٹر ظہور احمد اعوان لکھتے ہیں:

> ''ڈاکٹر ایوب صابر نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے، اگرچہ یہ خود اپنا انعام ہے لیکن آنے والا زمانہ بھی اس کی داد دے گا۔ تحقیقی تجزیوں سے بھری تحریریں مجھے کاٹنے کو دوڑتی ہیں۔ میں ایوب صابر کا یہ مسودہ پڑھتا گیا اور تحریر مجھے اپنی گرفت میں لیتی گئی۔ موضوع اور متن میرا پسندیدہ ہے۔ مدافعتِ اقبال اور تحقیق وتدقیق کا یہ بھرپور، مورچہ بند، مستند اور معرکہ آرا منصوبہ اقبالیات کے موضوع پر ایک ارفع دستاویز ہے۔ ایک عام قاری کی طرح اقبال کے بارے میں میری اپنی بہت سے غلط فہمیاں اور تحفظات تھے۔ میری غلط فہمیاں دم توڑ گئیں اور افترا سازی کا بھرم کھل گیا۔''(۲۶)

جبکہ محمد سہیل عمر کہتے ہیں:

"اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کی شہرت اس کی اشاعت سے ایک قدم آگے رہی ہے۔ مجھ تک بھی کتاب کا مسودہ بعد کو پہنچا۔ اس پر سنی سنائی باتوں کا فشردہ پہلے وارد ہوا۔ کتاب دیکھنے سے قبل میرا تاثر یہ تھا کہ پروفیسر ایوب صابر کا یہ کام کہیں اقبال دشمنی کے رجحان کو مزید حوالے فراہم کر کے اس کی تقویت کا سبب نہ بن جائے لیکن کتاب کا مسودہ ہاتھ میں آیا اور اس کا مطالعہ کیا تو وہ اندیشہ رفع ہوگیا۔ پروفیسر ایوب صابر کا یہ کام بلاشبہ بہت سے فوری اور دیرپا فوائد رکھتا ہے۔...... وہ قارئین جن کی قلت معلومات اور عقیدت کے مابین ایک کشاکش رہتی ہے، انھیں اس کتاب کی صورت میں ایک مضبوط سہارا میسر آجائے گا۔ صرف اتنا ہی نہیں، کتنے ہی اعتراضات ایسے ہیں جن کا شافی جواب خود ہمیں ڈاکٹر ایوب صابر کے توسط سے حاصل ہوا اور صورت مسئلہ پوری طرح واضح ہوگئی۔ اس خارستان جرح و نقد میں ہم ایسے بہت سے قارئین ہوں گے جن کے لیے اس کتاب سے استفادہ گوناگوں فوائد رکھتا ہے۔"(۲۷)

ڈاکٹر ایوب صابر نے اقبال کی شخصیت کو مشکوک و مردود بنانے والوں کی تمام کوششوں کو بے نقاب کرتے ہوئے ہمیشہ کے لیے ان کا تدارک کر دیا ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ:

"عالمِ اسلام اور عالمِ انسانیت کے لیے اقبال کی فکری رہ نمائی، بہترین اثاثہ ہے۔ معترضین ⊙ و مخالفین نے اقبال کی عظیم شخصیت کو مسمار کرنے کی متواتر مہم چلا کر اس فکری رہ نمائی کو مخدوش و مشکوک بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس سے اسلامی و انسانی مقاصد کو زک پہنچ رہی ہے۔ علّامہ اقبال کا اعلیٰ و ارفع اسلامی و انسانی وجدان کسی عیب دار شخصیت کا آئینہ نہیں ہو سکتا۔ وہ مسلم بیداری اور احترامِ انسانیت کے داعی اور نقیب ہیں اور دونوں کا ربط باہمی بہت گہرا اور ناگزیر ہے۔ مسلم اور غیر مسلم دانش وروں اور صاحبانِ علم کو چاہیے کہ اس ربط کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اسی ادراک میں انسانیت کے روشن مستقبل کی رمز پوشیدہ ہے۔"(۲۸)

ڈاکٹر صاحب ایسے محقق ہیں جن کے تحقیقی کارناموں کو معتبر ناقدین نے اُردو ادب میں اعلیٰ تحقیق

کے نمونے قرار دیا ہے۔ آپ کی تحقیق وضاحت، منطقی ربط اور جامعیت جیسے محاسن سے مزین ہے۔ اس کے ساتھ علمی وقار، ضبط وتحمل، انسانی احترام اور بشری خوشدلی کا عنصر نمایاں ہے۔ اقبال کی شخصیت پر عائد کیے گئے اعتراضات انتہائی لغو اور ناروا تھے۔ آپ نے جملہ اعتراضات والزامات کا توڑ صداقت اور غیر جانبداری سے خالص تحقیقی وعلمی بنیادوں پر کیا ہے۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر ایوب صابر نے خالص علمی وتحقیقی اور تخلیقی انداز میں اقبال کی شخصیت پر وارد کیے جانے والے اعتراضات والزامات کا جائزہ لیا ہے اور انھیں مسترد کیا ہے۔ یہ کوشش ہر لحاظ سے قابل تحسین ہے۔...... ان کی تحریروں کو عام قاری، غیر ادیب اور اقبال گریز بھی پڑھ کر کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ انھوں نے کہیں جارحیت یا اقبال پرواکیئوازم کا انداز اختیار نہیں کیا۔ ان کا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ وہ دشمنانِ اقبال پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا ادعائے علمی یہ ہے کہ وہ معترضین اقبال کی ذاتیات ونظریات پر مبنی اقبال شکنی (Iqbal Bashing) کا پردہ صداقت ودیانت اور تحقیق علمی کے اصولوں کے تحت چاک کر کے الزامات کی اصل حقیقت دُنیائے علم وادب کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔"(۲۹)

بحیثیتِ مجموعی "اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ" ڈاکٹر ایوب صابر کا ایک اہم تحقیقی کارنامہ ہے۔ اس لیے بھی کہ پاکستان، عالمِ اسلام اور عالمِ انسانیت کی فکری رہنمائی کے لیے، اقبال کی شخصیت پر عائد من گھڑت اور بے بنیاد الزامات واعتراضات کا توڑ بہت ضروری تھا۔ آپ نے اس جائزے میں اقبال کی عظیم شخصیت کو عیب دار بنانے کی، مخالفین کی مذموم کوششوں کا سدِ باب کیا ہے۔ علامہ اقبال کی عظیم شخصیت کی درست تصویر کو نمایاں کرنے کی بڑی اہمیت ہے۔ اس بات کا گہرا تعلق اسلامی نشأۃِ ثانیہ کے ساتھ ہے۔ علاوہ ازیں مغالطوں سے پاک سوانح اقبال مرتب کرنے کی راہ ہموار ہوئی ہے۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر لکھتے ہیں:

> "اس کتاب کے مطالعے کے بعد پہلی دفعہ اس بات کے امکانات روشن ہوئے ہیں کہ اقبال کی ایک سچی اور صحیح سوانح لکھی جائے، یوں فاضل محقق نے اقبال کے سوانح نگاروں کا راستہ صاف کر دیا ہے۔
>
> ایں کار ازتو آید ومرداں چنیں کنند"(۳۰)

کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ

"کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ" اولاً مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد کے زیرِ اہتمام "اقبال کا اُردو کلام: زبان و بیان کے چند مباحث" کے نام سے ۲۰۰۳ء میں شائع ہوئی اور مختصر عرصے میں پہلا ایڈیشن فروخت ہوگیا۔ دوسری مرتبہ جب پورب اکادمی نے ۲۰۱۰ء میں اس کی اشاعت کا اہتمام کیا تو نام "کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ" رکھا گیا۔ زیرِ نظر کتاب اقبال کے اُردو کلام پر فنی اعتراضات کا جائزہ ہے۔

اقبال کی شاعری پر روایت پرستوں نے بھی اعتراضات کیے اور انگریزی شاعری کو حتمی نمونہ سمجھنے والوں نے بھی۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے دونوں طرح کے اعتراضات کو زیرِ بحث لاتے ہوئے نظریۂ شعر و فن کے تناظر میں روایتی تنقید کے حامیوں اور انگریزی شعری نمونوں کو معیار سمجھ کر اور مغرب کے مروّجہ تنقیدی اصولوں کو حتمی جان کر، اقبال کی شعری عظمت کا انکار کرنے والے معترضین کو حقائق کا آئینہ دکھایا ہے۔ نیز ان کے الزامات و اعتراضات کے پیچھے کارفرما نفسیاتی ناآسودگیوں اور تعصبات کا بھی پردہ چاک کیا ہے۔

اس کتاب میں جہاں اقبال کے فن کو پرکھنے کا معیار واضح ہوا اور اقبال کی شعری عظمت نکھر کر سامنے آئی ہے وہاں زبان و بیان اور اسلوب و ادا پر بھی بیشتر مقدمات ملتے ہیں، جن سے زبان و بیان کے رموز سے آشنائی حاصل ہوتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالحق لکھتے ہیں:

> "کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ" میں ڈاکٹر ایوب صابر کے قائم کردہ مقدمات بڑی معنویت رکھتے ہیں۔ ان کی آگہی کے بغیر اقبال کے لفظ و معنی کی ارتباط شناسی مشکل ہے۔ ہم موصوف کی لسانی دروں بینی کے معترف ہیں اور شکر گزار بھی۔ اقبال شناسی کے بہانے زبان و بیان کے عرفان کے لیے بھی اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔"(۳۱)

زیرِ نظر کتاب چھے ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں "اہلِ زبان اور اقبال" کے زیرِ عنوان اُن نفسیاتی عوامل اور محرکات کا تجزیہ کیا گیا ہے جو کلامِ اقبال پر اعتراضات کا باعث بنے۔ دوسرے باب "اقبال کے فن کو پرکھنے کا معیار" میں ڈاکٹر ایوب صابر نظریۂ شعر اور معنی و فکر کے لحاظ سے اقبال کی

شاعری کو زیرِ بحث لائے ہیں۔ نیز اقبال نے جو نئی تراکیب، نئے محاورے، نئی تلمیحات، نئے استعارات، نئی علامات اور نئی اصطلاحات وضع اور استعمال کیں۔ ان کا ذکر کر کے واضح کیا ہے کہ اقبال کے فن کو پرکھنے کا روایتی معیار درست نہیں تھا۔

تیسرا باب "زبان و بیان پر اعتراضات کے نمایاں پہلو" کے عنوان سے ہے۔ اس باب میں اقبال کی زبان پر ہونے والے نمایاں اعتراضات کا محاکمہ کر کے، ان کا توڑ کیا گیا ہے۔ چوتھا باب "روایتی تنقید پر ایک اور نظر" مجموعی طور پر روایتی تنقید کی چھان بین پر مشتمل ہے۔ پانچویں باب میں "فنی اعتراضات کے جدید زاویے" زیرِ بحث لا کر ڈاکٹر ایوب صابر نے، اُن تنقید نگاروں کے اعتراضات کا جائزہ پیش کیا ہے، جنھوں نے انگریزی شعری نمونوں اور مغرب کے مروجہ تنقیدی اصولوں کو حرفِ آخر جان کر اقبال کی شعری عظمت کا انکار کیا۔ اس ضمن میں نمایاں نام کلیم الدین احمد کا ہے جبکہ آخری باب میں جملہ مباحث کے تناظر میں کچھ اشارات ✸ کیے گئے ہیں۔

اقبال کا فن اُن کے فکر سے ہم آہنگ ہے۔ انھوں نے اپنے اعلیٰ و ارفع فکر کو عمدہ ترین شعری پیکر میں پیش کیا۔ معتر ⊙ و مخالفین اس ضمن میں غلط فہمیوں اور مغالطوں کا شکار رہے۔ بعض نے ایک حیثیت کو تسلیم کیا تو دوسری سے انکار کیا۔ اس صورتِ حال کے باعث اقبال کے فکر و فن کو پرکھنے سے قاصر رہے۔ ضروری تھا کہ اس مغالطے کو دور کر کے اقبال کی شعری عظمت واضح کی جائے۔ ڈاکٹر ایوب صابر "پیش لفظ" میں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "یہ بحث کہ اقبال اصلاً شاعر ہیں یا مفکر: اس مغالطے پر مبنی ہے کہ وہ بنیادی طور پر یا شاعر ہو سکتے ہیں یا مفکر: ایک حیثیت بنیادی ہوگی تو دوسری ثانوی ہو جائے گی۔ پاکستان میں اقبال کی مفکرانہ عظمت کو زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے جبکہ بھارت کا معاملہ مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ بیسویں صدی کے اوائل میں اور بعد ازاں بھی، جن علاقوں کے اہلِ قلم نے اقبال کی زبان اور ان کے بیان کو اعتراضات کا ہدف بنایا، وہ اب بھارت میں ہیں۔ ان اعتراضات کی بنا پر اقبال کو شاعر تسلیم کرنے سے ہی انکار کیا گیا تھا۔ آزادی کے بعد معاملہ برعکس ہو گیا۔ بھارت کے بیشتر اہلِ قلم اور دانش ور جن میں ہندو اور ہندی قوم پرست مسلمان دونوں شامل ہیں، وہ اقبال کے اسلامی تصورِ قومیت کو غلط اور فرقہ پرستی

پر مبنی قرار دیتے ہیں اور اسلامی نشاۃِ ثانیہ کے تصورات کو خوش فہمی قرار دے کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر اقبال کی شاعری کو ان کے فکر سے الگ کر دیا جائے تو ان کی فکری عمارت دھڑام سے زمین پر آ رہے گی۔"

آگے چل کر کہتے ہیں:

"یہ ایک مغالطہ ہے کہ اقبال کی شاعری کو ان کے فکر سے الگ کیا جا سکتا ہے۔ اقبال کی شاعری اور ان کے فکر کا تعلق جسم و جاں کا سا ہے۔ فکرِ اقبال نے اپنے اظہار کے لیے زبان و بیان اور فنی رموز کا ایک نیا پیکر تخلیق کیا ہے۔ اقبال کے عظیم فکر نے ان کی شاعری کو عظمت سے ہم کنار کیا ہے اور ان کے عظیم فن شاعری نے اُن کے افکار کو پُر تاثیر بنایا ہے۔ وہ بیک وقت بڑے شاعر اور بڑے مفکر ہیں .... اقبال کی شاعری کو بجا طور پر معجزۂ فکر و فن قرار دیا گیا ہے۔"(۳۲)

پیشِ نظر جائزے میں بھی ڈاکٹر ایوب صابر نے تحقیق و تنقید کا بلند معیار قائم رکھا ہے۔ وضاحت اور اختصار کے ساتھ مضبوط شواہد کا وافر ذخیرہ اس کتاب میں بھی موجود ہے۔ آپ نے اقبال کے فکر و فن پر اعتراضات کی تردید کے ضمن میں دوسرے اربابِ نقد و نظر کی آرا کو بھی مدِ نظر رکھا ہے اور معترضین و مخالفین کا ایسا دوٹوک توڑ پیش کیا ہے کہ کہیں بھی شک و شبہ کی گنجائش اور تشنگی باقی نہیں چھوڑی۔ ہر اعتراض کو جانچ پرکھ کر رد کیا ہے۔ اہلِ زبان کی فنی نارسائی دلائل سے واضح کی ہے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"اقبال کی زبان ان کے فکر سے ہم آہنگ اور اعلیٰ و ارفع ہے لیکن معترضین، اقبال کی زبان کو، بزعمِ خود درست کرتے ہیں تو معجزۂ فن قائم نہیں رہتا اور اقبال کی زبان ان اہلِ زبان کی سطح پر آ جاتی ہے جو قواعد سے واقف لیکن زبان کے تخلیقی عمل سے ناواقف تھے۔ یہ نکتہ ایک مثال سے واضح ہو گا۔ اقبال کا شعر ہے:

روزِ حساب جب مرا پیش ہو دفترِ عمل
آپ بھی شرمسار ہو، مجھ کو بھی شرمسار کر

اس پر اعتراض کرتے ہوئے سیماب اکبر آبادی نے لکھا کہ ردیف "کر" صیغۂ امر ہے۔ امر کا تعلق ہمیشہ زمانۂ حال سے ہوتا ہے۔ پھر جب دفترِ عمل پیش ہو،

کے ساتھ امر کا تعلق کیوں کر ہوسکتا ہے۔ کہنا یوں چاہیے تھا کہ جب دفترِ عمل
روزِ حساب پیش ہوتو خود بھی شرمسار ہوتا مجھے بھی شرمسار کرتا۔ شعر ذرا غور کے
بعد ہر پہلو سے اس طرح صحیح ہوسکتا ہے:

حشر میں دفترِ عمل پیش ہے اس کو دیکھ کر
آپ بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر

ڈاکٹر ایوب صابر نے ایک اہلِ زبان (سیماب اکبرآبادی) کی درج بالا تحریف کو، دوسرے اہلِ
زبان (سراج لکھنوی) کی رائے سے یوں مسترد کیا ہے:

> ''بقول سراج لکھنوی، یہ دعویٰ ہی بے دلیل ہے کہ امر کا تعلق زمانہ حال سے ہوتا
> ہے۔ اقبال کا شعر ہر پہلو سے، حتیٰ کہ قواعد کے اعتبار سے بھی درست ہے اور
> اس کی زبان معیاری اور ارفع ہے لیکن سیماب کا اصلاح شدہ مصرع زبان و
> بیان کے اعتبار سے پست اور قبیح ہوگیا ہے۔''(۳۳)

زبان و بیان کے ضمن میں علامہ اقبال کے کلام پر بظاہر چبھتے ہوئے اعتراضات کیے گئے ہیں۔
ڈاکٹر ایوب صابر نے روزمرہ، محاورہ، قواعد، تذکیر و تانیث، واحد جمع، متروکات، لفظی سقم، نامانوس
تراکیب، حشو و زوائد، تخالفِ زمانہ، تخالفِ ضمائر، فارسیت، مشکل پسندی اور ابہام، معنوی لغزشوں اور
مہمل گوئی، سرقہ، فحاشی، بے ربطی اور عروض و قافیہ وغیرہ کے حوالے سے علامہ اقبال کی زبان پر عائد
اعتراضات کو مدلل تجزیے سے مسترد کیا ہے۔

ڈاکٹر ایوب صابر شعر و ادب پر غیر معمولی دسترس رکھنے کے ساتھ ناقدانہ شعور اور بصیرت رکھتے
ہیں۔ ان کی تحقیق عمدہ تحقیقی اوصاف اور تنقید سے مملو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحقیقات میں بھرپور
تنقیدی تجزیے ملتے ہیں۔ ''کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ'' میں تحقیقی و تنقیدی شعور نمایاں
ہے۔ اس جائزے میں آپ نے بڑے بڑے اہلِ زبان اور انگریزی شاعری کے دلدادہ معترضین کی
خوب گرفت کی ہے۔ جس طرح روایتی نقادوں نے اقبال کی شعری زبان کو ہدفِ تنقید بنایا، اسی طرح
جدید نقادوں نے کلامِ اقبال کو انگریزی شاعری کے، بزعمِ خود، اصول و مسلمات کے تحت اعتراضات کا
ہدف بنایا ہے۔ ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ اقبال کی شاعری کو پیغمبری اور خطابت نے مرتبۂ شاعری سے
گرا دیا ہے۔ کلیم الدین احمد اس اعتراض کے علم بردار ہیں۔ موصوف نے اپنی کتاب ''اقبال ایک

مطالعہ'' میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ شاعری اور خطابت جدا جدا چیزیں ہیں۔ خطابت شاعری نہیں۔ کلیم الدین احمد کے مذکورہ اعتراض کے جواب میں ڈاکٹر ایوب صابر نے جو تجزیہ پیش کیا ہے اس سے آپ کے تحقیقی وتنقیدی شعور کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ لکھتے ہیں:

''کلیم الدین احمد کے نزدیک شاعری میں خطابت ہر حال میں مذموم ہے لیکن ایسا ہے نہیں۔ اچھے مفہوم میں خطابت شاعری کا ایک وسیلہ ہے۔ اقبال نے اس سے بسا اوقات کام لیا ہے۔ خطابت کا مذموم پہلو بھی ہے۔ جو کلام اقبال میں ناپید ہے۔ کلیم الدین احمد ایسے کسی تجزیے کے بغیر ''طلوع اسلام'' جیسی نظم کو شاعری سے خارج کر دیتے ہیں۔ جس میں خطابت شاعرانہ کمال سے عبارت ہے۔''

زبان و بیان کے ضمن میں اقبال پر اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ خاصا ژرف بینی اور فن شاعری پر غیر معمولی ادراک رکھنے کا متقاضی تھا لیکن بقول پروفیسر گلناز بانو:

''ڈاکٹر ایوب صابر نے توازن واعتدال سے تنقید کے خاص معیار کو برقرار رکھتے ہوئے اصل نتائج کا استخراج کیا ہے۔ انھوں نے اقبال کو نہ فرشتہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ پیغمبر بلکہ ایک مفکر اور شاعر مشرق کی اصل حقیقت کو دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ نیز انھوں نے اقبال کے لسانی پہلوؤں پر جو اعتراضات کیے گئے تھے ان کو اپنے گہرے مطالعے اور مشاہدے سے تجزیاتی کسوٹی پر پرکھا اور پھر ان بے بنیاد تاویلات کو اپنی علمی بصیرت سے غلط ثابت کیا۔ بلاشبہ ان کے جوابات ان کے وسیع مطالعے اور دیگر علوم سے آگاہی کا نتیجہ ہیں۔''(۳۳)

اس جائزے سے جو حقائق سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اقبال نہ صرف زبان و بیان کے اعتبار سے ایک برتر لسانی شعور رکھتے تھے بلکہ اقبال کی بڑائی کا انحصار شعری تخلیق کے عمل اور پیغمبرانہ عناصر دونوں پر ہے۔ اقبال کی زندگی بخش اور قوت خیز شاعری، وورڈز ورتھ کی شاعری سے، جوہری طور پر مختلف ہے۔ یہی حال انگریزی زبان کا ہے۔ کسی ایک زبان کی ادبی تنقید کو معیار تصور کر کے کلام اقبال کا منصفانہ تجزیہ محال ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ایوب صابر ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اقبال کی نظر اُردو اور فارسی ادب پر گہری تھی۔ عربی ادب سے ان کا قریبی تعلق

تھا۔ وہ قرآن کی حکمت سے ہی نہیں اس کے اسلوب سے بھی متاثر تھے۔ انگریزی ادب پر دسترس تھی۔ ایک حد تک سنسکرت اور جرمن ادب کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ اقبال اہم ترین ادبی روایات اور معیارات سے آگاہ تھے۔ وہ زبان و ادب کے خلاقانہ استعمال کی بھرپور استعداد رکھتے تھے۔ ان کا فن اتنا ترقی یافتہ ہے کہ روایتی تنقیدی اصطلاحیں اور معیار اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ یہی حال انگریزی تنقیدی معیاروں کا ہے۔ کسی ایک زبان کی ادبی تنقید کو معیار تصور کر کے کلام اقبال کا منصفانہ تجزیہ محال ہے۔" (۳۵)

ڈاکٹر ایوب صابر کی اس کتاب کا ایک اقتباس بیک ٹائٹل پر درج ہے:

"بڑی شاعری اپنا لسانی پیکر خود تیار کرتی ہے۔ تازہ اور وسیع افکار تازہ اور وسیع زبان کے متقاضی ہوتے ہیں۔ روایتی نقادوں کے نزدیک روزمرہ، محاورہ، تذکیر و تانیث، الفاظ کے دروبست اور زبان کی صفائی اہم تر امور تھے۔ انھوں نے اقبال کے اُردو کلام کو انہی زاویوں سے پرکھا اور اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ لکیر کے فقیر روایتی شاعری کو حتمی اور دوامی سمجھتے تھے۔ نئی تشبیہات، نئے استعارات اور نئے علائم ان کے نزدیک شجر ممنوعہ تھے۔ افکار تازہ سے مانوس ہونا بھی ان کے لیے محال تھا۔ جس طرح قدیمیوں کی تان اس بات پر ٹوٹتی تھی کہ اقبال نے ایسی شاعری کیوں نہ کی جیسی عہد زوال میں ہوئی، اسی طرح جدیدیوں نے شور مچایا کہ اقبال نے انگریزی شاعری کے اصول و مسلمات سے انحراف کیا ہے۔ پیغمبری اور خطابت نے انھیں اچھا شاعر نہ بننے دیا...... اقبال نے بلند اور عمیق افکار کو اور اعلیٰ ترین جذبات و احساسات کو عمدہ ترین شعری پیکر میں ڈھال دیا ہے۔ اس ضمن میں دُنیا کا کوئی شاعر اقبال کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ معجزۂ فکر و فن کا یہ ظہور عصر حاضر میں ایک اہم اور عظیم کارنامہ ہے۔"

بحیثیت مجموعی یہ کتاب اقبال کے اُردو کلام پر فنی اعتراضات کا مدلل اور منصفانہ جائزہ ہے۔ ماہرین اقبالیات کے ساتھ تحقیق و تنقید پر کام کرنے والوں کے لیے بھی اتنی ہی دلچسپی کا سامان رکھتی ہے جتنی ادبیات کے عام قارئین کے لیے۔ اس کتاب میں زبان و بیان اور اسلوب و ادا کے اسرار و رموز

صفحہ در صفحہ منکشف ہوتے ہیں جن کے مطالعے سے فن شاعری اور قدرت کلام سے کما حقہٗ واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس جائزے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کی شخصیت پر الزامات ہوں کہ افکار ونظریات پر اعتراضات یا اقبال کی شاعری کی عبارت، اشارت اور ادا پر نکتہ چینی ہو، ڈاکٹر ایوب صابر اقبال کے دفاع میں ہر محاذ پر معتر ⊙ و مخالفین کے سامنے، مضبوط دلائل و شواہد کا وافر ذخیرہ لیے پوری ذمہ داری سے ڈٹے نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحق نے اس ضمن میں بجا کہا ہے:

> ''محسوس ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ایوب صابر اقبال پر کیے گئے اعتراضات کی جوابدہی کے لیے مامور کیے گئے ہیں۔ اس ذمہ داری کی ادا ⊟ میں وہ منفرد مقام کے مالک ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ اقبال کی ابتدائی زندگی میں کیے گئے اعتراضات سے لے کر آج تک کے اشکالات کو انھوں نے دائرۂ عمل میں شامل کیا ہے۔ گویا پوری صدی پر محیط تنقیدی مباحث ان کی کتابوں میں شرح و بیان کے ساتھ اس طرح روشن ہیں جیسے حافظ کے پیالے میں عکسِ رخِ یار۔''(۳۶)

تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ

''تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ'' ڈاکٹر ایوب صابر کی نہایت اہم تصنیف ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۲۰۰۳ء میں نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔ اس کتاب پر آپ کو قومی صدارتی اقبال ایوارڈ دیا گیا۔

اقبال اسلامی تصورِ قومیت کے علمبردار تھے۔ انھوں نے پاکستان کا تصور پیش کیا۔ ہندو سیاست دانوں، دانش وروں، اشتراکیوں اور نیشنلسٹ مسلمانوں نے شدید مخالفت کی۔ بعض مستشرقین کی غلط بیانیوں نے مخالفین کے ہاتھ اور مضبوط کیے، جس سے اقبال کا تصورِ پاکستان دھندلانے لگا۔ یہ تحریک پاکستان کے دوران بھی اور قیامِ پاکستان کے بعد بھی شدت سے جاری رہا۔ اقبال کے اس خصوصی کارنامے کو مشکوک بنانے اور پاکستان سے اقبال کا فکری رشتہ کاٹنے کے لیے مخالفین نے زورِ تحقیق و قلم صرف کیا۔ زیرِ نظر جائزے میں ڈاکٹر ایوب صابر نے تصورِ پاکستان کو اپنا موضوع بناتے ہوئے، پاکستان اور اقبال سے عناد رکھنے والوں کی تحریروں کا محاسبہ کیا ہے۔ مخالفین کی فکری گمراہیوں کی نشاندہی کی ہے۔ ان کے نفسیاتی محرکات کو بے نقاب کیا ہے اور اقبال مخالف تحریروں کے سیاسی اسباب و نتائج پر

روشنی ڈالی ہے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"اقبالیات کے باب میں متعدد اعلیٰ تحقیقی و تجزیاتی مطالعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ لیکن اب بھی موضوعات مطالعہ و تحقیق کی کمی نہیں۔ مگر جس زاویہ سے ڈاکٹر ایوب صابر نے یہ کام کیا ہے اور جو بے حد ذمہ داری کا حامل ایک کڑا موضوع اپنے مطالعے کے لیے منتخب کیا ہے اور موضوع کی مناسبت سے تقریباً تمام ہی موضوعات، عنوانات اور پہلوؤں کا احاطہ کر لیا ہے۔ اب شاید اس موضوع پر مزید کسی ایسے مطالعے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ حقیقتاً پروفیسر صاحب نے جن ناقابلِ تردید دلائل سے اپنا محکم فیصلہ تحریر کیا ہے۔ اسے اس موضوع پر حرفِ آخر قرار دینا چاہیے۔"(۳۷)

پروفیسر فتح محمد ملک لکھتے ہیں:

"زیرِ نظر کتاب میں ڈاکٹر ایوب صابر نے اقبال اور تصورِ پاکستان کے موضوع پر پاکستان اور اقبال سے عناد رکھنے والوں کی تحریروں کا محاسبہ کیا ہے۔ ان کی فکری گمراہیوں کی نشاندہی کی ہے، نفسیاتی محرکات پر روشنی ڈالی ہے اور اقبال مخالف تحریروں کے سیاسی اسباب و نتائج کو بے نقاب کیا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھیں تو یہ کتاب ایک علمی و تحقیقی کارنامہ بھی ہے اور ایک قابلِ قدر قومی و ملی خدمت بھی۔ اس کتاب میں قومی و ملی احساس کی ترجمانی کا فریضہ انجام دیتے وقت دینی و ادبی اور تاریخی صداقتوں کے دستاویزی ثبوت فراہم کیے ہیں۔"(۳۸)

علامہ اقبال روحانی (اسلامی) جمہوریت پر یقین رکھتے تھے۔ آپ اُمتِ مسلمہ کی تعمیرِ نو کر کے اُمتِ مسلمہ کے ہاتھوں منصفانہ عالمی نظام وجود میں لانا چاہتے تھے۔ قیامِ پاکستان ان کے اسی تصور کا نتیجہ و ثمر ہے۔ انھوں نے پہلی مرتبہ باضابطہ طور پر ۱۹۳۰ء میں خطبۂ الٰہ آباد میں پاکستان کا تصور پیش کیا اور برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک علاحدہ اسلامی ریاست کی راہ متعین کی۔ بانیٔ پاکستان اقبال کی مفکرانہ اہمیت اور حیثیت سے آگاہ تھے، اور اس کے قدر شناس بھی۔ انھوں نے متعدد بار اقبال کی ان حیثیات کی توثیق کی۔ قراردادِ لاہور کی منظوری کے بعد بانیٔ پاکستان نے کہا تھا: "آج ہم نے وہی کیا جو

اقبال چاہتے تھے۔" تصوّرِ پاکستان پر بلند پایہ شخصیات کا اتفاق ہونے کے باوجود مختلف افراد اور گروہوں نے اقبال کے تصوّرِ پاکستان پر اس قدر کیچڑ اچھالا کہ تصوّرِ پاکستان ایک سوالیہ نشان بن گیا۔ المیہ یہ ہوا کہ قیامِ پاکستان کے بعد اربابِ اختیار نے اقبال کے تصوّر کے مطابق ملک کی تعمیر و تشکیل نہ کی۔ اقبال کے تصوّر سے انحراف کرتے ہوئے مؤرخوں اور محققوں نے تاریخ کو مسخ کر کے پیش کیا تو حکمران طبقے نے تصوّرِ پاکستان کو رول بیک کر کے اقبال کے فکر کے منتہائے مقصود پر خاک ڈال دی۔ اقبال کے تصوّر کے پیشِ نظر پاکستان کو دُنیا بھر اور بالخصوص ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک نمونہ بننا تھا لیکن مخالفین نے ایسا نہ ہونے دیا۔ انھوں نے اقبال کے فکر و فلسفہ کو گمراہ کن اور ناقص ثابت کرنے کی کوششیں کیں۔ ڈاکٹر ایوب صابر ہمارے اس قومی المیے اور علمی بددیانتیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے "پیش لفظ" میں لکھتے ہیں:

"بدعنوانی مالی امور تک ہی محدود نہ رہی بلکہ تہذیب و اخلاق کو پامال کرتی ہوئی علم و تحقیق کی دُنیا تک پہنچ گئی۔ اس کا ایک مظہر تصوّرِ پاکستان کو مسخ کرنا تھا۔ پاکستان کو تصوّرِ پاکستان کے مطابق استوار کیا جاتا تو بدعنوانی جڑیں نہ پھیلا سکتی۔ وسائل اور اختیارات پر قابض لوگ کھل نہ کھیل سکتے۔ اسراف، عیش پرستی اور زر اندوزی کا کلچر نہ بنتا۔ امتیازات فروغ نہ پاتے اور حریت و اخوت کی مٹی پلید نہ ہوتی۔ ضمیر سوئے رہے اور دل بیدار نہ ہوئے۔ وہ جن کے پاس اختیارات اور وسائل تھے، ذاتی اور گروہی اغراض سے اوپر نہ اُٹھ سکے، حکمرانی کے ساتھ، درویشی کو جمع نہ کیا بلکہ اپنے اغراض کے تحت تصوّرِ پاکستان کو ہی رول بیک کرنے کی مہم چلا دی۔ سرکاری دانش وروں اور محققوں نے فرقہ وارانہ بنیاد پر تقسیمِ ہند کی تجاویز تک تصوّرِ پاکستان کو محدود کر دیا۔ انھوں نے پوری کوشش کی کہ اقبال کے اس خصوصی کارنامے پر خاک ڈال دی جائے اور حقیقی تصوّرِ پاکستان کو نگاہوں سے اوجھل کر دیا جائے۔"

ڈاکٹر ایوب صابر نے زیرِ نظر جائزے میں فکرِ اقبال کا درست تعین کرتے ہوئے معترضین کے اعتراضات کو دینی، سیاسی اور تاریخی تناظر میں سمجھا، پرکھا اور پھر اپنی تنقیدی بصیرت سے علمی انداز میں ان اعتراضات کی تردید کی ہے۔ مثلاً مولانا حسین احمد مدنی متحدہ ہندی قومیت کے حامی تھے اور "میثاق

مدینہ'' کو اس کا جواز قرار دیتے تھے۔ ڈاکٹر ایوب صابر اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''مولانا مدنی نے ''میثاقِ مدینہ'' کو متحدہ قومیت کا جواز بنایا ہے جو محلِ نظر ہے۔ یہ معاہدہ مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین ہوا تھا یعنی دو گروہوں یا اُمتوں کے درمیان جنھیں بیرونی حملے کا مقابلہ ''ایک گروہ'' کی صورت میں کرنا تھا۔ ''میثاقِ مدینہ'' تحریری شکل میں تیار ہوا تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا مولانا مدنی نے ہندو اکثریت کے ساتھ ایسا کوئی معاہدہ کیا تھا؟ وہ تو بغیر کسی میثاق کے کانگرس کا ساتھ دے رہے تھے اور کانگرسی حکمتِ عملی کی حمایت کر رہے تھے۔ مسلمان ان کے پیچھے چلتے تو انگریز سے نجات کے بعد ہندو کے زیرِ تسلط آ جاتے۔''(۳۹)

چودھری رحمت علی تصوّرِ اور تحریک پاکستان کے دعوے دار ہیں۔ اس نے قائداعظم پر کیچڑ اُچھالا جبکہ کے کے عزیز نے اسے مصوّرِ پاکستان اور بانئ پاکستان ثابت کرنے میں زندگی صرف کر دی۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے اس کا پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''جو بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ Now or Never اقبال ہی کے فیضان کا نتیجہ ہے۔ اقبال ایک سمندر ہیں۔ اس سمندر کی ایک لہر رحمت علی بھی ہے لیکن چوں کہ رحمت علی نے اپنی اس حیثیت پر قناعت نہیں کی۔ اُلٹا اقبال پر اپنی اسکیم چوری کرنے کا الزام عائد کیا۔ اس لیے دیکھنا ضروری ہے کہ دراصل چور کون ہے؟ رحمت علی بے شک اقبال کے پُر جوش مداح رہے تھے لیکن ۱۹۳۳ء تک نئے پرپُرزے نکال لیے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ Now or Never میں اقبال کا نام لے کر خود کو اُن سے آگے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ رحمت علی کے پمفلٹ Now or Never سے پہلے علامہ اقبال کے حسبِ ذیل خطبے منظرِ عام پر آ چکے تھے:

۱۔ خطبۂ الٰہ آباد ۲۹ر دسمبر ۱۹۳۰ء

۲۔ خطبۂ لاہور، ۲۱ر مارچ ۱۹۳۲ء

۳۔ نیشنل لیگ لندن میں اقبال کی تقریر، ۱۵ر دسمبر ۱۹۳۲ء

اقبال کی ان تحریروں کو پڑھ کر چار صفحات کے Now or Never پر نظر ڈالیں تو

وہ فکر اقبال ہی کی خوشہ چینی واضح طور پر ہے۔ اکثر نکات بلکہ بعض الفاظ اور جملے بھی اقبال کی تحریروں سے ماخوذ ہیں۔ یہ خوشہ چینی چوری کی حد کو چھوتی ہے۔"

ڈاکٹر ایوب صابر نے اس نکتے کی وضاحت علامہ اقبال اور رحمت علی کے اقتباسات کو آمنے سامنے رکھ کر کی ہے۔ مزید لکھتے ہیں:

"رحمت علی نہ مسلم لیگ کے رکن تھے اور نہ اس تحریک میں حصہ لے سکے۔ اقبال تیس برس سے زیادہ عرصے کے لیے مسلم لیگ سے وابستہ رہے۔ تحریک پاکستان کی فکری رہنمائی کم و بیش کلی طور پر علامہ اقبال نے فراہم کی۔ وہ تصور پاکستان کے حقیقی خالق ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح بانیٔ پاکستان ہیں۔ لفظ "پاکستان" رحمت علی کا وضع کردہ ہے۔ یہ بھی ایک اعزاز ہے۔ چودھری رحمت علی کے نام لیواؤں کو اس پر قناعت کرنی چاہیے۔" (۴۰)

تصور پاکستان کے حوالے سے تحریک آزادی کے دوران ہی مختلف سوالات اُٹھنا شروع ہو گئے تھے۔ تقسیم ہند اور پاکستان اور بھارت کی صورت میں دو آزاد مملکتوں کے قیام کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کے علاحدگی کے نتیجے میں، تصور پاکستان کی اساس، اسلامی قومیت کے نظریے کو متنازعہ ٹھہرانے کی بھر کوشش کی گئی۔ اقبال کا رشتہ تصور پاکستان سے کاٹنے کے لیے کہا جانے لگا کہ ایڈورڈ تھامسن کے نام اپنے ۴ مارچ ۱۹۳۴ء کے خط میں اقبال نے پاکستان اسکیم سے لاتعلقی کا اظہار کیا اور اپنی تجویز کو ہندوستان کے اندر مسلم صوبہ کہا۔ اس لیے خطبۂ الٰہ آباد کو تصور پاکستان قرار دینا درست نہیں۔

ڈاکٹر ایوب صابر نے اپنے فاضلانہ جائزے سے اس اعتراض کا بھی توڑ کیا ہے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اپنے اس عالمانہ جائزے میں پروفیسر صاحب نے تھامسن کے نام اقبال کے خط (۱۹۳۴ء) سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں اور چودھری رحمت علی کے خیالات و کردار کا تجزیہ کر کے ثابت کیا ہے کہ "پاکستان اسکیم" دراصل خود خطبۂ الٰہ آباد سے ماخوذ تھی اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ اقبال نے "پاکستان اسکیم کی مخالفت نہیں کی تھی۔ ڈاکٹر ایوب صابر کی اس کوشش اور اس ضمن میں ان کے

تجزیے ومطالعے...... بلکہ انکشافات سے دیرینہ سیاسی و تاریخی مباحث ایک
مثبت حتمی نتیجے پر پہنچے ہیں اوراب کوئی دلیل انھیں غلط باور کرانے میں کامیاب
نہ ہو سکے گی۔''(۴۱)

آپ اس ضمن میں مزید لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر ایوب صابر اپنے ٹھوس اور مدلل مباحث کے ذریعے مخالفین اقبال کے
اعتراضات کا خوب دفاع کر رہے ہیں لیکن اس سب پر مستزاد، اُن کی اس
مخلصانہ سعی بے مثال کے باوصف متعلقہ موضوعات پر تاریخی حقائق غلط فہمیوں
اور غلط بیانیوں کے دائرے سے نکل کر تاریخ کا حصہ بن رہے ہیں۔ ایک ایسی
تاریخ جو جھٹلائی نہ جا سکے گی۔''(۴۲)

پیش نظر جائزے میں ڈاکٹر ایوب صابر نے جہاں نفاست، سلیقے اور محنت سے کام لیا ہے وہاں
تحقیق کے اصولوں کو بھی مدِ نظر رکھا ہے۔ موضوع سے متعلق جملہ اعتراضات کو ٹھوس دلائل سے جس
طرح ٹھکانے لگایا ہے، وہ بہت قابل قدر ہے۔ پروفیسر فتح محمد ملک اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر ایوب صابر نے علمی تحقیق و تفتیش کے سائنسی اصولوں کو پیش نظر رکھا
ہے۔ چناں چہ اس کتاب میں قومی و ملی احساس کی ترجمانی کا فریضہ سرانجام
دیتے وقت دینی و ادبی اور تاریخی و سیاسی صداقتوں کے دستاویزی ثبوت فراہم
کیے ہیں۔''(۴۳)

پاکستان میں فکرِ اقبال سے مکمل استفادے کی ضرورت ہے۔ اگر آزادی کے بعد تعلیم، ذرائع
ابلاغ، پارلیمانی اور حکومتی سطح پر سنجیدگی کے ساتھ فکرِ اقبال کا ابلاغ نہیں ہوا تو اب ہونا چاہیے تا کہ ہم اپنی
منزل کی طرف پیش قدمی کر سکیں۔ ڈاکٹر ایوب صابر کا خیال ہے کہ استعمار کی فکری و عسکری یلغار کو پسپا
کرنے اور پاکستان نیز عالمِ اسلام کو مضبوط بنانے کے لیے فکرِ اقبال سے استفادے کی ضرورت ہر سطح پر
ہے۔ اس ضمن میں آپ لکھتے ہیں:

''فکرِ اقبال پر اہلِ پاکستان کا عمومی اتفاقِ رائے ہے لیکن اربابِ بست و کشاد
اسے بروئے کار لانے پر کبھی آمادہ نہ ہوئے۔ ہمارے پاس دُنیا کے سب سے
بڑے مفکر کا، اسلامی بصیرت پر مشتمل، انمول خزانہ موجود ہے۔ اس سے بھرپور

استفادہ کر کے ہم بہت آگے جا سکتے تھے۔ نصابوں میں کلامِ اقبال دوسرے شعرا کے ساتھ شامل ہوتا رہا ہے اور وہ بھی اُردو زبان و ادب کی حد تک، ریڈیو اور ٹیلی وژن کلامِ اقبال کی حقیقی توانائی عوام تک منتقل کرنے میں بھی سرگرم نہ ہو سکے۔ پارلیمان کے ذریعے فکرِ اقبال کو قومی و ملی تعمیرِ نو کی بنیاد ابھی تک نہیں بنایا گیا۔ ان ناکامیوں کا جائزہ لے کر مثبت طرزِ عمل اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں پاکستان کو مضبوط بنانا ہے اور عالمِ اسلام کو متحد کر کے جہانِ دیگر کی تعمیر کرنی ہے۔ یہ کام جتنا مشکل ہے اتنا ہی ضروری ہے۔ آخر عالمِ اسلام کب تک استعماری قوتوں کی چراگاہ بنا رہے گا۔''(۴۳)

''تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ'' ڈاکٹر ایوب صابر کی محققانہ بصیرت اور دقتِ نظری کا مظہر ہے۔ اپنے مقصد، مباحث اور معیار کے اعتبار سے یہ ایک بے حد وقیع اور قابلِ تحسین تحقیقی کارنامہ ہے۔ پاکستان شناسی کے لیے بھی اس کتاب کی اہمیت بنیادی ہے۔

اقبال کی فکری تشکیل: اعتراضات اور تاویلات کا جائزہ

''اقبال کی فکری تشکیل: اعتراضات اور تاویلات کا جائزہ'' ڈاکٹر ایوب صابر کی ایک اور معرکہ آرا تصنیف ہے۔ اس کتاب کو آپ کے اقبالیاتی سرمائے میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ کتاب اقبال کے عظیم فکر کا درست تعین کرتی ہے۔ اسے پہلی مرتبہ ۲۰۰۷ء میں نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد نے شائع کیا۔ تیرہ ابواب پر مشتمل اس ضخیم جائزے میں آپ نے اقبال کے افکار و تصورات پر اعتراضات کے جوابات حسبِ معمول مدلل اور مؤثر انداز میں دیے ہیں۔ یہ کام کیوں ضروری تھا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ایوب صابر کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''بیسویں صدی میں اسلام کی صحیح تعبیر علمی و فکری سطح پر اقبال نے کی ہے۔ بلند پایہ علما نے یہ بات تسلیم کی ہے لیکن خود فکرِ اقبال کو مخالفین، معتر ⊙ اور غلط تاویلات کرنے والوں نے مسخ کیا ہے۔ اس ضمن میں فکرِ اقبال کا درست تعین ضروری ہے۔ فکرِ اقبال کی درست تفہیم کے لیے ایسا کرنا ناگزیر ہے، ورنہ غلط آرا فکرِ اقبال کی درست تفہیم کو مشکوک اور کج بناتی رہیں گی۔ اقبال کی فکری

تشکیل پر اعتراضات گونا گوں ہیں اور غلط تاویلات کا تانا بانا تیار ہوتا رہا ہے۔
اس بات کی ضرورت تھی کہ اس معاملے پر گہری اور تفصیلی نگاہ ڈالی جائے۔"

کتاب کے تیرہ ابواب یہ ہیں:

- کیا فکرِ اقبال مستعار ہے؟
- کیا اقبال کے ہاں تضاد ہے؟
- فکرِ اقبال محدود ہے یا آفاقی؟
- کیا اقبال جارحیت پسند ہیں؟
- کیا اقبال قدامت پرست اور رجعت پسند ہیں؟
- کیا اقبال اشتراکی ہیں؟
- کیا اقبال خرد دشمن اور مخالف علم ہیں؟
- کیا اقبال کی حمایت عشق غلط اور تصورِ عشق مبہم ہے؟
- اقبال کے مبینہ رومانی افکار
- کیا اقبال وحدت الوجودی ہیں؟
- اقبال متکلم ہیں یا فلسفی بھی؟
- صرف شاعر یا مفکر بھی؟
- صرف شاعر و فلسفی یا کچھ اور بھی؟

فکرِ اقبال کو فلسفۂ مغرب سے مستعار قرار دینے والوں کی کمی نہیں۔ اس کی ابتدا مستشرقین نے کی اور انتہا ان کے مشرقی پیروؤں نے کر دی۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے اس معاملے پر جو باب رقم کیا ہے، اس کی مثال پورے اقبالیاتی سرمائے میں ملنی محال ہے۔ کیا فکرِ اقبال مستعار ہے؟ کے عمیق علمی مطالعے اور مباحث کے بعد آپ نے اپنا فیصلہ ان الفاظ میں لکھا:

> "فکرِ اقبال کو مغرب سے مستعار قرار دینے والے انواع و اقسام کے اہلِ قلم ہیں۔ ان میں زیادہ نمایاں مخالفینِ اقبال ہیں جن میں سے بعض نے سنجیدگی کے ساتھ فکرِ اقبال کو مغربی فکر میں تلاش کرنے کی کوشش کی۔ بعض کی آرا محض تقلیدی یا معاندانہ ہیں۔ یہ آرا اکثر کم علمی پر مبنی ہیں اور کہیں کہیں مضحکہ خیز ہو گئی ہیں۔

..........اقبال نے مغربی مفکر نیٹشے سے استفادہ کیا لیکن مغربی فکر کی گمراہیوں سے خود کو دور رکھا۔ درسِ حکمیانِ فرنگ نے ان کے فہم میں اضافہ کیا لیکن ان کی اساس حکمتِ فرنگ نہیں ہے۔ اس ضمن میں کیے گئے اعتراضات کثیر ہیں لیکن ان میں کوئی وزن نہیں۔"(۴۵)

ڈاکٹر صاحب نے اس جائزے میں اعتراضات کے جواب لکھتے ہوئے ایسے نقش اُبھارے ہیں جو ہمیشہ تابندہ رہیں گے۔ آپ کا یہ تحقیقی کارنامہ غیر معمولی ہے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل نے جو رائے "تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ" کے بارے میں قائم کی تھی اس کا اطلاق آپ کی دوسری کتب اور اس کتاب پر بھی ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر ایوب صابر نے جس نفاست، سلیقے اور محنت سے یہ کام کیا ہے، یہ مثالی ہے۔ ایک جانب ان کے حصولِ مآخذ کی جستجو، دوسری جانب معلوماتی مطالب کی فراوانی، اور پھر، ان سب سے سوا، ان کا تجزیہ، ان کے دلائل اور حصولِ نتائج کا ان کا بے لاگ اور غیر جانبدارانہ اسلوب۔ یہ سب ان کی اس تصنیف بلکہ اس تعلق سے ان کے سلسلۂ تصانیف کو، اقبالیات کے باب میں ایک ہمیشہ رجوع کیے جانے والے حوالہ جاتی کام اور اُردو میں اپنی نوعیت کے واحد تحقیقی و تجزیاتی مطالعے کی ایک مبسوط و منفرد مثال کے طور پر دیکھا جائے گا۔"(۴۶)

پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر نے ایک ایک اعتراض کا جواب، علمی سطح پر اور وضاحت کے ساتھ دیا ہے۔ آپ کے جواب سے فکرِ اقبال اپنی اصلی شکل میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اقبال کے ہاں تضاد دکھانے کے لیے کانٹ ویل سمتھ کا ایک اعتراض یہ ہے کہ اقبال صوفی ہے لیکن تصوف پر حملہ آور ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر کے جواب سے، تصوف سے متعلق، اقبال کا موقف اس طرح واضح ہوا ہے۔ لکھتے ہیں:

"اقبال کے تضاد کو ثابت کرنے کے لیے کانٹ ویل سمتھ کی یہ دلیل بہت دلچسپ ہے کہ اقبال صوفی ہے لیکن تصوف پر حملہ آور ہوتا ہے اور شاید آزاد خیال ہے لیکن آزاد خیالی کا بیز و غرق کرتا ہے۔ یہ اعتراض دلچسپ ہے اور طفلانہ بھی ہے۔ تصوف کسی ایک چیز کا نام نہیں ہے۔ تصوف کا یونانی، عجمی اور ویدانتی روپ اقبال کے نزدیک استحکامِ خودی کے منافی ہے۔ اقبال صرف اس

تصوّف کے قائل ہیں جو اسوۂ رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی تابندہ زندگیوں کے مطابق ہے۔ تصوّف کے دو رجحانات واضح طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک تصوّف سکونی، جمودی اور وجودی ہے اور اس کی تان ترکِ دُنیا یا رہبانیت پر ٹوٹتی ہے۔ دوسرے تصوّف میں خدمتِ خلق، اشاعتِ اسلام اور جہد و عمل ہے، اور اس کا نقطۂ عروج جہاد ہے۔ اقبال پہلی قسم کے تصوّف پر حملہ آور ہوتے ہیں اور دوسرے قسم کے تصوّف کی حمایت کرتے ہیں۔"(۴۷)

علاّمہ اقبال کی فکری تشکیل پر بیسیوں اعتراضات کیے گئے۔ یہ بھی کہا گیا کہ اقبال خرد دشمن اور مخالفِ علم ہیں۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے، کلامِ اقبال میں عقل کی اہمیت اور اقبال کے وجدانِ شاعری پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ اقبال نہ خرد دشمن ہیں نہ مخالفِ علم، عقل و عشق کی تحسین و تنقیص کا انحصار ان کی نوعیت پر ہے۔ اقبال کے معرکۂ عقل و عشق کو آپ نے اس طرح پیش کیا ہے:

"یہ نکتہ لائقِ توجہ ہے کہ اقبال نہ عقل کی غیر مشروط حمایت کرتے ہیں، نہ عشق کی۔ عقل شر کی آلۂ کار ہو تو اقبال اس کے مخالف ہیں اور عشق غلط نصب العین کے ساتھ ہو تو اقبال عشق کی مخالفت کرتے ہیں۔ انسانوں کا صحیح نصب العین صرف اللہ ہے۔ اس سے شدید محبت یعنی عشق، قرآن کی تلقین ہے۔ ہر دوسری جائز محبت اس محبت کے تحت ہوگی اور ناجائز محبت و پرستش مردود و مذموم۔ اس سے قطع نظر اقبال عقل و عشق دونوں کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کے نزدیک دونوں کے امتزاج سے بہترین نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔"(۴۸)

ڈاکٹر صاحب نے اقبال کے تصورِ عشق کو اس طرح سمیٹا ہے:

"اقبال کو انسان کے صحیح نصب العین کا شعور حاصل تھا اور اس صحیح نصب العین سے انھیں محبت تھی۔ یہی محبت و شعور ان کا وجدان ہے۔ اور اسی کے تحت وہ اسلام کا احیا اور مسلمانوں کی سربلندی نیز جہان کی تعمیرِ نو چاہتے ہیں۔ اپنے خداداد ملکۂ شاعری کو زلفِ محبوب کے خم و پیچ کی نذر کرنے کے بجائے، اُنھوں نے اسے ان ارفع مقاصد کے لیے استعمال میں لا کر اور وقف کر کے لاثانی اور لافانی کر دیا۔"(۴۹)

علامہ اقبال کی فکری تشکیل پر معتر ⊙ اور مخالفین نے ہر پہلو سے وار کیا ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے نہ صرف ہر اعتراض کا، علمی سطح پر توڑ کیا ہے بلکہ ان مباحث کے دوران اقبال کی فکری اساس اور فیضانِ اقبال کے سرچشموں کا تعین بھی کرتے گئے ہیں۔ کلامِ اقبال کے بعد پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کی تحریروں میں بھی اقبال کا فکرِ بلند صفتِ برق چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ

ڈاکٹر ایوب صابر نے ''اقبال دشمنی ایک مطالعہ'' سے جس بڑے علمی و تحقیقی منصوبے کا آغاز کیا تھا، وہ قریب قریب بیس برس کے عرصے میں پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ ''اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' اس سلسلے کی آخری تصنیف ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ اقبال اکادمی پاکستان نے ۲۰۱۶ء میں شائع کی۔ اس کتاب کے تقریباً پانچ سو صفحات پر پھیلے تجزیے میں ڈاکٹر صاحب نے اقبال کے فہمِ اسلام پر کیے گئے اعتراضات کا علمی اور دینی بنیادوں پر جواب دیا ہے۔ علما سمیت مخالفین کے استدلال کی مؤثر تردید کرتے ہوئے نہ صرف فکرِ اقبال کے مقامِ بلند کی بازیافت کی بلکہ اقبال کے درست فہمِ اسلام کی حقیقی تعبیر کا حق ادا کیا ہے۔

کتاب کے حسبِ ذیل پانچ ابواب ہیں:

(۱) خطباتِ اقبال پر اعتراضات

(۲) تصورِ اجتہاد پر اعتراضات

(۳) جمہوریت کے ضمن میں اعتراضات

(۴) غیر اسلامی عقائد و رجحانات کا الزام

(۵) معرکۂ اسرارِ خودی

علامہ اقبال کے فہمِ اسلام کا مکمل جائزہ پیش کرنے سے قبل ڈاکٹر ایوب صابر نے ہماری توجہ مذہبی فرقہ بندی کی طرف مبذول کی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان فرقہ پرستی نے پہنچایا ہے۔ اقبال کے فہمِ اسلام کو ناقص قرار دینے والے فرقہ پرست ہی ہیں۔ مسلکی اسلام اور اقبال کے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے، ڈاکٹر ایوب صابر لکھتے ہیں:

''کسی مسلک کے پیرو اپنے ہی مسلک کو حقیقی اسلام سمجھتے ہیں۔ یہ نقطۂ نظر

مسالک کے اختلاف کو مخالفت، شدت پسندی اور فساد فی الامت میں تبدیل کر
دیتا ہے۔ عالمی سطح پر بھی فساد برپا ہے اور اس کا نشانہ بھی عالمِ اسلام ہے۔ اس
مصیبت سے نجات کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان داخلی طور پر یکجا اور مضبوط
ہوں۔ ایک نیا اور اجتہادی ذہنی رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو مسالک
سے بالاتر ہو۔'' (۵۰)

بیسویں صدی میں اسلام کی صحیح تعبیر علامہ اقبال نے پیش کی ہے۔ بعض جید علما اور عالمِ اسلام کی
معتبر دینی اور علمی شخصیات نے اس رائے کا برملا اظہار کیا ہے۔ اقبال کے تصورات اس بات کے شاہد
ہیں۔ بقول ڈاکٹر ایوب صابر:

''علامہ اقبال اسلامی نشأۃ ثانیہ کے نقیب اور تصورِ پاکستان کے خالق ہیں۔
مسلم بیداری میں ان کا کردار بے مثال ہے۔ وہ فلسفۂ تصوف اور اپنے دیگر
تصورات قرآن سے اخذ کرتے ہیں۔ وہ اعلیٰ ترین علمی و فکری سطح پر قرآن
کے علم، حکمت، ہدایت اور معرفت کو بیان کرتے ہیں۔ قدیم میں کیا درست
ہے اور کیا غلط ہے اور جدید میں اچھائی کیا ہے اور بُرائی کیا ہے۔ اس ضمن میں
اقبال کا موقف متوازن اور واضح ہے۔ اسی طرح مغربی جمہوریت اور اسلامی
جمہوریت کا فرق و امتیاز بھی اقبال نے بیان کیا ہے اور اجتہاد کس درجے اور
نوعیت کا ہونا چاہیے، اس ضمن میں اقبال کا موقف معاصر تقاضوں کو پورا کرتا
ہے...... پاکستان اور عالمِ اسلام کے روشن مستقبل کا انحصار درست فہمِ اسلام پر
ہے اور درست فہمِ اسلام ہی انسانیت کو ایک محفوظ اور درخشاں مستقبل سے ہم
کنار کر سکتا ہے۔ عصرِ رواں میں اقبال کا مطالعہ درست فہمِ اسلام کی طرف رہ
نمائی کرتا ہے۔'' (۵۱)

علامہ اقبال کی معرکہ آرا تصنیف "The Reconstruction of Religious
Thought in Islam" (تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ) پر متعدد اعتراضات کیے گئے۔ ''اقبال کے
فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' کا پہلا باب انہی اعتراضات کا جواب ہے۔
اس ضمن میں ایک بحث خطباتِ اقبال کے منہاج کی ہے۔ بعض فاضل ناقدین اور معتر ⊙ نے

خطباتِ اقبال کا منہاج ''تطبیق'' قرار دیا ہے۔ یعنی یہ کہ اسلام مغربی فکر کے مطابق ہے۔ فاضلین اور معترضین میں سید ظفر الحسن، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، ڈاکٹر منظور احمد، مصری عالم محمد البہی، محمد سہیل عمر اور ڈاکٹر وحید عشرت شامل ہیں۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر وحید عشرت کا اعتراض ہے کہ اقبال کا منہاج تطبیق ہے اور اقبال نے، جدید طبیعیات، نفسیات اور فلسفہ سے قرآن کی تصدیق کی ہے اور یہ منہاج قرآن کے منافی ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ڈاکٹر وحید عشرت کا یہ مؤقف ہے کہ علامہ اقبال اللہ کے اٹل، حتمی اور قطعی کلام کی تصدیق سائنس اور جدید علوم کے ادلتے بدلتے نظریات سے کرتے ہیں نیز یہ کہ قرآن مجید موجودہ تمام سائنسی تحقیق اور حاصلات کو مسترد کرتا ہے۔...... اس امر سے اتفاق کرنا محال ہے۔ خطبات میں مغرب کے جتنے سائنس دانوں اور فلسفیوں کے نظریات زیرِ بحث آئے ہیں، اقبال نے بیشتر سے کم یا زیادہ اختلاف کیا ہے۔ کانٹ، نیوٹن، ڈارون، نیٹشے، برگساں، ولیم جیمز، آئن سٹائن، سپنگلر اور رسل اس کی مثالیں ہیں۔ یہ رائے بھی درست نہیں ہے کہ قرآن جملہ سائنسی تحقیق، حاصلات اور حقائق کو مسترد کرتا ہے۔ یہ سطحی اور لایعنی باتیں ہیں۔ وحید عشرت امالی کے بزرگ کی طرح سائنس کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ قدامت پرستی ہے۔ موصوف امتِ مسلمہ کے اکابر کو بشمول علامہ اقبال، اسی طرح فلاطینوس اور فلو کا تابع مہمل قرار دیتے ہیں۔ جس طرح ''اقبال کے علمِ کلام'' میں علی عباس جلالپوری نے کیا۔ یہ جدیدیت کے ساتھ مطابقت ہے۔''(۵۲)

ڈاکٹر ایوب صابر کے نزدیک خطباتِ اقبال کا منہاج مرکب نوعیت کا ہے۔ زیادہ اہمیت ان کے نزدیک امتزاج Synthesis کی ہے۔ آپ نے علم بالحواس اور علم بالوحی، عقل و وجدان، قدیم و جدید، ثبات و تغیر، دین و دُنیا، اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب کے مباحث کے تحت اقبال کے فکری منہاج کا حقیقی عکس واضح کیا ہے اور اس ضمن میں تمام غلط فہمیوں اور جملہ اعتراضات کا جواب دلائل و شواہد سے دیا ہے۔

خطباتِ اقبال پر اعتراضات متعدد ہیں، جس طرح اور جس سطح پر انھیں زیرِ بحث لایا گیا ہے، اسے اصل کتاب میں دیکھنا چاہیے۔ یہاں اس کا خلاصہ بھی طوالت کا باعث بنے گا۔

اقبال کے فہمِ اسلام کا دوسرا باب ''تصورِ اجتہاد پر اعتراضات'' ہے۔ اس باب کو ایک الگ کتاب

کی صورت میں بھی ''اقبال کا تصورِ اجتہاد: مخالفانہ اور موافقانہ ردِ عمل'' کے نام سے آئی آر ڈی نے ۲۰۱۸ء میں شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے ابواب یہ ہیں:

۱۔ اختلاف کے پہلو
۲۔ تقلید یا اجتہاد
۳۔ کیا اجتہاد اب ضروری نہیں؟
۴۔ کیا اجتہاد صرف علما کا حق ہے؟
۵۔ اجتہاد انفرادی یا اجتماعی
۶۔ ترکوں کا اجتہاد
۷۔ بابی، بہائی اور وہابی تحریکیں
۸۔ مغرب کے اثرات
۹۔ مساواتِ مرد و زن
۱۰۔ اسلامی سزائیں
۱۱۔ حجیتِ حدیث
۱۲۔ کچھ متفرق اعتراضات

اس فہرست کو دیکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اعتراضات اور مباحث کی نوعیت کیا ہے۔ ہر معاملے میں ایک فاضلانہ محاکمے کے بعد اقبال کا واضح موقف سامنے لایا گیا ہے اور وہی موقف درست نقطۂ نظر قرار پاتا ہے۔ پیشِ نظر باب میں ڈاکٹر صاحب نے اقبال کے تصورِ اجتہاد کے ضمن میں ہونے والے جملہ اعتراضات کو تحقیقی علمی و دینی سے مسترد کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اقبال کا تصورِ اجتہاد اُمتِ مسلمہ کے لیے عہدِ حاضر میں نہایت ضروری ہے۔

''علامہ اقبال کا تصورِ اجتہاد'' ایک اور کتاب بھی ہے جو ان مقالات کا مجموعہ ہے جو ایک قومی سیمینار میں، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی میں پیش کیے گئے تھے۔ مرتبین ڈاکٹر ایوب صابر اور محمد سہیل عمر ہیں۔

اس کتاب کا تیسرا باب ''جمہوریت کے ضمن میں اعتراضات'' ہے۔ اقبال اور جمہوریت کے موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن اقبال کی فکری رہنمائی پر اتفاقِ رائے پیدا ہونے کی بجائے فکری انتشار میں اضافہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر کے بقول اقبال کی مخالفتِ جمہوریت پر مخالفینِ اقبال کے

علاوہ ان دانش وروں نے بھی اعتراضات کیے جو ماہرینِ اقبالیات کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ سطحی مطالعے، کم نظری اور تعصبات نے ایسے گل کھلائے کہ حقیقت خرافات میں کھوگئی۔ اس کا ایک عبرت ناک پہلو یہ ہے کہ بقول ڈاکٹر ایوب صابر "اقبال کے جن اشعار کو سب سے زیادہ ہدفِ تنقید بنایا گیا، ان کا مفہوم معترضین اقبال کے علاوہ اقبال کے قدر شناسوں نے بھی غلط سمجھا ہے۔.......... حد یہ ہے کہ کسی نے اقبال کو مغربی جمہوریت کا حامی سمجھ کر ہدفِ تنقید بنایا ہے اور کسی نے جمہوریت مخالف قرار دے کر برہمی کا اظہار کیا ہے۔" بیشتر مخالفین و معترضین نے اقبال کی یہ سمجھ کر مخالفت کی ہے کہ وہ جمہوریت کے مخالف تھے۔ ایسے معترضین میں کانٹ ویل سمتھ، راجندر ناتھ شیدا، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، ڈاکٹر کنور کرشن بالی اور ڈاکٹر تارا چند رستوگی شامل ہیں۔ بعض اشتراکیوں نے بھی ایسی ہی تنقید کی ہے۔ اختر حسین رائے پوری اور غلام ربانی عزیز اس کی مثالیں ہیں۔

اقبال کے تصورِ جمہوریت پر اعتراضات کے ضمن میں مسلمان معترضین غیر مسلم معترضین سے پیچھے نہیں رہے۔ ان میں وہ معترضین بھی شامل ہیں جن کی خاص پہچان اقبالیات کے موضوع پر ان کا کام ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر اور ڈاکٹر وحید عشرت اس سلسلے کے نمایاں نام ہیں۔ اقبال کے سکہ بند مخالفین کے بھی اعتراضات وہی ہیں جو ڈاکٹر وحید عشرت اور ڈاکٹر سلیم اختر جیسے حامیانِ اقبال نے کیے ہیں۔ مخالفین میں یوسف ثانی، شمیم رجز، حمید نسیم اور کامریڈ مبارک علی شامل ہیں۔ معترضین و مخالفینِ اقبال کی آرا ایک دوسرے کے ہاں دُہرائی جاتی رہی ہیں۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے اقبال کے کلامِ نظم و نثر کے حوالے سے ان اعتراضات کا جائزہ لیا ہے اور واضح کیا ہے کہ مخالفینِ اقبال کے اس طرح کے دعوے کہ اقبال فعال ہیرو اور بے حس و حرکت عوام کا درس دیتے ہیں یا نیٹشے کی پیروی میں جمہوریت کی مخالفت اور اس سے نفرت کرتے ہیں یا خدا کے عطا کردہ حق Divine right کے نام پر عوام کو نشانۂ ستم بنانا چاہتے ہیں یا سرداروں، جاگیرداروں اور وڈیروں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں: سب فضول اور غلط باتیں ہیں۔ آپ نے ان دعوؤں کو دلائل سے مسترد کیا ہے اور اقبال کے صحیح مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے ان کے تصورِ جمہوریت کو بھی اُجاگر کیا ہے۔ اس ضمن میں آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"اقبال جمہوریت کو قوم پرستانہ، سرمایہ دارانہ اور ملوکانہ اغراض و مقاصد سے الگ اور پاک کر کے اس کا رشتہ اخلاقِ انسانی کے نوامیس عالیہ سے جوڑنا چاہتے ہیں۔ یہی وہ نعم البدل ہے جو فی الحال موجود نہیں ہے لیکن جسے وجود میں

لانا اسلام کی غرض و غایت ہے۔ اقبال نے اسے روحانی جمہوریت کا نام دیا ہے۔ خطبۂ اجتہاد کی تکمیل اس جملے سے ہوئی ہے کہ رُوحانی جمہوریت اسلام کا حتمی نصب العین ہے.........اس خطبے میں یورپ کی باہم حریف جمہوریتوں کو مذہب سے لاتعلقی کی بنا پر مسترد کیا ہے اور یورپ کو انسان کے اخلاقی ارتقا میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے۔ مغربی جمہوریت انسانی فلاح کی ضمانت نہیں ہے۔ عوام کی نمائندہ اسمبلیوں نے ہم جنس پرستی کو بھی جائز ٹھہرایا ہے۔ ایسے قوانین اخلاق وتہذیب کے منافی ہیں اور انسان کی تمدنی زندگی کے لیے ایک بڑے خطرے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ رُوحانی جمہوریت میں ایسے غیر انسانی قوانین منظور نہیں ہو سکتے: اس لیے کہ رُوحانی جمہوریت میں عوامی رائے دہندگی کے ساتھ اللہ کی حاکمیتِ اعلیٰ کا تصوّر ہے۔ عوام کی منتخب پارلیمان: محکمات کو تسلیم کرتے ہوئے تغیرات کے لیے قانون سازی بذریعہ اجتہاد کرے گی۔"(۵۳)

''اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' کا چوتھا باب ''غیر اسلامی عقائد و رُجحانات کا الزام'' ہے۔ علّامہ اقبال پر غیر اسلامی عقائد و رجحانات رکھنے کے الزامات عائد کیے گئے۔ انھیں بدعقیدہ، قادیانی اور کافر کہا گیا۔ اپنے زعم میں یہ کارنامہ تنگ نظر اور متعصب مولویوں نے سرانجام دیا۔ انھوں نے اقبال کے خلاف فتویٰ کفر تک جاری کیا۔ کلامِ اقبال میں اہلِ بیتؓ کے ساتھ گہری عقیدت کے پیشِ نظر بعض ناقدین نے اقبال پر شیعیّت کا لیبل بھی لگایا۔ قادیانیوں کا بڑا اعتراض یہ تھا کہ کیوں اقبال نے جن کا تعلق طویل عرصے سے قادیانیت سے گہرا تھا، ۱۹۳۵ء میں قادیانیوں کو مسلمانوں کا فرقہ ماننے سے انکار کیا۔ ان امور کی چھان بین بقول ڈاکٹر ایوب صابر، اسلام کے نقطۂ نظر سے ضروری تھی۔

ڈاکٹر ایوب صابر نے ان سنگین نوعیت کے اعتراضات کی تردید اقبال کے بیانات کی روشنی میں کی ہے اور مخالفین کی غلط بیانیوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ اسی طرح کے دوسرے اعتراضات کو بھی ایک ایک کر کے علّامہ اقبال کے کلامِ نظم و نثر کی روشنی میں، اپنے فاضلانہ تجزیے کے ساتھ مسترد کیا ہے۔

زیرِ نظر جائزے کا آخری باب ''معرکۂ اسرارِ خودی'' ہے۔ اس باب میں ڈاکٹر ایوب صابر نے اقبال کی مثنوی اسرارِ خودی کے خلاف کیے گئے اعتراضات کے مؤثر جواب دیے ہیں۔ اسرارِ خودی شائع

ہوئی تو روایتی عجمی تصوف کے حامیوں نے اقبال کے خلاف قلمی ہنگامہ شروع کر دیا۔

شدید اعتراضات دو وجوہات کی بنا پر ہوئے۔ ایک وجہ اقبال کی حافظ شیرازی پر تنقید تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اقبال نے مثنوی کے دیباچے میں وحدت الوجود کی مخالفت کی تھی۔ معترض ⦿ کے نزدیک اسلام کا کمال تصوف اور تصوف کا کمال وحدت الوجود تھا۔ وحدت الوجود کے ضمن میں ہونے والے اعتراضات کا توڑ کرتے ہوئے آپ نے لکھا ہے:

"اقبال تصوف کے خلاف نہیں تھے! غیر اسلامی تصوف کے مخالف تھے۔ ان کے نزدیک وجودی تصوف سرزمین اسلام میں اجنبی پودا تھا۔ اقبال نے تصوف میں غیر اسلامی عناصر کی نشاندہی کی اور ان سے مسلمانوں کو بچانا چاہا، تصوف کا نام ابتدا میں اسلام میں موجود نہیں تھا لیکن بقول اقبال "مسلمانوں نے صوفی اور تصوف کی اصطلاح اس لیے قبول کی کہ ابتدائی زمانے میں تصوف کا مقصد اور مفہوم سوائے زہد و عبادت کے اور کچھ نہ تھا۔ ایثار، فقر، صبر و توکل، معرفت، حُب خُدا اور محبت رسول ﷺ ایسے اوصاف ہیں جنھیں اسلام سے جدا نہیں کیا جا سکتا اور اخلاق و عمل کے اعتبار سے تصوف کا یہی حصہ ہے جس کے اقبال طرفدار ہی نہیں علم بردار بھی ہیں۔ .... وجودی تصوف کی انتہا رہبانیت اور اسلامی تصوف کا نکتۂ کمال جہاد ہے۔ اسلام نے رہبانیت کی اجازت نہیں دی اور جہاد کا حکم دیا ہے۔ اقبال کے نزدیک وجودی تصوف قوائے عمل کو کمزور کرتا ہے اور غیر اسلامی ہے۔ یہ تصوف دورِ انحطاط میں مقبول ہوا اور اس نے زوال کو تیز تر کیا۔"(۵۴)

پیشِ نظر جائزے میں ڈاکٹر ایوب صابر نے علمی دلائل سے اقبال کے فہم اسلام پر مختلف سمتوں سے کیے جانے والے اعتراضات کو رد کرتے ہوئے واضح کیا کہ:

"علامہ اقبال کے نزدیک اسلام کی اعلیٰ تر اور حقیقی شکل نہ ڈاگما ہے، نہ ملائیت اور نہ رسوم و ظواہر۔ اقبال جب یہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک قدم ہے نوع انسان کے اتحاد کی طرف اور اسلام ایک سوشل نظام ہے جو حریت و مساوات کے ستونوں پر کھڑا ہے، تو ان کے فہم اسلام پر روشنی پڑتی ہے لیکن جب وہ یہ کہتے

ہیں کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفاداری مسلمانوں کو دُنیا کی قیادت پر فائز کرسکتی ہے یا عملی طور پر صرف اسلام ہی انسانی نصب العین کے حصول کا کارگر ذریعہ ہے تو اس سے اقبال کا تصوّرِ اسلام واضح ہوتا ہے۔"(۵۵)

زیرِ نظر جائزہ حقائق کا آئینہ ہے۔ اس سے جہاں اقبال کے درست فہمِ اسلام کا تعین ہوتا ہے وہاں عام انسان کے لیے بھی اس کا مطالعہ گوناگوں فوائد رکھتا ہے۔ اس کتاب کے ذریعے اسلام کی صحیح تعبیر کا حق بھی ڈاکٹر ایوب صابر نے ادا کر دیا ہے۔ بلاشبہ علمی و تحقیقی اعتبار نیز مذہبی لحاظ سے بھی یہ کتاب ایک وقیع علمی سرمایہ ہے۔

اقبال کی شخصیت اور فکر وفن پر اعتراضات: ایک مطالعہ

اقبال شناسی کی روایت میں ایسا کوئی نام نہیں جس نے، اقبال کی شخصیت، شاعری اور فکر پر، اقبال شکنی پر مبنی جملہ اعتراضات کا بھرپور محاکمہ کیا ہو۔ پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے اس فریضے کو بڑے احسن انداز میں سرانجام دیا اور ایک بڑے علمی و تحقیقی منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنے تحقیقی سفر کا آغاز "اقبال دشمنی ایک مطالعہ" سے کیا۔ یہ آپ کے ایم فل کا اقبالیات کے شعبے میں ایک پُرمغز مقالہ تھا۔ بعدازاں آپ نے اس منصوبے کو بڑے کینوس پر پھیلاتے ہوئے، پی ایچ ڈی کے ڈسپلن کے تحت کام کیا۔ تحقیق کی دُنیا میں یہ پہلا موقع تھا کہ اقبالیات کے حوالے سے اب تک کے سب سے بڑے تحقیقی منصوبے پر کام شروع ہوا اور اقبال پر ناروا اور سنگین الزامات و اعتراضات کے شافی جوابات دینے کا خاطر خواہ اہتمام ہوا۔

ڈاکٹر صاحب نے اقبال کی شخصیت اور فکر وفن کے حوالے سے مختلف جہتوں پر التزام سے کام کیا اور تمام اعتراضات کو اکٹھا کر کے ان کے سلسلہ وار مسکت تحقیقی جوابات دیے۔ "اقبال دشمنی ایک مطالعہ" کے بعد اس منصوبے کی چھے مستقل تصانیف منظرِ عام پر آئیں۔ اس اقبالیاتی سرمائے کی علمی و ادبی دُنیا میں خوب پذیرائی ہوئی۔ معتبر اقبال شناسوں نے آپ کے اس وسیع علمی منصوبے کو بے حد سراہا اور انھیں بلند پایہ اقبال شناس ہی نہیں بلکہ محافظِ اقبال قرار دیا۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل نے آپ کے سلسلۂ تصانیف کو اقبالیات میں ہمیشہ رجوع کیے جانے والے حوالہ جاتی اور اُردو میں اپنی نوعیت

کے واحد تحقیقی و تجزیاتی مطالعے کی ایک مبسوط و منفرد مثال قرار دیا۔ جبکہ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کے بقول "مواد کی وسعت و ضخامت اتنی ہے کہ اقبال پر یہ اب تک کا سب سے بڑا منصوبہ ہے۔" ڈاکٹر ایوب صابر نے اپنے اس تحقیقی کارنامے کے ذریعے انہدامِ اقبال کی کوشش کرنے والوں کو بے اثر کر دیا ہے۔ چناں چہ ضرورت اس امر کی تھی کہ آپ کے اس سرمائے کو یکجا صورت میں محفوظ کیا جائے تا کہ ہماری آنے والی نسلیں اس دور کے سب سے بڑے مفکر کو شفاف شکل میں دیکھ سکیں اور اس کتاب کو "ریفرنس بک" کے طور پر کام میں لائیں۔ چناں چہ اقبال اکادمی پاکستان نے مذکورہ چھے کتب کو ایک ہی کتاب "اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: ایک مطالعہ" جو تین جلدوں پر مشتمل ہے، یکجا کر کے ۲۰۱۸ء میں شائع کیا۔

زیرِ نظر دستاویز اقبال پر اعتراضات کے ساتھ ساتھ جوابات کی تدوین بھی ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر اقبال کی قدر و قیمت اور عظمت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ آپ نے یہ کارنامہ قومی و ملی فریضہ سمجھتے ہوئے سرانجام دیا۔ اس سے زر و مال اور شہرت و منصب کا حصول پیشِ نظر نہیں تھا بلکہ عین اس وقت جب عہدہ و منصب ملنا تھا، ریٹائرمنٹ لے کر خود کو اس کام کے لیے وقف کر دیا۔ اس دور میں ایسے ایثار کی مثال ملنی محال ہے۔ یہ دیوانگی تھی جس کا ثمر آج ہمارے سامنے ہے۔

"علامہ اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: ایک مطالعہ" کی علمی و ادبی حلقوں کے ساتھ ملکی سطح پر بھی خوب پذیرائی ہوئی۔ بعض اخبارات اور ٹی وی چینلز نے تحسین کی۔ اس ضمن میں معروف کالم نگار تنویر قیصر شاہد اپنے کالم "علامہ اقبال کے معاندین اور معتر ⊙" کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر ایوب صابر نے تین جلدوں پر مشتمل اپنی معرکہ خیز تحقیقی کتاب میں پاکستان اور بھارت سمیت دُنیا بھر کے تقریباً تمام معاندین اور معتر ⊙ کی فہرست پیش کر دی ہے۔ ان کے اعتراضات بھی سامنے لائے ہیں اور پھر اپنے بے لاگ و بے رحم نشترِ تحقیق سے ان سب معتر ⊙ کے جملہ اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ یہ نہایت دلچسپ مطالعہ ہے...... اس کتاب کے مطالعے سے ہمارے پاس وہ شاہ کلید اور دلیل ہاتھ آئی ہے کہ موجودہ زمانے میں معترضینِ اقبال کو شائستگی، متانت اور علمی اسلوب میں کیسے جواب دیا جاتا ہے۔"(۵۶)

روزنامہ ''پاکستان'' اسلام آباد نے ایک رنگین صفحہ کتاب پر تبصرے کے لیے وقف کیا۔ ''پاکستان'' کی نائب مدیر عائشہ مسعود لکھتی ہیں:

''ڈاکٹر ایوب صابر نے جو کارنامہ اس قوم کے لیے انجام دیا اور جس طرح اپنی زندگی کو اقبال شناسی کی اصل روح کے لیے وقف کیا۔ اس کی جتنی بھی ستائش کی جائے کم ہے۔ حکومتی سطح پر ڈاکٹر ایوب صابر کو اعزازات سے نوازا جا چکا ہے مگر ڈاکٹر ایوب صابر کا یہ سارا کام نوجوان نسل تک پہنچنا چاہیے اور ہر لائبریری میں موجود ہونا چاہیے تا کہ پاکستان کے استحکام کو خطرہ نہ ہو۔'' (۵۷)

صدر پاکستان ڈاکٹر عارف علوی نے ڈاکٹر ایوب صابر سے ایوانِ صدر میں ملاقات کی۔ پاکستان ٹیلی وژن نے اس ادبی ملاقات کو اپنے خبر نامے کی زینت بنایا۔ اس ملاقات میں ڈاکٹر عارف علوی نے، پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کی کتاب ''اقبال کی شخصیت اور فکر وفن پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' کو قومی و ادبی کارنامہ قرار دیا اور آپ کی اقبال شناسی کو سراہا۔ بعد ازاں اس علمی کارنامے پر ڈاکٹر ایوب صابر کو ''ستارۂ امتیاز'' سے نوازا گیا۔

''ہم'' نیوز چینل نے ۲۱ر اپریل ۲۰۱۹ء کو یومِ اقبال کے خصوصی پروگرام میں ڈاکٹر ایوب صابر کو مدعو کیا۔ کتاب کے متعلق سوال جواب ہوئے۔ ڈاکٹر شاہد مسعود نے جی این این نیوز چینل پر اس کتاب کی زبردست تحسین کی۔ روز ٹی وی نے بھی اس ضمن میں آپ کا خصوصی انٹرویو نشر کیا۔ اس طرح ARY کے پروگرام دی رپورٹر میں صابر شاکر نے کتاب کی تحسین کی۔

علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد اور بزمِ علم وفن ایبٹ آباد نے کتاب کی تعارفی تقاریب منعقد کیں۔ معروف شاعر، نقاد، ناول نگار اور ناشر شاعر علی شاعر نے اپنے مضمون بہ عنوان ''پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کا اہم وقیع اور منفرد ادبی کارنامہ'' میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ڈاکٹر ایوب صابر ایک وسیع المطالعہ شخصیت کا نام ہے۔ ان کی مذکورہ کتاب کو پڑھنے کے بعد یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ علامہ اقبال پر اس نوعیت کا پہلا اور منفرد کام ہے۔ ڈاکٹر صاحب میں ناقدانہ شعور بدرجہ اتم موجود ہے جس کی بنا پر انھوں نے وہ تمام نکات اکٹھے کیے جو معترضین، مخالفین اور معاندین نے علامہ اقبال کی شخصیت، افکار اور فن پر کیے تھے اور اسی بنا پر انھوں نے ان کا مدلل

> تسلی وتشفی بخش جواب تحریر کیا۔ اس کتاب کے مطالعے سے یہ بات باور ہوتی ہے کہ ڈاکٹر ایوب صابر کی نظر میں وہ تمام تصانیف جو علامہ اقبال پر لکھی گئیں اور وہ تمام پمفلٹس اور کتابچے بھی ان کے مطالعے سے گزرے جو دنیا بھر میں انہدامِ اقبال کے لیے لکھے گئے۔ انھوں نے اس لٹریچر کا مطالعہ کیا اور تمام نکات معترضہ کا جواب مدلل انداز میں دیا۔ ان کا یہ کام جہاں تحقیقی نوعیت کا ہے وہاں ادبی لحاظ سے بھی منفرد ہے۔"(۵۸)

''اقبال کی شخصیت اور فکر وفن پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' کو اُردو ادب کی معتبر اور ثقہ شخصیات نے اقبالیاتی ادب کا ایسا شاندار معیار قرار دیا جسے عام طور پر اُردو تحقیق کی مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض ناقدین نے اس کارنامے کو اُردو میں تنقید پر تنقید کی سب سے بڑی مثال لکھا اور اقبالیات کا انسائیکلو پیڈیا قرار دیا۔

ڈاکٹر ایوب صابر نے اس مشن کے دوران مؤثر اور متوازن اسلوب میں معترض ⊙ کے اعتراضات کے دوٹوک جوابات تحریر کیے ہیں اور جواب دیتے ہوئے کہیں شک وشبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی اور نہ کہیں قیاس آرائی سے کام لیا ہے۔ آپ نے کسی بھی اعتراض کا جواب دیتے ہوئے معترض کو طنز وتشنیع کا نشانہ نہیں بنایا اور نہ اپنی علمیت جتائی اور نہ حقائق کا تجزیہ کرتے ہوئے خوف ومصلحت سے کام لیا اور نہ ہی آپ کا قلم کہیں تلخ نوائی کا شکار ہوا ہے۔

اس کتاب میں اقبالیاتی ادب کے ساتھ مذہبی، سماجی اور سیاسی علوم کا بھی ذخیرہ موجود ہے اور مشرقی ومغربی افکار ونظریات پر مباحث کا خزینہ بھی ملتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق نے بجا لکھا ہے: ''گویا پوری صدی پر محیط تنقیدی مباحث اس طرح روشن ہیں جیسے حافظ کے پیالے میں عکسِ رُخِ یار'' اس شاندار اور ضخیم علمی کتاب میں ڈاکٹر ایوب صابر کا اشاریہ وحواشی بھی علم کا ایک دریا ہے۔ ان کے مطالعے سے اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر ایوب صابر کا مطالعہ کتنا وسیع ہے اور آپ کی ذات میں کتنا بڑا محقق ونقاد پوشیدہ ہے۔ یہ جائزہ فکر وفن کی معروضیت کا آئینہ ہے جس سے محققین اور تشنگانِ علم وادب ہمیشہ استفادہ کرتے رہیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر نے جس عرق ریزی سے اس قومی علمی منصوبے کو اور اقبالیاتی ادب کے تاحال سب سے بڑے منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔ آئندہ پچاس برسوں

میں بھی شاید ہی اس سطح کا کام کوئی فردِ واحد کر پائے۔ بلاشبہ یہ علمی کام اقبالیاتی ادب میں وقیع و منفرد، قومی و ملی کارنامے کی حیثیت سے دیکھا جائے گا۔

متذکرہ بالا تصانیف کے علاوہ ڈاکٹر ایوب صابر نے اقبال پر کیے گئے اعتراضات کی تردید میں متعدد مضامین و مقالات ✹ کیے جو وقتاً فوقتاً ادبی و تحقیقی رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے۔ علاوہ ازیں متعدد مقالات مختلف قومی اور بین الاقوامی کانفرنسوں اور سیمی ناروں میں پیش کیے جبکہ بیسوں ①ز، ریڈیو اور ٹیلی وژن سے نشر اور ٹیلی کاسٹ ہوئے۔ ان مضامین و مقالات اور ①ز کی تفصیل اگلے باب میں پیش کی جائے گی۔

حوالہ جات

۱۔ حرفے چند، مشمولہ: اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ
۲۔ تقریظ، مشمولہ: اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ
۳۔ پیش لفظ، مشمولہ: اقبال دشمنی ایک مطالعہ
۴۔ پیش لفظ، مشمولہ: اقبال کی شخصیت اور فکروفن پر اعتراضات: ایک مطالعہ (جلد اوّل)
۵۔ رحیم بخش شاہین، ڈاکٹر: "پروفیسر ایوب صابر" مشمولہ: "سہ ماہی، اقبالیات، لاہور، جولائی۔ستمبر ۱۹۹۴ء
۶۔ پیش لفظ، مشمولہ: اقبال کی شخصیت اور فکروفن پر اعتراضات: ایک مطالعہ (جلد اوّل)
۷۔ تقریظ، مشمولہ: اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ
۸۔ ہارون الرشید، ڈاکٹر، محاذِ اقبال، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۹ء، ص ۱۹۱
۹۔ حرفے چند، مشمولہ: تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ
۱۰۔ رحیم بخش شاہین، ڈاکٹر: "پروفیسر ایوب صابر" مشمولہ: "سہ ماہی، اقبالیات، لاہور، جولائی۔ستمبر ۱۹۹۴ء
۱۱۔ پیش لفظ، مشمولہ: اقبال دشمنی ایک مطالعہ
۱۲۔ ایضاً
۱۳۔ اقبال دشمنی ایک مطالعہ، ص ۵۳
۱۴۔ ایضاً، ص ۵۴
۱۵۔ ایضاً، ص
۱۶۔ پیش لفظ، مشمولہ: معترضین اقبال
۱۷۔ ایضاً
۱۸۔ معترضین اقبال، ص ۳۹
۱۹۔ ایضاً، ص ۱۰۷
۲۰۔ پیش لفظ، مشمولہ: معترضین اقبال
۲۱۔ معترضین اقبال، ص ۱۵۴
۲۲۔ پیش لفظ، مشمولہ: معترضین اقبال
۲۳۔ معترضین اقبال، ص ۱۸۱
۲۴۔ پیش لفظ، مشمولہ: معترضین اقبال
۲۵۔ معترضین اقبال، ص ۲۱۶
۲۶۔ تقریظ، مشمولہ: اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ
۲۷۔ مقدمہ، مشمولہ: اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ
۲۸۔ اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ، ص ۸۱-۸۲
۲۹۔ تقریظ، مشمولہ: اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ

۳۰۔ حرفے چند، مشمولہ: اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ
۳۱۔ اعتراف، مشمولہ: کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ
۳۲۔ پیش لفظ، مشمولہ: کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ
۳۳۔ کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ، ص ۸۱-۸۲
۳۴۔ گلناز بانو، پروفیسر، ڈاکٹر ایوب صابر کی تحقیق'' مشمولہ: ششماہی، خیابان، جامعہ پشاور، خزاں ۲۰۱۳ء
۳۵۔ پیش لفظ، مشمولہ: کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ
۳۶۔ اعتراف، مشمولہ: کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ
۳۷۔ حرفے چند، مشمولہ: تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ
۳۸۔ مقدمہ، مشمولہ: تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ
۳۹۔ تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ، ص ۲۶
۴۰۔ تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ، ص ۲۳۰
۴۱۔ حرفے چند، مشمولہ: تصورِ پاکستان علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ
۴۲۔ ایضاً
۴۳۔ مقدمہ، مشمولہ: تصورِ پاکستان علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ
۴۴۔ پیش لفظ، مشمولہ: تصورِ پاکستان علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ
۴۵۔ پروفیسر ایوب صابر، ڈاکٹر، اقبال کی فکری تشکیل: اعتراضات و تاویلات کا جائزہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص ۸۳
۴۶۔ حرفے چند، مشمولہ: تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ
۴۷۔ اقبال کی فکری تشکیل: اعتراضات و تاویلات کا جائزہ، ص ۱۵۷
۴۸۔ ایضاً، ص ۳۸۰
۴۹۔ ایضاً، ص ۵۳۳-۵۳۵
۵۰۔ تقدیم، مشمولہ: اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ
۵۱۔ بیک فلیپ، مشمولہ: اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ
۵۲۔ اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ، ص ۳۶
۵۳۔ ایضاً، ص ۲۹۵
۵۴۔ ایضاً، ص ۳۳۰-۳۳۱
۵۵۔ تقدیم، مشمولہ: اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ
۵۶۔ تنویر قیصر شاہد، علامہ اقبال کے معاندین و معتر ⊙، مشمولہ: روزنامہ ایکسپریس، اسلام آباد، ۸؍ نومبر ۲۰۱۹ء
۵۷۔ انٹرویو، پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر، عائشہ مسعود، پاکستان سنڈے اسپیشل، ۲۲؍ ستمبر ۲۰۱۹ء
۵۸۔ شاعر علی شاعر، ڈاکٹر ایوب صابر کا اہم، وقیع اور منفرد ادبی کارنامہ، مشمولہ: روزنامہ جرأت، کراچی، ۱۱؍ اگست ۲۰۱۹ء

باب پنجم

شخصیت اور فن پر مجموعی نظر

بحیثیت انسان

ڈاکٹر ایوب صابر سنجیدہ مزاج دھیمے اور نرم لب و لہجے کے مالک درویش صفت انسان ہیں۔ آپ کی شخصیت کی علامہ اقبال کی شخصیت سے مشابہت، خواہ وہ پوری نہ ہو، ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ اس ضمن میں پروفیسر ریاض احمد نے بجا لکھا ہے:

"ڈاکٹر ایوب صابر ایک ہمہ جہت شخصیت کے حامل انسان ہیں۔ اُن کی شخصیت کی کوئی ایک خوبی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت سے اوصاف سے نوازا ہے۔ وہ اپنی ذات میں ایک پوری علمی و ادبی تحریک اور انجمن ہیں۔ اگر ڈاکٹر ایوب صابر کی خوبیوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ان میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو علامہ اقبال کی شخصیت کا خاصا تھیں۔ یعنی عجز و انکسار، صبر، بلند حوصلگی، پُر اُمیدی، درد مندی اور دل سوزی، خلوص و گداز و درویشی۔"(۱)

آپ ابتدائی عمر ہی سے زندگی کا ایک خاص اور بااصول اسلوب رکھتے ہیں۔ آپ کے معمولاتِ شب و روز، عام اطوار اور میلانات، اسی اسلوب کے تابع ہیں۔

بقول ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی:

"محمد ایوب صابر اوائل عمری سے ایک خاص اسلوبِ حیات رکھتے ہیں۔ جس میں علی الصبح اُٹھنا، صبح کی سیر، اخبار بینی، کچھ دیر آرام، پھر کالج میں درس و تدریس، واپسی پر کھانا، نماز، قیلولہ، عصر کے بعد چائے، شام کے کھانے کے بعد چہل قدمی یا کبھی ٹیلی وژن بینی اور رات جلد سونا۔ بلاشبہ یہ زندگی کا بہت شاندار اسلوب ہے۔"(۲)

اوقات کا انضباط، کھانے، قیلولے، مطالعے اور تحقیقی وتنقیدی کام کے اوقات میں باقاعدگی، ترتیب اوران اوقات کی پابندی کی بدولت، اسّی برکی عمر تک، صحت کم وبیش اچھی رہی اگر چہ اب مسائل پیدا ہورہے ہیں۔

ڈاکٹر ایوب صابر نے زندگی بھر تدریسی، علمی، ادبی اور تصنیفی مصروفیات کو ہی مشغلۂ حیات بنائے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شخصیت کو ایک چلتا پھرتا علمی وادبی دبستان کہا جاسکتا ہے۔ زمانۂ طالب علمی ہو کہ کالج کا عہدِ تدریس یا شعبۂ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی سربراہی کا زمانہ، آپ کی ذات ہر جگہ انجمن آرا رہی ہے۔

آپ میں اقبال کے مردِ مومن کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ آپ انسانی واسلامی اقدار کے امین ہیں۔ سلطان سکون نے درست لکھا ہے کہ:

> ''آپ نہایت نفاست پسند شخصیت ہیں۔ تحمل، بردباری وانکسار، ان کے فطری جوہر ہیں۔ ہمیشہ شگفتہ، ملائم لب ولہجہ میں گفتگو کرنے کے عادی ہیں۔ میں نے ان کو کسی معاملے میں برہم ہوتے یا اُلجھتے نہیں دیکھا۔ کسی کے طلب کرنے پر نہایت صائب مشورہ دینے والے انسان ہیں۔ ہمدرد اور غمگسار انسان ہیں۔''(۳)

پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر سیلف میڈ شخصیت ہیں۔ آپ نے اپنا جہاں خود پیدا کیا ہے۔ آپ ایک گاؤں میں بڑے ہوئے۔ ایسے ماحول میں آپ نے اپنے عزم سے نہ صرف اعلیٰ تعلیم حاصل کی بلکہ علمی وادبی، تحقیقی وتنقیدی اور ملی وقومی سطح پر اپنی الگ شناخت بھی بنائی۔

ڈاکٹر صاحب کی درویشانہ طبیعت سے اہلِ علم واقف ہیں۔ آپ نے زندگی بھر اپنے آپ کو نام ونمود اور تشہیر ونمائش کے ہتھکنڈوں سے دور رکھا اور ہمیشہ اپنی توجہ مثبت اور تعمیری سرگرمیوں کی جانب مبذول رکھی تاہم اس کے باوجود آپ کا عہد آپ کے علمی کارناموں سے بے خبر نہیں رہا۔ آپ اُردو دُنیا کے علمی وادبی حلقوں اور سچے پاکستانیوں میں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ کی روزمرّہ کی گفتگو بھی تبحرِ علمی اور ذوق وشوق کی گرمی سے مملو ہوتی ہے جبکہ شب وروز کے معمولات عاجزی وانکساری کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر ڈاکٹر عبید اسلم ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''ایوب صابر علم کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز ہونے کے باوجود عجز وانکسار کا مجسمہ ہیں۔ ان سے جو بھی ملتا ہے، ان کا گرویدہ ہوجاتا ہے۔ ان کی تحریر پراثر اوران

کی گفتگو پُرمغز ہوتی ہے۔ وہ لفظی گورکھ دھندے میں اُلجھنے کے بجائے سیدھے
سادے لفظوں میں اپنا مقصد بیان کرتے ہیں۔"(۴)

ڈاکٹر ایوب صابر بھرپور مجلسی زندگی کے حامل ہیں۔ دوست احباب سے نہایت خوش گوار تعلقات رکھتے ہیں اور خیال رکھنے والی خوش مزاج اور خوش اطوار شخصیت ہیں۔ ڈاکٹر طالب حسین سیال لکھتے ہیں:

"کہتے ہیں کہ آدمی کے بارے میں اس کی اصلیت اس وقت کھلتی ہے جب وہ آپ کے ساتھ شریک سفر ہو یا آپ کا پڑوسی ہو یا آپ کو اس کے ساتھ معاملات میں کوئی تجربہ ہوا ہو۔ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ سفر کرنا ایک خوش گوار، معلومات افزا اور بصیرت افروز تجربہ ہے۔ ان کے انکسار، تواضع اور حسن خلق سے متاثر ہونا معمول کی بات ہے۔ ان کو دراصل لوگوں کا دل موہنے کا فن آتا ہے۔ ہر ⓘ میں، ہر یمی نار میں ان کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ ایک عالم دین سے بھی ہم کلام ہوتے ہیں اور اسی خوش اخلاقی سے ڈرائیور سے بھی بات کرتے ہیں۔ اقبال شناسوں کے قدر دان ہیں اور مخالفین اقبال کے لیے مانند فولاد ہیں۔"(۵)

اپنے کام سے کام رکھنا، ہمیشہ مثبت سوچنا اور مخالفین کی باتوں میں نہ اُلجھنا، آپ کے فطری جواہر ہیں۔ ڈاکٹر عبدالواجد تبسم، ڈاکٹر ایوب صابر کی شخصیت پر اپنے تاثرات رقم کرتے ہوئے، ڈاکٹر صابر کلوری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"کلوروی صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ میں نے پروفیسر ایوب صابر سے زندگی میں بہت کچھ سیکھا ہے۔ وہ (یعنی ایوب صابر) اکثر کہا کرتے تھے کہ مخالفین کی باتوں کا جواب نہ دو کیوں کہ اس سے تمھارا وقت تو ضائع ہوگا ہی ساتھ وہ توانائی بھی ضائع ہوگی جو تم مثبت کاموں میں صرف کر کے زندگی میں ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہو۔ مخالفین اور حاسدین کو خاموش رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنے کام میں لگے رہو۔"(۶)

ڈاکٹر صاحب ایک دردمند اور محبت کرنے والے دل کے مالک ہیں۔ زندگی اور انسانیت سے محبت آپ کے خمیر میں شامل ہے۔ کسی کے طلب کرنے پر نہایت صائب مشورہ دینے والے ہمدرد اور

غمگسار انسان ہیں۔ تصنع و تکلف تو ان کی زندگی میں ہے ہی نہیں۔ ہر ایک سے خلوص سے ملتے ہیں اور خلوص و خیر خواہی کے جذبات رکھتے ہیں۔

آپ کی شخصیت "خیرکم من ینفع الناس" (تم میں سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے) کے تابع ہے۔ آپ ایک مثالی باپ ہیں۔ اپنے بچوں سے بے حد پیار کرتے ہیں اور ان کا بے حد خیال رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تربیت و تعلیم سے آراستہ کیا۔ آپ اپنے بیٹوں کے لیے ایک سخت گیر والد نہیں بلکہ آپ کو اکثر اپنے بیٹوں کے ساتھ دوستوں کی طرح بے تکلف باتیں کرتے دیکھا گیا ہے۔ آپ ایک بہترین شوہر ثابت ہوئے۔ آپ نے ہمیشہ اپنی شریکِ حیات کا خیال رکھا اور انھیں وقت دیا اور انھیں عزت و احترام سے نوازا، اپنے گھر کے ماحول کو محبت آمیز رکھا اور ایک بھرپور، خوشگوار اور خوشحال ازدواجی زندگی گزاری۔

ڈاکٹر صاحب کی علمی و فکری خوبی یہ ہے کہ علمی، ادبی اور عام زندگی کے حوالے سے، اپنے خیالات کا دیانت داری اور شفافیت سے اظہار کرتے ہیں اور کسی مصلحت ڈر اور خوف کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کے بقول "آپ نے ماہرینِ اقبالیات کی غلط فہمیوں کو بھی دور کیا اور اس ضمن میں فرزندِ اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال سمیت کسی کو نہیں بخشا۔ ڈاکٹر صاحب کی یہی حق گوئی اور بے باکی ہے جس کی بدولت آپ ایک نازک اور پیچیدہ موضوع سے متعلق اپنے عہد کا ناقابلِ فراموش کارنامہ سرانجام دینے میں کامیاب ہوئے۔ آپ کی حق گوئی، علمی بے خوفی، تبحرِ علمی اور دیانتِ فکر کے متعدد واقعات ملتے ہیں۔ اس مقام پر ڈاکٹر طالب حسین سیال کا بیان کردہ ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے، جس سے اس شخصی خوبی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

> "نظریۂ پاکستان کونسل نے علامہ اقبال کی حیات اور فکر پر ایک مذاکرہ منعقد کیا تھا۔ اس میں کئی معروف اقبال شناس اور اہلِ علم و فضل موجود تھے۔ راقم بھی موجود تھا۔ اس موقع پر ڈاکٹر محمد خالد مسعود صاحب نے ایک انشائیہ پڑھا۔ کئی اصحابِ فکر و نظر نے اظہارِ خیال کیا۔ میں نے اور ڈاکٹر ایوب صابر نے اپنی باری پر اپنے خیالات پیش کیے۔ ڈاکٹر محمد خالد مسعود کا انشائیہ معیاری تھا لیکن اس کے الفاظ کے چناؤ میں وہ احتیاط اور حزم نہیں برتا گیا تھا جو اقبال کی شخصیت پر اظہار خیال کا تقاضا ہے۔ انشائیہ پر مزاح تھا اور کئی لوگوں نے اس کے انداز کو بھی سراہا

لیکن اختلاف رائے پر غیر متزلزل یقین رکھنے کے باوجود مجھے بھی انشائیے کا مجموعی انداز کھٹکا۔ میں ذاتی طور پر ڈاکٹر خالد مسعود کے تفقہ فی الدین کا قائل ہونے کے علاوہ ان کی شخصیت سے بھی متاثر ہوں اور ان کا عقیدت مند بھی ہوں لیکن اس انشائیے پر اختیار کیا گیا انداز مجھے اچھا نہیں لگا۔ بہر حال اس ۞ میں بڑے بڑے اقبال شناس اور فکرِ اقبال کے مداح موجود تھے لیکن جس مردِ قلندر کو انشائیے پر گرفت کرنے کی جرأت ہوئی وہ ڈاکٹر ایوب صابر تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ بھی نہ بولتے تو ہم سب بارگاہِ اقبال میں جواب دہ ہوتے۔ ہم تو اصحاب رخصت میں سے ہیں لیکن ایوب صابر صاحب عزیمت ہیں۔ ان کی موجودگی میں کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ فکرِ اقبال پر یا اقبال کی شخصیت پر حرف گیری کرے۔ اس خوبی میں ڈاکٹر ایوب صابر یکتا ہیں۔ ان کی یہ خصوصیت ہر خاص و عام کو معلوم ہے۔ شاید اسی وجہ سے ان کی شخصیت میں جاذبیت اور استغنا پیدا ہو گیا ہے۔''(۷)

ڈاکٹر ایوب صابر ایک قناعت پسند انسان ہیں۔ آپ کی اس خوبی سے اہل علم آگاہ ہیں۔ آپ نے اقبالیات پر جو کام کیا اس سے کبھی مالی فائدہ حاصل نہیں کیا بلکہ ''اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' جیسے بڑے منصوبے کی تکمیل کی خاطر اعلیٰ ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔ اس ضمن میں اگلے گریڈ میں ترقی اور معقول آمدن کو بھی خاطر میں نہیں لائے۔ یہاں تک کہ اس منصوبے کی کتابوں سے ملنے والی رقم سے بھی کتابیں خرید کر تقسیم کیں۔ پاکستان، اسلام اور اقبال آپ کی شخصیت کا بڑا حوالہ ہیں۔ آپ اوائل عمر سے تہجد و صوم و صلاۃ کے پابند ہیں۔ آپ سچے عاشق رسول ﷺ ہیں اور رسالت مآب ﷺ کے عشق کا محرکِ اعظم اپنے مرشد علامہ اقبال کو قرار دیتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی ڈاکٹر ایوب صابر اعلیٰ انسانی اور اسلامی اوصاف اور بلند تر علمی عظمت رکھنے والی عہد ساز شخصیت ہیں۔ ڈاکٹر طالب حسین سیال نے آپ کی شخصیت کے متعلق خوب لکھا ہے:

''ڈاکٹر صاحب ایک دردمند، درد آشنا اور شفاف انسان ہیں۔ وہ خوش اخلاق، ملنسار، وضع دار، وفادار، مددگار اور ایثار کیش دوست ہیں۔ اُن کی زندگی نظم و ضبط اور مسلسل سعی و عمل سے عبارت ہے۔ اقبال اور پاکستان سے ان کو والہانہ محبت

ہے۔ یہ محبت فکرِ اقبال کی روشنی اور تصورِ پاکستان کی صداقت پر ایمان سے پھوٹی
ہے۔ فکرِ اقبال کی اشاعت سے یہ محبت پروان چڑھی ہے۔ ایوب صابر کی اس
محبت نے کئی اقبال شناسوں میں نفوذ کیا ہے اور ان کے ہزاروں تلامیذ اس محبت
کے گرویدہ ہو کر اقبال کو پڑھنے کی طرف راغب ہوئے ہیں۔"(۸)

بحیثیت اُستاد

پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر اُردو زبان و ادب بالخصوص اقبالیات کے بلند پایہ معلّم اور صاحبِ نظر دانش ور کے طور پر تدریس کے شعبے میں بے حد مقبول رہے۔ آپ کا شمار وطنِ عزیز کے ان قابلِ قدر اساتذہ میں ہوتا ہے جو اس پیغمبرانہ پیشے میں ایک مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے پشاور یونی ورسٹی سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک جذبے اور مقصد کے تحت شعبۂ تعلیم کا انتخاب کیا اور اپنی ساری توانائیاں اپنے پیشے اور مشن پر صرف کر دیں۔ یہ مشن کیا تھا؟ علم کی روشنی پھیلانا، اعلیٰ مقاصد کے ساتھ شاگردوں کی لگن پیدا کرنا، آگے بڑھنے اور اوپر اُٹھنے کا جذبہ پیدا کرنا اور اُن کے اخلاق و کردار کو مضبوط بنانا۔

بحیثیت اُستاد و دانش ور، ڈاکٹر ایوب صابر گوناگوں اوصاف کے مالک ہیں۔ آپ واقعتاً جامع العلوم ہستی ہیں۔ آپ کا مطالعہ و معلومات قابلِ رشک، رویہ شفیق و خلیق، پڑھانے اور سمجھانے کا طریقہ کار مثالی، اندازِ گفتگو دھیما مگر مدلّل اور وضاحت سے بھرپور اور لب و لہجہ شائستہ و شیریں ہے۔ بطورِ معلّم آپ اقبال کے اس مصرعے "خذف ریزوں سے کر لیتے ہیں یہ لعل و گوہر پیدا" کے مصداق ہیں۔ اپنے ۳۲ سالہ کالج کے زمانۂ تدریس اور کم و بیش پندرہ برسوں سے علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اور چار پانچ برس تک بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے وابستگی کے دوران، ڈاکٹر ایوب صابر نے ہزاروں طلبا و طالبات کو علم سے مستفید کیا۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں آپ کے شاگرد ملکی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

"روشنی کے سفیر" نامی کتاب کے لیے، ڈاکٹر ایوب صابر کے بارے میں، ڈاکٹر عادل سعید قریشی نے جو مضمون لکھا ہے، اس کا عنوان ہے "ہمارے بہترین اُستاد"۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

"اس میں واقعی کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر ایوب صابر ایک محقق و نقاد بھی ہیں لیکن ان
کا سب سے بڑھ کر جو حوالہ بنتا ہے وہ ان کا مدرسِ زبان و ادب اور مفسرِ اقبالیات

ہوتا ہے۔ ایک پاکستانی طالب علم اپنے سولہ سالہ تعلیمی سفر کے دوران کم و بیش سو اساتذہ سے پڑھتا ہے۔ میں بڑی ذمہ داری سے کہہ سکتا ہوں کہ پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کی صورت میں ملا معلم ان سو اساتذہ پر بھاری ہے۔ وہ اپنے شاگردوں کے لیے عظیم نعمت سے کم نہیں۔ وہ ایک ماہر معلم، وسیع مطالعہ رکھنے والے استاد، رہنمائی کرنے والے مدرس اور مصلح ہیں جنھوں نے اپنے اوسط درجے کے شاگردوں کو بھی اُردو دوستی کا شوق اور اقبال شناسی کا ذوق دیا ہے۔"(۹)

ڈاکٹر ایوب صابر نے اپنے تدریسی دورانیے میں اپنی ذات کو جس طرح اپنے شاگردوں کی علمی و ادبی سطح بلند کرنے اور ان کی کردار سازی کے لیے وقف کیا، اس کی مثال خال خال ہی ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج جہاں کہیں بھی آپ کے شاگرد ملتے ہیں، تو نہ صرف زبانی طور پر بلکہ تحریری شکل میں بھی اپنے اُستادِ محترم کے فیض اور ان کی معلمانہ خوبیوں کا برملا اظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صابر کلوروی نے "داستانِ اقبال" کا جو انتساب آپ کے نام کیا ہے، اس کے الفاظ قابلِ توجہ ہیں۔(۱۰) یہ انتساب پہلے باب میں نقل ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر ایوب صابر کو پڑھاتے ہوئے ابھی آٹھ برس ہوئے تھے کہ ان کے شاگرد بشیر احمد سوز کا ایک مضمون ۳۱ر مارچ ۱۹۷۱ء کو روزنامہ "مشرق" پشاور میں شائع ہوا۔ اس کا عنوان تھا:

"پروفیسر ایوب صابر مثالی اُستاد، محقق اور مقرر ہیں"

اس مضمون کا آخری جملہ ہے:

"(ان) تمام اوصاف نے مل کر انھیں ایک بہترین اُستاد بنا دیا ہے۔"(۱۱)

مزید دو برس بعد جب پروفیسر ایوب صابر نے ایم اے کی سطح پر، کلامِ اقبال پڑھانا شروع کیا تو اُن کے فنِ تدریس نے کمال کا ایک اور مرحلہ طے کیا، اسی کی توسیع، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی میں، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر، فکرِ اقبال پر ①ز تھے۔

پی ایچ ڈی کے بعد ہائر ایجوکیشن کمیشن نے دو سال کے لیے آپ کی خدمات حاصل کیں تو آپ ۲۰۰۶ء سے ۲۰۰۸ء تک شعبۂ اقبالیات علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے سربراہ مقرر ہوئے۔ اسی دوران شعبۂ اقبالیات کو فعال بنانے کے ساتھ طلبا میں فکرِ اقبال کے فروغ کے لیے بیسیوں ①ز ریکارڈ کرائے اور کئی ایک سیمی نار منعقد کیے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر محمد عبید اسلم لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر ایوب صابر نے علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے فاصلاتی نظامِ تعلیم کو
فعال بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی خدمات کا اعتراف کرنا گویا سورج کو
چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ انھوں نے شعبۂ اقبالیات کو خونِ جگر دے کر
پروان چڑھایا۔ علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کو فخر ہے کہ اس کے پاس ایک بیدار
مغز نقاد موجود رہا ہے۔" (۱۲)

ڈاکٹر صاحب کے بیشتر شاگردوں کی تحریروں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ خوش مزاجی، خوش اخلاقی، خوش لباسی، خوش خوارکی اور خوش طبعی کے فطری جواہر سے مالا مال تھے۔ بحیثیت اُستاد نہایت قابل، محنتی، اپنے مضمون پر حاوی، بااصول اور وقت کے انتہائی پابند تھے۔ جب پڑھاتے تو پڑھانے کا حق ادا کر دیتے تھے۔ کوئی بات پوچھنی ہوتو بتانے کا حق ادا کر دیتے تھے۔ پڑھائی کے دوران کسی کی توجہ دوسری طرف مبذول ہونے کو گوارا نہیں کرتے تھے۔ آپ کی طرف سے طلبہ کو تعلیم سے متعلق ہی نہیں بلکہ جو کوئی جس قسم کا سوال پوچھتا مکمل اجازت ہوتی۔ پوچھنے پر انتہائی جامع اور تسلی بخش جواب دیتے۔ ہمیشہ ہمدردانہ مشورے سے نوازتے۔ جب آپ کسی مسئلے پر بحث کرتے یا دلائل دیتے تو یوں محسوس ہوتا کہ موتی خیال کے دھاگے میں پروئے ہوئے فقروں کی صورت میں زبان سے ادا ہو رہے ہیں۔ پڑھاتے ہوئے آپ کی زبان نہایت شستہ، صاف اور آسان ہوتی، اندازِ بیان ایسا بے ساختہ اور میٹھا ہوتا کہ جی چاہتا آپ بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ آپ کے پیریڈ میں کوئی طالب علم بور نہیں ہوتا تھا بلکہ گزشتہ کلاسوں کی بوریت بھی آپ کے پیریڈ میں ختم ہو جاتی تھی۔

ڈاکٹر عادل سعید قریشی لکھتے ہیں:

"اقبالیات کی تدریس میں ان کی محویت دیدنی ہوا کرتی تھی۔ وہ ایک خاص
کیفیت میں ہوتے، ان کی گفتگو بتا دیتی تھی کہ وہ خاص جوش اور حب کے ساتھ
فکرِ اقبال کو یوں بیان کرنا چاہتے ہیں کہ طلبا کے قلوب واذہان میں اپنی بات
بٹھا سکیں۔ ان کی دھیمی آواز اور نرم گوئی کا کیا مذکور کہ ایسا لگتا تھا کہ اُستادِ مکرم کو
الفاظ کے ساتھ بھی ایک طرح کی اُنسیت ہے کہ ہر لفظ کو سنوار کر اور نکھار کر
بولتے تھے۔ کلاس میں اقبال کی شاعری تحت اللفظ میں پڑھتے جاتے اور سننے
والے ایک خاص سحر میں کھو جاتے تھے۔" (۱۳)

جبکہ بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کی ①ارڈاکٹر سائرہ بتول نے اپنے تاثرات ✱ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ڈاکٹر ایوب صابر جیسی کارگزار ہستی کے بارے میں مجھ جیسی ادنیٰ شاگرد کا رائے دینا بلاشبہ مشکل کام ہے .... آپ ایک جامع العلوم ہستی ہیں۔ آپ کا مطالعہ قابلِ رشک اور اندازِ گفتگو نہایت مدلل ہے۔ آپ کی بات کو سمجھنے اور اس کی تہہ تک پہنچنے کے لیے ذہنی سطح کا بلند ہونا ضروری ہے۔ عام اور رواجی معلومات رکھنے والا ان تک پہنچ نہیں سکتا۔ .... ڈاکٹر صاحب کو اقبال کے بے شمار اشعار ازبر ہیں۔ فارسی کے دقیق الفاظ بھی نوکِ زبان رہتے ہیں۔.......... وہ ایک حد تک فاصلہ رکھنے کے قائل ہیں لیکن ان کے شاگرد مطمئن رہتے ہیں۔ کیوں کہ وہ طالب علموں کی ذہنی اور علمی آسودگی کا خیال رکھتے ہیں۔ رجائیت ان کی شخصیت کا ایک اور پہلو ہے۔ وہ نہ خود مایوس ہوتے ہیں اور نہ اپنے طلبا کو مایوس ہوتا دیکھ سکتے ہیں۔ وقت کے پابند اور انتہائی بااصول واقع ہوئے ہیں۔ کلاس میں کبھی تاخیر سے نہیں آئے۔ حاضری نہ بھی لیتے تو بھی کبھی کوئی غیر حاضر نہ ہوتا۔ وہ اپنے شاگردوں میں بھی ایسی صلاحیتیں اور اوصاف دیکھنا پسند کرتے ہیں جو خود ان کی ذات کا حصہ ہیں۔ خدا ان کے شاگردوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور ان کا سایہ ہم پر سلامت رکھے۔ آمین۔''(۱۴)

ڈاکٹر ایوب صابر اپنے شاگردوں میں علمی و ادبی ذوق پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے میں بھی ہمیشہ سرگرم رہے۔ آپ کے کئی ایک شاگردوں نے شعر و نثر میں اپنی تخلیقات پیش کیں۔ بحیثیتِ مجموعی دیکھا جائے تو ڈاکٹر ایوب صابر نے اپنے شاگردوں میں اعلیٰ اسلامی اور انسانی اوصاف پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ نے انھیں زندگی کو قیمتی بنا کر جینے کا درس دیا۔ کڑے حالات میں مضبوط رہنے اور پُر اُمیدی کی تلقین کی اور بلند حوصلگی کا جذبہ دیا۔ آپ نے یہ سب بول اور وعظ سے نہیں سمجھایا بلکہ آپ کی زندگی آپ کے شاگردوں کے لیے عملی مثال تھی۔ آپ کے شاگردانِ رشید، آپ کو ایک عالم باعمل، ایک مشفق و کامل اُستاد اور ایک مہربان منتظم کے طور پر جانتے ہیں اور آج بھی اپنے اُستادِ محترم کی عظمتوں کے سراپا معترف ہیں۔

بقول ڈاکٹر عادل سعید قریشی:

"پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کا ہر حوالہ اپنی جگہ مسلم ہے لیکن ان کا سب سے بڑا حوالہ بہر حال ان کا اُستاد ہونا ہی ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ آپ کی وہ حیثیت جو اُستاد کے طور پر آپ کو حاصل ہے۔ اقبال شناسی میں مقام و مرتبے سے کم نہیں۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے ہزاروں شاگردوں کے نزدیک پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر ایک بہترین اُستاد ہیں۔"(۱۵)

بحیثیت محقق

اُردو تحقیق کا ذکر ڈاکٹر ایوب صابر کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ آپ اُردو زبان و ادب کے ایک سنجیدہ و تذکرہ نگار اور بلند پایہ محقق ہیں۔ آپ کی تحقیقات کا دائرہ خاصا وسیع ہے۔ اقبالیات میں آپ کی تحقیقات سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

ماہرین اقبالیات نے انھیں اقبالیات کا انسائیکلوپیڈیا قرار دیا ہے۔ محققین ادب کے بقول جو کام ایک ادارے کے کرنے کا تھا۔ اسے تن تنہا پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر نے انجام دیا۔ ڈاکٹر عامر سہیل نے اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر ایوب صابر کو بحیثیت محقق اور بطور اقبال شناس دیکھا جائے تو یہ کہنا مبالغہ آرائی نہیں ہوگی کہ اس وقت وہ صفِ اوّل کے اقبال شناسوں میں شامل ہیں۔ انھوں نے معترضینِ اقبال سے جو پراجیکٹ شروع کیا اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا، اس کی ہر ممکن جہت پر کئی تحقیقی کتابیں پیش ہو چکی ہیں۔ ان کی تحقیقی ریاضت تک کوئی دوسرا شخص شاید ہی پہنچ سکے۔ اقبال کے متنوع پہلوؤں پر ان کی سامنے آنے والی تحقیق پر اضافہ کرنا محال ہے۔ اقبال کی شخصیت، فکر اور کلام پر ہونے والے اعتراضات کا علمی محاکمہ جس تحقیقی صداقت اور علمی دیانت داری کے ساتھ ڈاکٹر ایوب صابر کر گئے۔ اب اس کی ہمسری کا دعویٰ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔"(۱۶)

آپ ایک وسیع المطالعہ، انتھک اور پختہ کار محقق ہیں۔ آپ کا شمار اُردو زبان و ادب کے ان سربرآوردہ محققین میں ہوتا ہے جنھوں نے اُردو تحقیق کو ایک معیار اور وقار بخشا ہے۔ آپ کی تحقیقات کو

نہ صرف اُردو میں بلکہ عالمی سطح پر اُردو تحقیق کے نمونے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں نامور محقق، نقاد اور اقبال شناس ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں کہ: ''ان کے سلسلۂ تصانیف کو اقبالیات کے باب میں ایک ہمیشہ رجوع کیے جانے والے حوالہ جاتی اور اُردو میں اپنی نوعیت کے واحد تحقیقی اور تجزیاتی مطالعے کی ایک مبسوط مثال کے طور پر دیکھا جائے گا۔''

ڈاکٹر ایوب صابر کا وقیع تحقیقی کام اقبالیات کے حوالے سے ہے اور یہی آپ کی ادبی شخصیت کا معروف حوالہ بھی ہے تاہم اُردو زبان و ادب کے حوالے سے بھی آپ کی تحقیقات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ''آزاد کشمیر میں نفاذِ اُردو''، ''پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے''، ''ادبستانِ ہزارہ''، ''انتخاب خطوطِ غالب'' اور ''اُردو زبان کا آغاز'' حوالے کی کتابیں ہیں۔

''آزاد کشمیر میں نفاذِ اُردو'' کشمیر میں اُردو زبان کے نفاذ کی مکمل روداد ہے۔ ڈاکٹر صاحب خود سفر کر کے مظفر آباد گئے اور وہاں سرکاری ریکارڈ دیکھ کر واضح کیا کہ کس طرح بیوروکریسی نفاذِ اُردو کا راستہ روکتی رہی ہے۔

''پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے'' بھی اپنی نوعیت کا منفرد منصوبہ تھا۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے ملک کے مختلف حصوں میں قائم ایسے اداروں کا ایک تاریخی اور تحقیقی جائزہ مرتب کیا جو ادب، سائنس، تحقیق، ترجمے، تاریخ اور تعلیم وغیرہ کے حوالے سے کسی نہ کسی عنوان سے اُردو کی خدمت میں مصروف ہیں اور ان کی مختلف النوع سرگرمیوں، خصوصاً تصنیفی و تالیفی اور اشاعتی کاوشوں نے اُردو زبان کو باثروت بنایا ہے۔

اس کتاب کے متعلق ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے لکھا ہے:

> ''پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے'' اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے...... ترقی اُردو کے سلسلے میں سرکاری اور نیم سرکاری اور نجی اداروں کی کارگزاریوں کو ضبطِ تحریر میں لانا ملی اور علمی تقاضوں کی تکمیل کے مترادف ہے۔ اس کتاب میں جو ریکارڈ یکجا کیا گیا ہے۔ وہ اُردو زبان و ادب پر کام کرنے والے افراد اور اداروں کے لیے ایک بنیاد مہیا کرتا ہے۔ ان بنیادی معلومات کی مدد سے مستقبل کے لیے منصوبہ بندی میں مدد مل سکتی ہے اور آئندہ کام کرنے کے لیے حکمتِ عملی بھی مرتب کی جا سکتی ہے۔'' (۱۷)

ڈاکٹر ایوب صابر اُردو کے سنجیدہ اور عمدہ تذکرہ نگار ہیں۔ "ادبستانِ ہزارہ" ہزارہ کے غزل گو شعرا کا شاہکار تذکرہ ہے۔ یہ کتاب تاریخی وجہ رکھتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی کہ یہ ہزارہ کے نامور شعرا کا پہلا باقاعدہ اور منظم تذکرہ ہے۔ ہزارہ کے متعدد شعرا نے اُردو شاعری میں بلند مقام حاصل کیا۔ ان میں قتیل شفائی، حفیظ اثر، سلطان سکون، آصف ثاقب، نیاز سواتی، ریاض ساغر، امان اللہ امان، احمد حسین مجاہد، سفیان صفی، محمد حنیف، ابرار سالک اور رستم نامی جیسے متعدد نام اس ضمن میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔ ان نامی گرامی شعرا کی جھلک آج بھی اس آئینہ نما تذکرے میں زندہ ہے۔ نیاز سواتی کے بقول: "ادبستانِ ہزارہ اس لحاظ سے بھی اہمیت رکھتی ہے کہ اس میں بیشتر شعرا کا کلام محفوظ کر دیا گیا ہے اور دوسرا یہ کہ اس کے مطالعے میں یہاں کے شعرا کے رنگِ تغزل کا اندازہ ہوتا ہے اور تیسرے یہ کہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے ایک ٹھوس بنیاد فراہم ہوئی ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا ایک ایڈیشن "پاکستانی شاعری: ایبٹ آباد کے غزل گو شعرا" کے نام سے انٹرنیشنل اُردو پبلی کیشنز، نئی دہلی سے بھی شائع ہوا ہے۔

"انتخابِ خطوطِ غالب" اور "اُردو زبان کا آغاز" بھی اپنی نوعیت کی اہم کتابیں ہیں۔ اوّل الذکر کتاب طلبہ کی نصابی ضرورت کے ساتھ اُردو سیکھنے والوں کے لیے بھی اہمیت کی حامل ہے جبکہ مؤخر الذکر میں ڈاکٹر صاحب نے اُردو کی ابتدا کے متعلق محققین کے نظریات کا اختصار پیش کر کے اس کتاب کو طلبہ اور لسانیات کے محققین کے لیے کارآمد بنا دیا ہے۔

اگرچہ ڈاکٹر صاحب کی یہ تحقیقات اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہیں تاہم آپ نے اقبالیات کی تحقیق کو مقصدِ حیات بنا کر اس حوالے سے جو گراں قدر اضافے کیے وہ آپ کو اُردو تحقیق میں ہمیشہ نمایاں اور زندہ رکھیں گے۔ اس ضمن میں آپ کی تحقیقات کا اجمالی جائزہ پچھلے باب میں پیش کیا جاچکا ہے۔

جہاں تک ڈاکٹر ایوب صابر کے محققانہ اوصاف کی بات ہے تو آپ میں ایک سنجیدہ، محنتی اور پختہ کار محقق کی تمام خوبیاں بدرجۂ اُتم موجود ہیں۔ محنت اور لگن، ایثار، پختہ عزم، غیر جانبداری، غیر جذباتیت، ناقدانہ بصیرت، عمیق مطالعہ، متعین مقصدِ تحقیق، محققانہ زبان و بیان اور منطقی استخراج آپ کی تحقیق کے نمایاں وصف ہیں۔

ڈاکٹر ایوب صابر کی محققانہ شخصیت کا ایک نمایاں پہلو آپ کی حق گوئی و بے باکی ہے۔ عام زندگی ہو کہ تحقیق و تنقید، ریا، بناوٹ اور غلط بیانی کا آپ کی شخصیت سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں رہا۔ آپ تحقیق کو حق گوئی کا کاروبار سمجھتے ہیں۔ آپ نے اپنے تحقیقی سفر کے دوران حق بات لکھی اور ہمیشہ حق کا ساتھ

دیا۔ حق بات کا اظہار کرتے ہوئے آپ مصلحت اور خوف کو قریب نہیں آنے دیتے۔ بڑے بڑے اقبال شناسوں کی غلط بیانیوں اور غلط فہمیوں کا پردہ چاک کرتے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کے بقول یہاں تک کہ فرزند اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال کے نادرست مؤقف پر بھی پکڑ کی ہے۔ مختلف ٹی وی پروگراموں اور ادبی پروگراموں کے بے شمار واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے ڈاکٹر ایوب صابر کی حق گوئی اور بے باکی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جبکہ آپ کی تحریریں حق و صداقت کا مظہر ہیں۔

عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ بیشتر ادیبوں نے اپنی تخلیقات اور تحقیقات سے مالی فائدے حاصل کیے۔ سندی تحقیقات کا حصول بھی ملازمت اور اچھے عہدے کے لیے رہا۔ ڈاکٹر ایوب صابر کا اس طرح کے جذبے سے کبھی واسطہ نہیں رہا۔ یہاں تک کہ پی ایچ ڈی کے بعد جب ہائر ایجوکیشن کمیشن نے دو سال کے لیے آپ کی خدمات حاصل کیں اور آپ کو علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کی سربراہی ملی تو پھر بھی بقول ڈاکٹر زاہد حسن چغتائی انھیں اس دور میں سب سے زیادہ فکر اور تشویش اپنے تحقیقی کام کے تعطل پر تھی۔ وہ اپنے تحقیقی سفر کو کسی بھی قیمت پر زیر التوا نہیں رکھنا چاہتے تھے۔

ڈاکٹر ایوب صابر کا تحقیقی طریقۂ کار بھی بڑا انفرادیت کا حامل ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ آپ نے اُردو تحقیق کو اپنے طریق تحقیق کی بدولت ایک نیا اور منفرد ڈھنگ دیا ہے، تو غلط نہ ہوگا۔ آپ اصول تحقیق اور اس کی مختلف تکنیک سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ نے ان تحقیقات میں مقاصد کے حصول اور کسی منطقی انجام تک پہنچنے کے لیے جدید طریقۂ تحقیق اپنانے کے ساتھ مختلف منطقی اوزار استعمال کر کے جس طرح نتائج اخذ کیے ہیں، اسے رول ماڈل بنا کر تحقیق کے اعلٰی مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان اس حوالے سے ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر ایوب صابر کا طریقۂ کار (Modus operandi) اور تحقیقی و تجزیاتی ماڈل (Paradigm) یہ ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے کسی معاند اقبال کے الزامات کی فہرست بطور فرد جرم پیش کرتے ہیں۔ یعنی مخالف کا مدعا اور مقصود بغیر ذاتی رائے اور تبصرے کے پیش کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نمبروار الزام نامہ ترتیب دیتے ہیں جس میں ان الزامات کا خلاصہ ہوتا ہے۔ پھر ایک ایک الزام کو منطق اور دلیل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ مصدقہ حوالے دیتے ہیں اور الزامات کے اندر پائے جانے والے فنی تضادات، تاریخی اغلاط، منطقی اسقام

اور من گھڑت روایات کا پردہ چاک کر کے باری باری دھجی دھجی کرتے ہیں۔
جب الزامات رد ہونے لگتے ہیں اور حریف لڑکھڑانے لگتا ہے تو وہ کبھی کبھی
الزاماتی منطق (Famale Logic) کا سہارا لے کر اسے ڈھیر کر دیتے ہیں۔
یعنی الزام تراش کو اپنی حیثیت، حقیقت، پس منظر اور سابقہ تحریروں کا آئینہ دکھا
کر مزید خجل کر دیتے ہیں۔ ایوب صابر نے استقرائی اور استخراجی منطق کے
اوزار (Tools) استعمال کیے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ بیشتر جگہ پر عقل سلیم کی
قوت (Commonsence Logic) سے بھی کام لیا ہے اور انسان کے
اندر کی نیکی کو بھی آواز دی ہے۔ بعض مقام پر لوہے سے لوہا کاٹنے کا طریقہ
کار بھی برتا ہے یعنی مسلمہ اقبال شناسوں کی تحریروں کے ذریعے دوسرے الزام
تراش کا توڑ دریافت کیا ہے................ اور یہ سارا کام نفاست، منطقیت اور
تلاش و تحقیق کے دائرے کے اندر رہ کر کیا گیا ہے جو بسا اوقات ایک جفاکش
خدمت گزار (Yeoman's Service) کی فرض شناسی (Vicarious
Duty) کا درخشندہ مظہر نظر آتا ہے۔''(۱۸)

علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب نے اپنے نقطۂ نظر کو پیش کرنے کے لیے سائنسی انداز بھی اپنایا ہے۔
آپ نے ہر اعتراض کی تردید دلائل و براہین سے کی ہے اور اس ضمن میں تاریخی صداقتوں اور دستاویزی
شہادتوں کے ثبوت بھی فراہم کیے ہیں۔

تحقیق کی زبان افسانوی ادب اور رنگین نثر سے مختلف ہوتی ہے کیوں کہ اس میں تخیل سے زیادہ
واقعیت و قطعیت کا عمل دخل ہوتا ہے اور تصنع یا بناوٹی لب و لہجہ کے بجائے سیدھے سادے الفاظ میں اپنا
زاویۂ نظر پیش کرنا ہوتا ہے۔ اس ضمن میں دیکھا جائے تو ڈاکٹر ایوب صابر نے اپنے جاندار اور منفرد
اسلوب سے بھی اپنی تحقیق کو وقیع بنایا ہے۔ آپ کا اسلوب غیر مرصع اور غیر آرائشی ہے۔ آپ سیدھے
سادے انداز اور عام فہم مگر سنجیدہ و باوقار اسلوب میں اپنا مدعا بیان کرتے ہیں اور صداقت و دیانت اور تحقیق
علمی کے اصولوں کے تحت، بے بنیاد تحقیق اور من گھڑت واقعات کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت کو
سامنے لاتے ہیں۔ اس ضمن میں آپ کا انداز اتنا دلچسپ اور پُر تاثیر ہوتا ہے کہ قاری کو ذرا بھی بوریت
محسوس نہیں ہوتی اور نہ کہیں سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی ہے۔ انحصار اور وضاحت نے آپ کی تحقیق کو

نکھار دیا ہے۔ پروفیسر گلناز بانو لکھتی ہیں:

"ڈاکٹر ایوب صابر کا اسلوب معتدل و متوازن رہا ہے۔ تمام اعتراضات کا جواب دوٹوک انداز میں دیا ہے۔ شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی اور نہ ہی کہیں قیاس آرائی سے کام لیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کسی بھی اعتراض کا جواب پیش کرتے ہوئے معترض کو طنز و تشنیع کا نشانہ نہیں بنایا اور نہ ہی اپنی علمیت کو جتایا اور نہ ہی حقائق کا تجزیہ کرتے وقت ان کا قلم تلخ نوائی کا شکار ہوا ہے۔"(۱۹)

تحقیقی کام میں مستند حوالہ جات دینا نہ صرف ضروری ہوتا ہے بلکہ تحقیق کی بنیاد ہی درست حوالوں پر قائم ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے اپنی تحقیقات میں حوالوں کا جو نظام ترتیب دیا ہے وہ آپ کے وسیع مطالعے کا ثمر ہے۔ آپ نے حواشی، کتابیات، فہارسِ کتب و رسائل و جرائد ان تمام بنیادی لوازمات کو ایک پختہ کار محقق کی طرح پورا کیا ہے۔

بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو ڈاکٹر ایوب صابر معتبر اور بے بدل محقق ہیں۔ آپ کی محققانہ کاوشوں نے اُردو تحقیق میں اضافہ کیا ہے اور آپ کے طریقِ تحقیق نے محققینِ ادب کو ایک رول ماڈل دیا ہے۔

بحیثیتِ نقاد

پروفیسر ایوب صابر اقبالیات کے معتبر نقاد ہیں۔ آپ کی تصانیف جہاں تحقیق کا اعلیٰ اور جدید معیار رکھتی ہیں وہاں تنقیدی حوالوں سے بھی ان کی اہمیت مسلمہ ہے۔ آپ کی تحقیقات میں شامل تجزیے عمدہ تنقید کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کو اُردو میں تنقید پر تنقید کے حوالے سے بھی ممتاز ترین مقام حاصل ہے۔ ویسے تو آپ کی جملہ تحقیقات میں تنقید پر تنقید کی مثالیں ملتی ہیں تاہم اقبالیات سے متعلق تصانیف اُردو میں تنقید پر تنقید کی بہترین مثالیں ہیں۔ ڈاکٹر سفیان صفی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اُردو ادب میں تنقید پر تنقید کی مثالیں بہت کم دستیاب ہیں جبکہ انگریزی اور مغربی ادب میں (Criticism on Critieism) کا ایک وافر ذخیرہ دستیاب ہے۔ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ اُردو میں اس صنفِ تنقید کو ایک مؤثر پیرائے میں نذرِ قارئین کرنے کا سہرا پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کے سر بندھتا

ہے۔ آپ نے جس دقیق النظری اور بحوری سے اقبال پر ہونے والی تنقیدات کو
باضابطہ انداز میں مورد تنقید بنایا ہے۔ اس کی مثال برصغیر کی سطح پر نہ ہندوستان
میں ملتی ہے اور نہ ہی پاکستان میں۔ اُردو ادب کے تنقیدی تنگنائے میں پہلی
مرتبہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت اس وسیع المقاصد اور ہمہ جہتی کارِ دشوار کو
سرانجام دینے کی کاوش بہر انداز مداح سرائی کے لائق ٹھہرتی ہے۔"(۲۰)

ڈاکٹر ایوب صابر بنیادی طور اقبالیاتی نقاد ہیں اور اقبال کے فکری، لسانی، فنی اور تنقیدی شعور کا گہرا ادراک رکھتے ہیں۔ ایسا فہم جس تک شاید ہی کسی اور اقبال شناس کی پہنچ ہو سکے۔ ذوالفقار احسن نے خوب لکھا ہے: "ہم خوش نصیب ہیں کہ علامہ اقبال ہمارے حصہ میں آئے اور علامہ اقبال کی خوش نصیبی ہے کہ اسے ڈاکٹر ایوب صابر ایسا نقاد میسر آیا۔ اقبال کے افکار و نظریات قدیم و جدید اور مشرق و مغرب کے جامع علوم کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ ان کا جائزہ لینا اور فکرِ اقبال کو درست تناظر میں پیش کرنا سطحی اور کم مطالعہ رکھنے والے نقاد کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لیے وسیع مطالعہ اور مشرقی و مغربی تنقیدی اصول و مسلمات پر دسترس ہونا بنیادی شرط ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر اس حوالے سے ایسے محقق و نقاد ہیں جنھوں نے وسیع مطالعے اور وسعتِ نظری سے اقبال ایسے جامع موضوع کا کلی احاطہ کرتے ہوئے فکرِ اقبال کی تفہیم، تعبیر، توضیح اور تشریح کے ساتھ مخالفین، معتر ⊙ اور ناقدین اقبال کے مغالطوں، غلط بیانیوں، تحقیقی و تنقیدی لغزشوں اور جعل سازیوں کو سامنے لا کر غیر جانبدار، غیر جذباتی اور شفاف تنقید کی ایک مثال قائم کی ہے۔ بقول ڈاکٹر عبدالحق:

"ڈاکٹر ایوب صابر کا منطقی استدلال اور تجزیاتی طریقہ کار اہم مؤثرات کا حامل ہے۔ بیان کی قطعیت میں ان کے اخلاص اور منصفانہ مزاج کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ وہ خود صائب رائے ہیں اور قاری کو قیل و قال کا موقع نہ دے کر ہم خیال بنانے کا ہنر جانتے ہیں۔ وہ عقل و خرد کے ساتھ اقبال کے پُر جوش حامی اور حمایتی ہونے کے علاوہ غلط اور گمراہ کن اعتراضات کو انگیز کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ تنقید کو تصنیف کے تابع سمجھتے ہیں۔ ان کی تحریروں کے بین السطور یہی فکری منشور روشن نگاہ ہے۔"(۲۱)

ڈاکٹر ایوب صابر کی تنقید گوناگوں اوصاف رکھتی ہے۔ آپ کی ناقدانہ شخصیت کا نمایاں وصف یہ

ہے کہ آپ نے تنقید کے عمومی اور روایتی اصولوں کو بھی مد نظر رکھا ہے اور جدید تنقیدی نظریات کو بھی بروئے کار لا کر اپنے تحقیقی سرمائے کو وقیع بنایا ہے ۔ غیر جانبداری ، غیر جذباتیت، شفافیت اور منطقی استدلال آپ کی تنقید کا خاصا ہے۔ آپ تنقید کو تصنیف کے تابع سمجھتے ہیں اور اسی تناظر میں اپنے بے لاگ تجزیے پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی تحریریں معیاری اور متوازن تنقید کا بھی اعلیٰ نمونہ ہیں۔ آپ اپنے اقبالیاتی سرمائے میں ایک ◤ مزاج اور معقولیت پسند نقاد کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

> "انھوں نے خنک مزاجی سے کام لیتے ہوئے، تنقید کا ایک خاص معیار برقرار رکھا ہے۔ پھر انھوں نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے۔ وہ بھی ان کے توازن فکر و ذہن کا ثبوت ہے۔" (۴۲)

ڈاکٹر ایوب صابر نفسیاتی تنقید کا گہرا ادراک رکھتے ہیں۔ آپ نے اقبال کے معتر ⊙ و مخالفین کے اعتراضات کی نوعیت اور مخالفت اقبال کے نفسیاتی محرکات کا تجزیہ کر کے مختلف النوع گروہوں کے مقاصد نیز تعصبات کو واضح کیا ہے۔ اس ضمن میں آپ کی وسیع تحقیق، عمیق تجزیے اور بے لاگ تنقید میں اپنا ثانی نہیں رکھتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحریروں اور کتابوں میں تنقید کے تقاضوں کو پوری دیانت داری سے برتا ہے۔ اقبالیات کے باب میں آپ کا تنقیدی سرمایہ اور زاویۂ نظر انفرادیت کے ساتھ آپ کو ہمیشہ نمایاں اور ناگزیر رکھے گا۔ فرزند اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "اقبال شناسی میں ڈاکٹر ایوب صابر محتاج تعارف نہیں ہیں۔ میں نے ان کی کئی ایک تصانیف کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کا اقبالیاتی کام ادب میں قدر سے دیکھا جاتا ہے...... میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر ایوب صابر بلاشبہ اقبال شناسی کے ممتاز نقاد ہیں۔" (۴۳)

فکر اقبال نے اپنے اظہار کے لیے زبان و بیان اور فنی رموز کا ایک نیا پیکر تخلیق کیا تو روایتی شاعروں اور نقادوں نے اقبال کی شعری زبان پر بے شمار اعتراضات کیے۔ ڈاکٹر ایوب صابر لسانی دور بینی کے شعری فن کا عرفان رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنی تحقیقات میں اقبال کے فن اور زبان و بیان پر

معترض ⊙ کے اعتراضات کا توڑ پیش کرتے ہوئے جو مقدمات باندھے ہیں ان سے آپ کے پختہ لسانی و فنی اور بے لاگ تنقیدی شعور کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ایوب صابر کی تحریر کے چند اقتباس یہاں نقل کیے جاتے ہیں جو کہ کلیم الدین احمد کے اعتراضات کے توڑ میں رقم کیے گئے ہیں۔ کلیم الدین احمد معترض ہیں کہ اقبال کے اشعار میں خطیبانہ اُسلوب ہے چوں کہ خطابت اور شاعری الگ الگ چیزیں ہیں لہٰذا یہ شاعری نہیں۔ ڈاکٹر ایوب صابر تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''پہلا دعویٰ اس لیے غلط ہے کہ شاعری میں خطیبانہ اُسلوب بھی اسی طرح روا ہے جس طرح غیر خطیبانہ اُسلوب۔ اقبال کے خطیبانہ اُسلوب میں لفاظی اور مبالغہ نہیں ہے اور نہ ہی اخلاص کی کمی ہے۔ اقبال خطیبانہ اُسلوب کو شعری وسیلے کے طور پر، اثر انگیزی کے لیے، کام میں لاتے ہیں۔ یہ وسیلہ ان نظموں میں بروئے کار آتا ہے جو اجتماعی یا پبلک موضوع سے متعلق ہوں۔ (۲۴)

کلیم الدین احمد کا اعتراض ہے کہ پیغمبری کے باعث اقبال بڑے شاعر نہیں بن سکے: ڈاکٹر ایوب صابر لکھتے ہیں:

> ''اقبال کی بڑائی کا انحصار شعری تخلیق کے عمل اور پیغمبرانہ عناصر دونوں پر ہے۔ اقبال نے بلند و عمیق افکار اور اعلیٰ ترین جذبات و احساسات کو عمدہ ترین شعری پیکر میں ڈھال دیا ہے۔ اس ضمن میں دُنیا کا کوئی شاعر اقبال کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ معجزۂ فکر و فن کا یہ ظہور عصرِ حاضر میں ایک اہم اور عظیم کارنامہ ہے۔''(۲۵)

کلیم الدین احمد کا ایک اور اعتراض ہے کہ ''بلند لہجہ اور شاعری الگ الگ چیزیں ہیں۔ شاعری کا لہجہ زیرِ لبی ہوتا ہے۔ اقبال کا نہیں ہے۔ اس لیے کہ اقبال کی شاعری میں داخلی تجربوں کی کمی ہے۔ اور زیرِ لبی لہجے کا تعلق داخلی تجزیے سے ہوتا ہے۔'' جواب میں ڈاکٹر صاحب کی تنقیدی بصیرت قابلِ توجہ ہے:

> ''شاعری کا لہجہ زیرِ لبی ہوتا ہے۔ درست۔ مگر بلند بھی ہوتا ہے۔ درحقیقت شاعری کے لہجے گوناگوں ہیں اور اقبال کے شاعرانہ لہجے بھی گوناگوں ہیں...... کلیم الدین لہجے کے معاملے میں مغالطے کا شکار ہیں یا مغالطہ دینے کے درپے ہیں۔ یہ بات معلوم و معروف ہے کہ اُردو غزل بیشتر داخلیت کی حامل ہے اور

انگریزی شاعری خارجیت کا مظہر ہے۔ اقبال کے ہاں داخلیت اور خارجیت کا امتزاج ہے۔ کلیم الدین احمد اگر زیرِ لبی لہجے ہی کے شیدا ہیں تو اُردو غزل ان کی تحسین کی مستحق ہے جسے وہ ربط و تسلسل کے فقدان کے باعث نیم وحشی قرار دیتے ہیں۔ غزل کا لہجہ زیرِ لبی ہوتا ہے اس لیے کہ شاعر کا خطاب محبوب سے ہوتا ہے۔ اقبال کی روایتی نوعیت کی غزلوں نیز رومانی قسم کی نظموں کا لہجہ زیرِ لبی ہے۔ اقبال کا لہجہ جہاں کہیں بلند ہے وہ بھی ان کے مقاصدِ شعری کے مطابق اور اثر انگیزی کا ایک وسیلہ ہے۔ ٹوٹے ہوئے دل کی بات یا دل کے ٹوٹنے کی بات کا لہجہ زیرِ لبی ہوتا ہے لیکن جب مقصد دل کی سلامتی ہو تو مقصد کی تبدیلی لہجے کی تبدیلی کا باعث بنے گی .... بلند لہجہ اقبال کی کمزوری نہیں طاقت ہے۔''(۲۶)

ڈاکٹر ایوب صابر نے اپنے تجزیوں سے ثابت کیا ہے کہ اقبال کے فن کو پرکھنے کا روایتی معیار درست نہیں تھا۔ ڈاکٹر عبدالحق اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر ایوب صابر کے قائم کردہ مقدمات بڑی معنویت رکھتے ہیں۔ ان کی آگہی کے بغیر اقبال کے لفظ و معنی کی ارتباط شناسی مشکل ہے۔ ہم موصوف کی لسانی دور بینی کے معترف ہیں اور شکر گزار بھی۔''(۲۷)

ڈاکٹر ایوب صابر کی تنقید کا انداز معروضی ہوتا ہے، اُسلوب سادہ اور تصنع سے پاک ہوتا ہے اور لب و لہجہ نرم اور شگفتہ۔ آپ نے اقبالیات کے باب میں اپنی تحقیق و تنقید کے دوران حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں آپ، اپنا زاویۂ نظر پیش کرتے وقت حقائق کے انبار لگائے جاتے ہیں۔ شاعر علی شاعر لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر ایوب صابر کا شمار اس دور کے اہم ناقدین میں ہوتا ہے۔ وہ اُردو ادب کی معتبر اور ثقہ بند شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا مزاج تلاش و جستجو سے معمور ہے اور ان کا موضوع اپنے معاصرین سے بڑی حد تک الگ نظر آتا ہے جس کی بنیاد پر وہ اپنے معاصرین سے الگ نظر آتے ہیں۔''(۲۸)

اقبال شناسی (ناقدین کی آرا)

ڈاکٹر ایوب صابر، اقبالیاتی ادب میں ناگزیر اور نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کے اقبالیاتی سرمائے کی تفہیم کے بغیر، فکرِ اقبال اور اقبال کی شخصیت کا کلی فہم ممکن نہیں۔ جید اقبال شناسوں نے اس کا برملا اظہار بھی کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب ان خوش نصیبوں میں شامل ہیں جنھیں اپنی زندگی ہی میں پذیرائی ملی۔ ان کی شخصیت اور خدمات پر کتابیں لکھیں گئی ہیں۔ جامعاتی سطح پر بھی ان کے علمی کام کے حوالے سے تحقیقی وتنقیدی کام ہوا۔ ایم فل کے مقالے کا عنوان ''معترضینِ اقبال اور ڈاکٹر ایوب صابر کی اقبال شناسی'' ہے۔ یہ مقالہ پروفیسر ریاض احمد نے بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی سے ڈاکٹر عزیز ابن الحسن کی نگرانی میں لکھا ہے اور اسی نام سے قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل کے زیرِ اہتمام شائع ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی اقبال شناسی پر، پی ایچ ڈی کا تھیسس علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد سے ہوا ہے۔ یہ مقالہ حال ہی میں ''ڈاکٹر ایوب صابر کی اقبال شناسی کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کے زیرِ عنوان، مسعود الحسن بدر نے لکھا ہے۔ مسعود الحسن بدر اب ڈاکٹر مسعود الحسن بدر ہیں تاہم ان کا تھیسس ابھی منظرِ عام پر نہیں آیا۔

ڈاکٹر ایوب صابر کی شخصیت، فکر وفن اور اقبال شناسی کے حوالے سے معروف محقق، نقاد اور ماہر اقبالیات، پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید دو کتابیں مرتب کر چکے ہیں۔ ان کی پہلی کتاب کا نام، ''ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس'' ہے۔ یہ ایک ضخیم اور معلومات افزا کتاب ہے۔ اس کتاب میں فاضل مرتب نے، ڈاکٹر ایوب صابر کی شخصیت، ادبی ولسانی خدمات اور اقبال شناسی کے جائزے کے ساتھ، ماہرینِ اقبالیات اور ناقدینِ ادب کی آرا کو بھی یکجا کیا ہے۔ بک کارنر جہلم، نے اس کتاب کو ۲۰۱۵ء میں شائع کیا ہے۔

ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم کی دوسری کتاب ''محافظِ اقبال'' ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر ایوب صابر کو ''محافظِ اقبال'' کا خطاب دیتے ہوئے، ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم نے ''اقبال کی شخصیت اور فکر وفن پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' کی تینوں جلدوں میں شامل، ڈاکٹر ایوب صابر کی نصف درجن کتابوں کا محاکمہ کر کے پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کی اقبال شناسی اور مقامِ بلند کو واضح کیا ہے۔

ڈاکٹر ایوب صابر کی پذیرائی سرکاری سطح پر بھی ہوئی۔ آپ کو تین صدارتی ایوارڈ عطا کیے گئے۔ تمغۂ حسنِ کارکردگی، اقبال ایوارڈ اور ستارۂ امتیاز۔ یومِ پاکستان (۲۰۲۱ء) کی پریڈ کے لیے جن خصوصی مہمانوں

کی مختصر فہرست تیار ہوئی، اس میں ڈاکٹر ایوب صابر کا نام شامل تھا۔

ڈاکٹر ایوب صابر کی شخصی و تدریسی خوبیوں، علمی و ادبی سرگرمیوں اور تحقیقی و تنقیدی صلاحیتوں کو اُردو زبان و ادب کے معتبر ناقدین، دانش وروں اور جید اقبال شناسوں نے بے حد سراہا اور تحریری صورت میں اعتراف کیا۔ چناں چہ ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں: "انھوں نے اقبال شناسی کی ایک نئی جہت کی طرف ہماری توجہ مبذول کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں ڈاکٹر ایوب صابر بلاشبہ اقبال شناسی کے ممتاز نقاد ہیں۔" ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے بقول "اقبالیات میں دفاعِ اقبال ایک بڑا محاذ ہے جس کے سالار کی حیثیت سے ڈاکٹر ایوب صابر کی فتوحات قابلِ داد ہیں۔ انھیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور ان سے استفادہ کیا جاتا رہے گا۔" ڈاکٹر رحیم بخش شاہین نے لکھا ہے۔ "پروفیسر ایوب صابر نے اقبال کے دفاع یا معتر ⊙ کی تردید کو پہلی بار مربوط اور نتیجہ خیز بنانے کی سعی کی ہے۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا: "ڈاکٹر ایوب صابر نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اگرچہ یہ خود اپنا انعام ہے لیکن آنے والا زمانہ بھی اس کی داد دے گا۔ مدافعتِ اقبال اور تحقیق و تدقیق کا یہ بھرپور، مورچہ بند، مستند اور معرکہ آرا منصوبہ اقبالیات کے موضوع پر بلاشبہ ایک ارفع علمی و ادبی دستاویز ہے۔" جبکہ ڈاکٹر معین الدین عقیل کے بقول "ان کے سلسلۂ تصانیف کو اقبالیات کے باب میں ایک ہمیشہ رجوع کیے جانے والے حوالہ جاتی کام اور اُردو میں اپنی نوعیت کے واحد تحقیقی و تجزیاتی مطالعے کی ایک مبسوط و منفرد مثال کے طور پر دیکھا جائے گا۔" ڈاکٹر عبدالحق لکھتے ہیں "ڈاکٹر ایوب صابر ایک شفاف شخصیت، پُرنور پیشانی اور محتاط مزاجی کے ساتھ جمالِ ہم نشین کی نفیس اداؤں کی دلکشی رکھتے ہیں۔ محسوس ہوتا ہے وہ اقبال پر کیے گئے اعتراضات کی جواب دہی کے لیے مامور کیے گئے ہیں۔ اس مقام کی ادا [illegible] میں وہ منفرد مقام کے حامل ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ اقبال پر ابتدائی زندگی میں کیے گئے اعتراضات سے لے کر آج تک کے اشکالات کو انھوں نے اپنے دائرۂ عمل میں شامل کیا ہے۔ گویا پوری صدی پر محیط تنقیدی مباحث ان کی کتابوں میں شرح و بیان کے ساتھ اس طرح روشن ہیں جیسے حافظ کے پیالے میں عکسِ رُخِ یار۔" پروفیسر عبدالجبار شاکر نے اپنی صائب رائے کا اظہار یوں کیا ہے: "اقبال دشمنی کے تعاقب میں ڈاکٹر ایوب صابر کی تحریریں جہاں حال کا اعتماد حاصل کر چکی ہیں وہاں یہ مستقبل میں فکرِ اقبال کی نگہداشت کا مستقل سرمایہ ہوں گی اور انھیں ہمیشہ عظیم اقبال شناسوں کے زمرے میں شامل رکھیں گی۔" جبکہ محمد سہیل عمر کے بقول "پروفیسر ایوب صابر اقبال دشمنی کی پوری روایت کو اس کی

تمام صورتوں میں کھول کر سامنے لانے، اسے اس کی نارسائیوں کا آئینہ دکھانے اور اس کی کج فہمی، کج بینی اور کج نویسی کی تردید و اصلاح پر کمر بستہ ہیں۔ ان کا یہ منصوبہ کئی حصوں پر مشتمل ہے۔............اقبال کو گندگی میں لتھیڑنے کی سازش پوری قوت سے رد کر دیے جانے کے لائق ہے۔ پروفیسر ایوب صابر یہی کر رہے ہیں۔"

پروفیسر فتح محمد ملک نے آپ کو اقبال کے دفاع میں "شمشیر برہنہ" قرار دیا اور ڈاکٹر طالب حسین سیال کے نزدیک آپ نے جس زور دار انداز سے اقبال کے ذہن کو بیان کیا اور اقبال کے معتر ⊙ کو جس مدلل اور معروضی طریق سے جواب دیا ہے یہ انداز علامہ اقبال کو پسند آیا ہوگا اور وہ اس ہمنوا پر یقیناً نازاں ہوں گے۔

ڈاکٹر ایوب صابر کے اقبالیاتی کارنامے کو پروفیسر ڈاکٹر سفیان سیفی نے، اردو ادب میں، "تنقید پر تنقید" کا سب سے بڑا نمونہ قرار دیا ہے اور ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم نے آپ کو "محافظ اقبال" لکھا ہے۔

ڈاکٹر عامر سہیل کے نزدیک "اقبال کی شخصیت، فکر اور کلام پر ہونے والے اعتراضات کا علمی محاکمہ جس تحقیقی صداقت اور علمی دیانت داری کے ساتھ ڈاکٹر ایوب صابر نے کیا ہے، اب اس کی ہمسری کا دعویٰ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔" ڈاکٹر طاہر حمید تنولی لکھتے ہیں کہ "ہمیں اقبال کی فکر کو نہ صرف سمجھنے بلکہ عملاً نظام کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے مگر یہ اسی وقت ممکن ہے جب اقبال کی فکر اور شخصیت کے بارے میں پھیلائے گئے مغالطوں کا مؤثر ازالہ کیا گیا ہو۔ ڈاکٹر ایوب صابر کی علمی و فکری کاوشوں نے یہ فریضہ بتمام و کمال انجام دیا ہے۔"

ان فاضلین کی تحریروں کے اقتباسات، حوالوں کے ساتھ، گزشتہ باب میں نقل ہو چکے ہیں۔ یوں دیکھا جائے تو عہدِ حاضر میں شاید ہی کوئی اقبال شناس ہو جس کی اس قدر وسیع پیمانے پر تعریف و توصیف کی گئی ہو جیسی ڈاکٹر ایوب صابر کی کی گئی ہے اور شاید ہی کسی کو ایسا مقام بلند ملا ہو جیسا ڈاکٹر ایوب صابر کو حاصل ہوا ہے۔

ڈاکٹر ایوب صابر کے کام کی تعریف و توصیف دوسرے متعدد ماہرین اقبالیات اور صاحبانِ علم و دانش نے بھی کی ہے۔ ان میں ڈاکٹر نجیبہ عارف، ڈاکٹر شفیق احمد، ڈاکٹر محمد عارف خان، ڈاکٹر مسعود الحسن بدر، ڈاکٹر محمد طفیل، ڈاکٹر عادل سعید قریشی، ڈاکٹر محمد عبید اسلم، پروفیسر ریاض احمد، شاعر علی شاعر، تنویر قیصر شاہد، محمد روز خان، انجم خلیق اور واحد سراج شامل ہیں۔

بحیثیت نثر نگار

ڈاکٹر ایوب صابر کا مضبوط، جاندار، تازہ اور دلآویز نثری اُسلوب اور نرم و شائستہ لب و لہجہ اُردو کے نثری ادب میں ایک اہم اضافہ ہے۔ آپ منفرد اسلوب کے باثروت انشا پرداز ہیں۔ آپ کا سارا نثری سرمایہ، خواہ وہ زبان و ادب سے متعلق ہو یا اقبالیات سے، سادہ اور دلچسپ نثر کا بہترین نمونہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی مادری زبان ہندکو ہے۔ آپ فارسی اور انگریزی بھی جانتے ہیں۔ آپ کو اُردو زبان میں اظہار پر کامل دسترس حاصل ہے۔ آپ زیادہ تر اُردو ہی بولتے اور لکھتے ہیں۔ اگر چہ آپ کی زیادہ تر تحریریں تحقیقی زبان میں ہیں تاہم اس کے باوجود یہ تحریریں زبان کی چاشنی، ادب کی حلاوت، عبارت کی ہم آہنگی، الفاظ کی عمدگی اور لہجے کی مٹھاس سے قاری کو متاثر کرتی ہیں اور وہ آپ کی عمدہ نثر نگاری کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اُردو زبان و ادب اور اقبالیات کا ماہر ہونے کے ساتھ آپ مشرقی و مغربی علوم اور نظریات و افکار کا ادراک رکھتے ہیں۔ علم کی بلندیوں پر ہونے کے باوجود آپ نے اپنی تحریروں میں نہ تو کہیں علمیت کی دھاک بٹھائی ہے اور نہ ہی مشکل، دقیق، رنگین اور بناوٹی نثر لکھ کر قاری کو زبان کی پیچیدگیوں اور ابہام سے دوچار کیا ہے، بلکہ سیدھے اور سادے انداز میں اپنا نقطۂ نظر بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان اس ضمن میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر ایوب صابر کا انداز و اسلوب غیر مرصع اور غیر آرائشی ہے۔ وہ سیدھے سادے انداز میں اور عام فہم مگر سنجیدہ اور باوقار اسلوب میں بڑے پتے کی باتیں کہہ جاتے ہیں۔ وہ دلیل و منطق کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتے اور علمی و ادبی سطح سے نیچے کبھی نہیں اُترے۔ اچھی تحریر کے تین محاسن ہوتے ہیں۔ وضاحت، منطقی ربط اور جامعیت (Claritas, Integritas, Entiretas) ڈاکٹر ایوب صابر کی تحریر میں یہ سب موجود ہیں۔"(۲۹)

ڈاکٹر ایوب صابر کے اسلوب کا کمال یہ بھی ہے کہ آپ نے تحقیق و تجزیے کے خشک مسائل اور مواد و متن کو بھی دلآویز بنا دیا ہے۔ آپ کی علمی و تحقیقی نثر میں کہیں بھی بوجھل اصطلاحات اور دقیق تراکیب سے روکھے پن کا احساس نہیں ہوتا بلکہ نثر کا اسلوب سلیس، شائستہ اور رواں ہی رہتا ہے۔ تحقیق میں زبان کی صحت اور قطعیت پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ قاری معانی کی پیچیدگی اور الجھاؤ

میں پڑنے کی بجائے آسانی مفہوم تک رسائی حاصل کرے۔ قطعیت اور زبان کی صحت کے لحاظ سے ڈاکٹر ایوب صابر کا سارا نثری سرمایہ بہترین مثال ہے۔ ڈاکٹر عادل سعید قریشی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''ڈاکٹر ایوب صابر سچ کو محقق کی طرح گمی لپٹی رکھے بغیر حقائق کا پردہ چاک کیے جاتے ہیں اور ایک ماہر جراح کی طرح الزام و اعتراض کی جراحی کرتے ہیں تاکہ اور حقائق تلاش کیے جاسکیں۔ اسی لیے ان کی ہر بات اور دلیل میں قطعیت کا عنصر ملتا ہے (یہی ان کا عزم بھی تھا اور یہی ان کا منصب بھی) لہٰذا ان کے اسلوب کا ایک اہم جز و قطعیت ہے جس نے ان کے سارے کام کو عمدگی اور ارفعیت بخش دی ہے۔''(۳۰)

ڈاکٹر ایوب صابر کے نثری اسلوب کا ایک نمایاں وصف اختصار ہے۔ آپ نے اقبالیات میں ایک بڑے شعبے کو موضوع تحقیق بنایا۔ اس حوالے سے پوری صدی پر پھیلا ہوا وسیع مواد آپ کے سامنے تھا جسے آپ نے تحقیق کی روشنی میں پرکھ کر نتائج اخذ کرنے تھے نیز متعصب نقادوں جنھوں نے اقبال کی شخصیت اور فکر وفن پر طنز و تضحیک اور اعتراضات کے دفتر سیاہ کر رکھے تھے، نہ صرف ان کا جواب علمی و تحقیقی سطح پر دینا تھا بلکہ معترض ⊙ کی ذہنی کیفیت، مخصوص عصبیت اور نفسیاتی ناآسودگیوں کا پردہ چاک کر کے، مدلل اور منصفانہ انداز میں اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے ہوئے اس وسیع موضوع کو کم سے کم صفحات پر سمیٹنا تھا۔ چناں چہ یہ آپ کی علمی وجاہت، زیرک فکر اور اسلوب کے اختصار و ایجاز کا کمال تھا کہ اتنا بڑا منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچا اور ''اقبال کی شخصیت اور فکر وفن پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' کی صورت میں اقبالیات کا انسائیکلوپیڈیا مرتب ہوا۔ ڈاکٹر عبدالحق نے اس ضمن میں درست لکھا ہے کہ ''گویا پوری صدی پر محیط تنقیدی مباحث ان کی کتابوں میں اس طرح روشن ہیں جیسے حافظ کے پیالے میں عکسِ رخِ یار۔''

ڈاکٹر صاحب کا سارا کام اس خوبی سے مزین ہے اور اسی خوبی نے ان کی نثر میں جاذبیت اور ندرت پیدا کی ہے۔

ڈاکٹر ایوب صابر کی نثر میں الفاظ کا تنوع، آپ کے منفرد اسلوب کا بڑا حوالہ ہے۔ آپ کی تحقیق کا دائرۂ کار عام اور معمولی نوعیت کا نہیں تھا۔ اقبال کے کلام اور فلسفہ پر بات کرنے کے لیے دیگر کئی علوم سے واقفیت ناگزیر تھی۔ آپ کی زندگی پڑھنے پڑھانے میں گزری۔ یہ برسہا برس کے مطالعے کے ثمرات

تھے کہ آپ نے اپنی جملہ تحریروں میں بے مثال تراکیب اور عمدہ و نفیس لفظیات کو اپنے مرشد معنوی کی طرح انفرادیت سے برتا ہے۔ بقول ڈاکٹر عادل سعید قریشی:

"ڈاکٹر ایوب صابر کی لفظیات کا جہاں تک تعلق ہے۔ ان میں ایک وجاہت اور بانکپن کی وجہ خود اقبال کی لفظیات کا اچھوتا پن ہے۔ ان کی لفظیات کا سرسری جائزہ بھی قاری کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیتا ہے کہ وہ ایک باثروت انشا پرداز ہیں جن کے پاس لفظیات کے باب میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اس لیے وہ باسہولت اپنے ہر خیال، بات، دلیل اور جواب کو بلیغ انداز میں صفحہ قرطاس پر اُتار دیتے ہیں۔ وہ بحث چھیڑتے ہیں تو بمقتضائے بحث ان کے پاس لفظیات کا تنوع ملتا ہے۔ ان کی جرح، رد و دلیل، مثال، سوال و جواب، برہان و قطع برہان کا عمل نہایت سبک روی اور سنجیدگی اور ابلاغ تام کے تمام تقاضوں سے انصاف کرتے ہوئے طے پاتا ہے۔"(۳۶)

ڈاکٹر صاحب کا جملہ نثری سرمایہ لفظیات کے حسن اور تراکیب کی ندرت سے مزین ہے۔ انسانی زندگی میں زبان کی شائستگی مسلمہ حیثیت رکھتی ہے۔ ہر انسان اپنی زبان کے لہجے سے پہچانا جاتا ہے۔ جس طرح عام زندگی میں انسان اپنے لہجے کی مخصوص شناخت رکھتا ہے بعینہٖ ادیب و شاعر بھی اپنے کلام اور انداز بیان سے پہچانا جاتا ہے۔ اس تناظر میں اگر ڈاکٹر ایوب صابر کی نثر کو دیکھا جائے تو آپ نہایت شائستہ، سلجھے ہوئے، نفیس ترین لب و لہجے کے مالک انشا پرداز دکھائی دیتے ہیں۔ موضوع کی نسبت سے شاید ہی کوئی نثر نگار اس ضمن میں آپ کا ثانی ہو سکے۔ آپ کے لب و لہجہ کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ ڈاکٹر ایوب صابر کی نثر کا لہجہ، اُردو نثر کے دلآویز لہجوں میں ایک نمایاں اور معتبر اضافہ ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

ڈاکٹر ایوب صابر کا کام انتہائی مشکل اور نازک نوعیت کا تھا۔ اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر معترضین اور مخالفین نے طرح طرح کے الزامات اور اعتراضات عائد کیے ہوئے تھے۔ ایسے میں بقول ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: "بے جا اور لغو اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ردعمل کا اندیشہ رہتا ہے۔" مگر ڈاکٹر صاحب اپنی تحریروں میں مخالفین و معترضین کی بدکلامی، سرکشی اور تلخی پر نہ تو کہیں آپے سے باہر ہوئے اور نہ ہی کہیں تلخ نوائی کا شکار ہوئے بلکہ اپنے لہجے کی نزاکت و لطافت سے معترضین کے طنز و تضحیک

میں ملفوف اعتراضات کا جواب شائستگی، سنجیدگی اور نرم مزاجی سے دیا ہے۔ بلاشبہ ڈاکٹر ایوب صابر اس غیر شائستہ، غیر متوازن اور تلخ عہد میں بھی اپنی شخصیت اور تحریر کے لب و لہجے میں ایک شائستگی حسن اور تہذیب رکھتے ہیں اور اسی تہذیب و شائستگی کے باوصف اُردو نثر میں اپنے منفرد لب و لہجے اور نثری اسلوب کی شناخت بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر ایوب صابر نے اپنی تحریروں میں زبان کی صحت پر بھرپور توجہ دی ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنی نثر میں املا کی تبدیل ہوتی شکل کو بھی مدنظر رکھا ہے اور فارسی شکل و صورت کے بجائے آپ کے ہاں اُردو کی جدید املا کا اہتمام عمدگی سے ملتا ہے۔ بقول شاعری علی شاعر:

> ''ڈاکٹر ایوب صابر کا یہ کام جہاں تحقیقی نوعیت کا ہے وہاں ادبی لحاظ سے بھی منفرد ہے کیوں کہ اس میں زبان و بیان کی تازگیوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اور اپنی تمام تصانیف و تحقیقات میں عہد حاضر کے تمام ادبی، لسانی اور اسلوبیاتی تقاضوں کو پورا کرنے کی سعی بلیغ کی ہے۔''(۳۲)

بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو ڈاکٹر ایوب صابر عمدہ نثر نگار ہیں۔ آپ کی نثر گوناگوں محاسن سے مزین ہے۔ آپ کی تمام تحریریں اور کتابیں زندہ و جاندار اور سادہ و دلآویز اسلوب میں رقم ہیں۔ عبارت میں کہیں کوئی پیچیدگی نہیں اور تعقید نام کو بھی نہیں۔ زبان سلیس رواں اور معیاری ہے۔ علاوہ ازیں مواد کا باہمی ربط و ضبط، منطقیت، اثر آفرینی اور نتائج اخذ کرنے کا سائنسی انداز اتنا مثالی ہے کہ قاری آپ کے اسلوب کی تازہ کاری اور انوکھے پن کی داد دیے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ ڈاکٹر عادل سعید قریشی نے بجا لکھا ہے کہ: ''ڈاکٹر صاحب کا کام دیگر محققین کی نسبت مشکل اور انوکھا تھا لیکن ڈاکٹر ایوب صابر اس پل صراط پر ثابت قدم رہے اور سلامتی سے گزر گئے ہیں۔ ان کے قدم کہیں نہیں لرزے اور نہ ہی وہ ڈگمگائے جس کے نتیجے میں وہ ایک مدبر، مستقل مزاج اور صاحب اسلوب اقبال شناس و نثر نگار کے مرتبے پر فائز ہوتے ہیں۔''(۳۳)

شاعری

ڈاکٹر ایوب صابر کی تخلیقی جہت کا ایک اہم پہلو شاعری ہے۔ آپ نے کالج کے زمانہ طالب علمی سے شاعری کا آغاز کیا۔ یہ ساٹھ کی دہائی کا زمانہ تھا۔ کالج میگزین ''کاغان'' میں آپ کی غزلیں اور نظمیں

شائع ہوئیں۔ ''ادبستانِ ہزارہ'' میں آپ کی غزلوں کا انتخاب شامل ہے۔ سکول کے زمانہ طالب علمی سے آپ شعری ذوق رکھتے تھے۔ کالج میں پڑھنے کے دوران پروفیسر صغیر احمد جان دہلوی ایسے زبان و ادب کے ماہر اُستاد کے فیض اور مطالعے کے شوق نے، آپ کے اس تخلیقی جوہر کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بی اے کے دوران، آپ نے کلامِ غالب و اقبال کا عمیق مطالعہ شروع کیا۔ چناں چہ خیال کے ساتھ ساتھ آپ کے فن میں بھی پختگی آتی گئی۔

ڈاکٹر صاحب کی شاعری کا سلسلہ ساٹھ کی دہائی سے شروع ہوا اور اسی کی دہائی تک گاہے گاہے چلتا رہا۔ اس کے بعد آپ نے شاعری ترک کر دی اور اپنی ذات کو اقبالیاتی ادب کی تحقیق اور فکرِ اقبال کے فروغ کے لیے وقف کر دیا۔

ڈاکٹر ایوب صابر کی شاعری کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا تاہم کالج میگزین ''کاغان'' اور ''ادبستانِ ہزارہ'' سے جو کلام ملا ہے وہ بقامت کم بقیمت زیادہ کی عمدہ مثال ہے۔ آپ نے اگر چہ کم شاعری کی لیکن صاف ستھری شاعری، ایسی شاعری جس میں روایتی مضامین کی طرح نہ تو غم و الم کا بیان ہے اور نہ نالہ و فریاد اور محبوب کی بے وفائی کا گلہ، آپ نے سادہ لفظوں میں اپنے جذبات و احساسات و تجربات کو بیان کیا ہے اور زندگی کے حقائق کے ساتھ ذاتی احساس اور سوچ کو شعری قالب عطا کیا ہے۔

ڈاکٹر ایوب صابر کی شاعری کے متعلق پروفیسر حافظ بشیر احمد لکھتے ہیں:

> ''قدرت نے آپ کو نہایت فصیح زبان عطا کی ہے۔ آپ کے پاس الفاظ کی کوئی کمی نہیں۔ آپ کی قوت متخیلہ بلند، مشاہدۂ فطرت عمیق اور مطالعۂ کتب وسیع ہے۔ آپ نظم و نثر دونوں میدانوں کے شہسوار ہیں لیکن نہایت کم گو ہیں۔ آپ کا فکر بلند اور تجربہ وسیع ہے جو کلام سے عیاں ہوتا ہے۔ یعنی معیاری اور سلجھی ہوئی شاعری کرتے ہیں۔ صاف اور سادہ اندازِ بیاں کے ساتھ مشکل سے مشکل بات کی وضاحت کر جاتے ہیں۔ خواہ نظم کا میدان ہو یا نثر کا حقیقت پسندی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔''(۳۴)

ڈاکٹر صاحب کے کچھ اشعار کا انتخاب یہاں بطورِ نمونہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سے آپ کے فکر اور اسلوب کو کسی حد تک سمجھا جا سکتا ہے:

سر نیاز بھی اپنا کبھی نہ خم ہوگا
جھلک غرور کی ہے آپ کی اداؤں میں
پھرے ہیں مدتوں انسان کی تلاش میں ہم
وہ شہر میں نظر آیا ہمیں نہ گاؤں میں

جہاں میں کشمکشِ انقلاب برپا ہے
جو معرکے میں نہیں ہے وہ مرد کیا شے ہے
مرے عزیز سے یہ پوچھنا کبھی صابر
کہ اس کے پہلو میں وہ سرد و سرد کیا شے ہے

جا بجا آپ نے ہر راہ میں دیوار چنی
کاٹ کر سنگِ گراں ہم نے بنائے رستے
ہم کبھی دائیں جھکے اور نہ بائیں جانب
ہر طرف بچتے ہوئے راہ میں آئے رستے

مری شکست مرے دشمنوں کی ناکامی
مرا خیال ہے میں ایک کربلا مانگوں
مرا ضمیر تری کائنات کا حاصل
میں اس سے قیمتی شے اور تجھ سے کیا مانگوں

یہ مری سوچ کہ ان کو نہ کوئی دکھ پہنچے
ہزار فتنہ مگر دوستوں کے سر میں ہے
تلاشِ مہر و وفا کیوں نگر نگر صابر
وفا و مہر اگر ہے کہیں تو گھر میں ہے

کتنا اچھا بستا رستا گھر اجڑ کر رہ گیا
اس کو رنجش اور اس کو خود سری مہنگی پڑی
ایک نکتہ نقش ہے تاریخ کے اوراق پر
تھا جو بے چارہ اسے بے چارگی مہنگی پڑی

اسلام شناسی

جس طرح علامہ اقبال کا بنیادی حوالہ اسلام ہے، اسی طرح ڈاکٹر ایوب صابر کی فکر، گفتگو، تحریر اور تدریس کا مرکز ومحور بھی اسلام ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد طفیل:

> ''ڈاکٹر ایوب صابر اپنی تحریروں اور تقریروں میں اسلام کی حقانیت اور عظمت کا پرچار کرتے ہیں نیز ان کی گفتگو اور تدریس میں بھی اسلام پہلا اور علامہ اقبال دوسرا حوالہ قرار پاتے ہیں۔ آپ اسلام کے سچے خادم اور اقبال کے مخلص شیدائی ہیں۔ علامہ اقبال کا دفاع، پاکستان کا استحکام اور اسلامی تعلیمات اور دینی قدروں کا احیا اور فروغ آپ کی زندگی کی اعلیٰ تمنائیں اور ترجیحات ہیں۔''(۳۵)

ڈاکٹر صاحب ابتدائی عمر سے اسلامی رجحان رکھتے تھے۔ نوعمری میں والدِ محترم کے ساتھ اکثر تہجد ادا کرنے مسجد جاتے تھے۔ آہستہ آہستہ یہ آپ کا معمول بن گیا۔ سحر خیزی کی یہ عادت آپ کی زندگی کا حصہ رہی۔ سکول کے زمانۂ طالب علمی میں بریلوی اور دیوبندی فرقوں کے عقائد ونظریات سے واقف ہو گئے تھے۔ اس دوران سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریروں کا مطالعہ شروع کر دیا چناں چہ آپ بریلویت اور دیوبندیت کو پیچھے چھوڑ آئے۔ ابوالاعلیٰ مودودی کا سحر موجود تھا کہ آپ علامہ اقبال کے کلام سے وابستہ ہو گئے۔ اس مطالعے نے آپ کو اسلام کی اعلیٰ وارفع سمجھ عطا کی۔ اسلام کے ضمن میں آپ کی کُلی ہم آہنگی، علامہ اقبال کے ساتھ ہے۔ ویسے تو آپ کا سارا اقبالیاتی سرمایہ اسلام شناسی کا ثبوت ہے تاہم ''اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' خاص طور پر آپ کی اسلام فہمی پر مہرِ تصدیق ثبت کرتا ہے۔

اسلام کی کلی حیثیت کیا ہے اور اس کے اساسی عناصر کی اہمیت و ترتیب کیا ہے؟ اس میں کیا خرابی پیدا ہوئی؟ امام ابوحنیفہؒ کے مرتب کردہ فقہ میں جوہری تبدیلی کیا ہوئی اور کیوں ہوئی؟ مسلمان زوال پذیر کیوں ہوئے اور دوبارہ سربلند کیسے ہو سکتے ہیں؟ اسلامی نشأۃ ثانیہ کے لیے مطلق اجتہاد بصورت اجماع کیوں ضروری ہے؟ اجماع کے لیے اسلامی پارلیمان کا کردار مؤثر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کیا موجودہ پارلیمان یہ کردار ادا کر سکتی ہے؟ بدعنوانی کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟ اصل اور مرکزی مسئلہ کیا ہے اور اس کے ضمن میں اقبال کیا رہنمائی کرتے ہیں؟ جہانِ نو کی تخلیق کیوں ضروری ہے اور اس کا لائحہ عمل کیا ہوگا؟ یہ وہ بنیادی امور ہیں جن پر پاکستان اور امتِ مسلمہ کے روشن مستقبل کا انحصار ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے اس ضمن میں مدلل جائزہ پیش کرتے ہوئے اپنا مطمحِ نظر بڑے مؤثر انداز میں ایک جگہ یوں بیان کیا ہے:

''اسلام کی اساس یقین ہے جس کا دوٹوک اظہار کلمۂ طیبہ میں ہوا ہے۔ اس کے بعد شرعی احکام و قوانین ہیں جن میں عبادات، اخلاق و معاملات شامل ہیں۔ اسلام کسی درخت کی طرح ایک کل ہے۔ عبادات، معاملات اور اخلاق کو درخت کا ظاہر (تنا، شاخیں، پتے، پھل) کہا جائے تو ایمان کی حیثیت جڑوں کی سی ہے۔ شاخیں اور پتے جڑوں سے مربوط ہوں تو شاداب رہتے ہیں اور پھل دیتے ہیں، ورنہ سوکھ جاتے ہیں۔ اسلام کے اساسی اور ظاہری دونوں حصوں پر مشتمل ہدایت کا بنیادی سرچشمہ قرآن و سنت ہیں۔ اجتہاد کے بنیادی مآخذ بھی یہی ہیں۔ پھیلتی ہوئی اسلامی سلطنت میں نئے نئے مسائل سامنے آتے رہے اور نئے نئے اسلامی قوانین بذریعہ اجتہاد وضع ہوتے رہے۔ اس طرح اسلام کی ابتدائی صدیوں میں عظیم الشان فقہی لٹریچر تیار ہو گیا۔ یہاں تک معاملہ درست تھا۔''(۳۶)

اس ضمن میں آپ مزید لکھتے ہیں:

''دوسری صدی کی ابتدا تک شریعت ایک جامع اصطلاح تھی۔ اس کے مفہوم میں اسلامی عقائد و قوانین و معاملات سب شامل تھے۔ بعدازاں شریعت کا مفہوم فقہی مسائل تک محدود ہو گیا۔ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ میں ان کے شاگردوں

نے بہت کچھ تبدیلیاں کیں۔ ان تبدیلیوں میں سے بعض پر ملوکیت کی چھاپ
نمایاں ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول "فقۂ حنفی میں ۱۵ فی صد باتوں میں امام
ابوحنیفہؒ کی رائے پر اور باقی چیزوں میں ان کی رائے کے برخلاف ان کے
شاگردوں، امام ابویوسف و امام محمد کی رائے پر عمل کیا جاتا تھا۔" جسے فقہ حنفی کہا
جاتا ہے وہ یہی فقہ ہے۔ دوسرے مکاتب فقہ کے ساتھ اس کی تقلید ہوئی۔ عقائد
اور فقہی مکاتب کے فروعی اختلافات نے فرقوں کی شکل اختیار کر لی۔ فرقوں میں
شدت پسندی آتی گئی۔ منافرتوں اور عداوتوں کا بازار گرم ہوا اور باہمی قتل و
غارت تک نوبت جا پہنچی۔ امت مسلمہ کا اتحاد اور استحکام اس وجہ سے داؤ پر لگا ہوا
ہے۔ توحید انقلاب آفرین طاقت ہے اور عشق محمد ﷺ سے ہر پست کو بالا کیا جا
سکتا ہے۔ فروعات کو پس پشت ڈال کر کلمۂ طیبہ سے وابستگی کی ضرورت ہے۔
پرائیویٹ اجتہاد ہو یا انفرادی، دائرۂ مسلک کے اندر ہوتا ہے۔ اجتماعی اور
ریاستی اور بالآخر عالم اسلام کی سطح کا اجتہاد جدید اسلامی فقہ کی تشکیل کر سکتا ہے۔
اس سے اختلاف کے بجائے اشتراک کو فروغ حاصل ہوگا اور ملت اسلامیہ
اتحاد و استحکام کی راہ پر گامزن ہو سکے گی۔" (۳۷)

اسلام کو سب سے زیادہ نقصان فرقہ بندی اور مسالک نے پہنچایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اسلام کے
لیے فرقہ پرستی اور مسلکی تقلید کو نہ صرف مُضر سمجھتے ہیں بلکہ آپ نے اپنی تحریروں میں اس سے امت
مسلمہ کو پہنچے والے نقصانات کی نشاندہی بھی کی ہے۔ آپ اقبال کی طرح اطاعت الٰہی پر زور دیتے ہیں
اور مسلمانوں کے لیے اخوت، حریت اور مساوات کو لازم قرار دیتے ہیں۔ مسلکی تقلید اور فرقہ پرستی کے
خطرات اور اسلامی تعلیمات کے متعلق آپ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"کسی مسلک کے پیروا اپنے ہی مسلک کو حقیقی اسلام سمجھتے ہیں۔ یہ نقطۂ نظر
مسالک کے اختلاف کو مخالفت، شدت پسندی اور فساد فی الامت میں تبدیل کر
دیتا ہے۔ عالمی سطح پر بھی فساد برپا ہے اور اس کا نشانہ بھی عالم اسلام ہے۔ اس
مصیبت سے نجات کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان داخلی طور پر یکجا اور مضبوط
ہوں۔ ایک ایسا نیا اور اجتہادی رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو مسالک

سے بالاتر ہو۔ دوسرے مسالک کو کافر سمجھنا اوران کے پیروکاروں کو قتل کرنا
اسلام کو کمزور کرنا اور اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے۔نسل پرستی اور لسانی
منافرت بھی ایسے ہی خبائث ہیں۔ اسلام میں وفاداری کا مرکز نہ فرقہ ہے، نہ
نسل، نہ علاقہ اور نہ زبان۔ اقبال نے بھی ان گرفتاریوں سے خبردار کیا ہے۔
اقبال کے نزدیک وفاداری کا مرکز اللہ کی ذات ہے۔ اللہ سے وفاداری، پیغمبر اعظم
وآخر ﷺ سے وفاداری اور اسلام سے وفاداری ایک ہی بات ہے۔"(۳۸)

ڈاکٹر ایوب صابر دُنیا کے لیے اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت اسلام کو سمجھتے ہیں اور اقبال کی طرح اس بات پر اٹل یقین رکھتے ہیں کہ نسلِ انسانی کے تمام عوارض کا علاج مذہب یعنی دینِ اسلام میں ہے۔ آپ کے نزدیک سرمایہ دارانہ جمہوریت، قوم پرستی اور اشتراکیت، انسانیت کے مسائل کا حل نہیں، جزو ہیں۔ آپ اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات قرار دیتے ہیں۔ رسالت مآب ﷺ کی ذات سے عشق آپ کی شخصیت کا خاصا ہے۔ آپ نسل انسانی کی فلاح چاہتے ہیں۔ آپ کے نزدیک انسانیت کی خدمت کے لیے ملّتِ اسلامیہ کی تعمیرِ نو کی اشد ضرورت ہے تا کہ اپنی تعمیر کے بعد یہ امت جہان کی تعمیرِ نو کر سکے۔ اس کے لیے پاکستان کی سطح پر سب سے پہلے انتہا پسندی کا خاتمہ کرنا اور اسلامی جمہوریت کو عملاً قائم کرنا ضروری ہے۔ بقول آپ کے:

"انتہا پسندی کا خاتمہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب دونوں گروہوں
(سیکولر اور مذہبی شدّت پسند) کی ذہنیت کا خاتمہ ہو۔ ایک کی سرگرمیاں
دوسرے کے ردِعمل کا باعث بنتی ہیں۔ دونوں گروہوں میں فکری یک جہتی اور
قومی دھارے، میں ان کی شمولیت ضروری ہے۔ دو اقدامات ناگزیر ہیں۔ ایک
یہ کہ ایسا نصاب تعلیم و نصاب استوار کیا جائے جس میں اقبال کا کلامِ نظم و نثر
ہر سطح پر نمایاں ہو۔ ذرائع ابلاغ سے بھی اقبال کے فہمِ اسلام کو عام کیا جائے،
اس طرح قوم یکجا اور توانا ہوگی۔ دوسرا قدم، اس سے زیادہ بڑا، زیادہ مشکل اور
زیادہ ہمہ گیر ہے۔ یہ اسلامی جمہوریت کو عملاً قائم کرنا ہے۔ اسلامی جمہوریت
بروئے کار آئے گی تو ملک سرداروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے چنگل
سے آزاد ہوگا۔ امتیازات میں کمی آئے گی۔ قانونی مساوات اور قانون کی

حکمرانی قائم ہوگی۔ اخوت پروان چڑھے گی۔ احتساب کا کڑا نظام قائم ہوگا۔
دفاع مضبوط ہوگا اور تعلیم نیز تربیت عام اور ارزاں ہوگی۔ مذہبی شدت پسندی
لادینی انتہا پسندی، بیرونی مداخلت، فرقہ وارانہ، نسلی، لسانی اور علاقائی تعصبات
کا قلع قمع ہوگا۔"(۳۹)

ڈاکٹر ایوب صابر نے اسلام کا گہرائی سے مطالعہ کر رکھا ہے۔ "اقبال کے فہم اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ" میں آپ نے جن دینی مباحث کو زیر بحث لا کر اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے وہ عصرِ حاضر میں درست فہم اسلام کی طرف رونمائی کرتا ہے۔ دینی مسائل کی تفہیم کے لیے آپ نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریروں بالخصوص تفہیم القرآن سے استفادہ کیا ہے لیکن مسئلہ ملکیت زمین کے ضمن میں ان سے اختلاف کیا ہے۔ اجتہاد کے سلسلے میں آپ اقبال کے تصورِ اجتہاد سے مکمل اتفاق رکھتے ہیں۔ اس موضوع پر فکرِ اقبال اور اسلام کے تناظر میں آپ کی دو کتابیں اہم ہیں:

۱۔ اقبال کا تصورِ اجتہاد (مجموعہ مقالات)

۲۔ اقبال کا تصورِ اجتہاد: مخالفانہ اور موافقانہ ردِعمل (آئی آر ڈی نے "اقبال کے فہم اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ" کے باب دوم کو کتابی شکل دے کر شائع کیا ہے۔)

جبکہ کلی طور پر اسلام شناسی کے لیے آپ کی کتاب "اقبال کے فہم اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ" نہایت اہم ہے۔

پاکستان شناسی

ڈاکٹر ایوب صابر کی شخصیت کا ایک بڑا، قابلِ قدر اور نہایت اہم حوالہ پاکستان شناسی ہے۔ آپ پکے، سچے اور کھرے پاکستانی ہیں۔ آپ نے زندگی بھر اپنی تقریروں، تحریروں، کتابوں اور [illegible]ز میں پاکستانیت کو فروغ دیا ہے۔ اس کی نظریاتی اساس کا دفاع کر کے اسے مضبوط بنایا ہے، اس کی بنیادوں کو منہدم کرنے والے سازش کنندگان کو قلمی محاذ پر شکست دی اور پاکستان کے استحکام کے لیے تحریری شکل میں ایسا ناقابلِ فراموش دستاویزی کارنامہ سرانجام دیا ہے جو ایک روشن مثال ہے۔ پاکستان اور بانیانِ پاکستان، قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال سے، آپ کی محبت وعقیدت مسلمہ ہے۔ آپ پاکستان اور نظریۂ پاکستان کے امین ہیں اور تصورِ پاکستان کے ساتھ استحکامِ پاکستان کے لیے بھی، فکرِ اقبال کو

ناگزیر خیال کرتے ہیں۔ چناں چہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"یہ ملک اقبال ہی کے نظریۂ قومیت کا ثمر ہے۔ انھوں نے اپنے افکار کو پُر تاثیر شاعری اور واضح نثر میں پیش کیا اور عملی سیاست میں حصہ لے کر جداگانہ مسلم ریاست کی راہ ہموار کی۔ جس طرح تصورِ پاکستان علامہ اقبال کا مرہونِ منت ہے، اسی طرح استحکامِ پاکستان کا انحصار بھی اقبال کے افکار پر ہے۔ مستحکم پاکستان عالمِ اسلام کے اتحاد میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے اور متحدہ عالمِ اسلام تعمیرِ نو کے عمل سے گزر کر دُنیا بھر کو حق کی شاہراہ پر گامزن کرسکتا ہے۔"

پاکستانیت کے باب میں ڈاکٹر ایوب صابر کی جملہ تحقیقات سند مانی جاتی ہیں اور آپ کی شخصیت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید لکھتے ہیں:

"محمد ایوب صابر نظریۂ پاکستان کے نہ صرف مبلغ ہیں بلکہ ایک ستارۂ نور ہیں، جس کی روشنی چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ انھیں پاکستان اور پاکستانیوں سے محبت ہے۔ وہ نام ونمود اور اغراض کے پردے میں شہرت حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ ان کے پاس علامہ اقبال کی طرح فکری جذبہ ہے جس سے وہ پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر اور فعال سے فعال تر دیکھنے کا خواب رکھتے ہیں۔ خواب کی تعبیر کے لیے وہ ایک مجاہد کی طرح برسرِ عمل رہے ہیں۔ ان کی شخصیت میں نظم وضبط ہے۔ پاکستانیت ان کی شناخت بن چکی ہے۔ کمرۂ جماعت، اخبارات، رسائل وجرائد، ①ز، سیمی نار اور کتب کے ذریعے وہ پاکستان کی بنیادیں مستحکم کررہے ہیں۔"(۴۰)

ڈاکٹر ایوب صابر کی نظریۂ پاکستان سے گہری وابستگی ہے۔ آپ کو جہاں کہیں اور جب بھی موقع ملتا ہے، آپ نظریۂ پاکستان کے محرکات پیش کرتے ہیں۔ تصورِ پاکستان کے بعد اس سلسلے کی دوسری کوشش "نظریۂ پاکستان" ہے جسے نظریۂ پاکستان کونسل اسلام آباد نے ۲۰۱۲ء میں شائع کیا۔ پروفیسر فتح محمد ملک لکھتے ہیں:

"پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر نے بانیانِ پاکستان کے تصورات کی روشنی میں تصورِ پاکستان کو اجاگر کرنے میں نہایت قابلِ قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ بدنصیبی

> سے پاکستان میں فکری انتشار کے باعث تصورِ پاکستان کو دھندلا کر مٹا ڈالنے کی سرگرمی زوروں پر ہے۔ آئے دن پاکستان کو ایک سیکولر سٹیٹ اور سوسائٹی ثابت کرنے کے لیے قلم کے گھوڑے سرپٹ دوڑائے جا رہے ہیں۔ پاکستان کی نظریاتی اساس کو معرضِ شک میں ڈالنے کی یہ سرگرمی ہماری نئی نسل کو بڑی تیزی کے ساتھ تشکیک اور تردید کے امراض میں مبتلا کرتی چلی جا رہی ہے۔ ایسے میں ڈاکٹر ایوب صابر نے پاکستان کو اقبال اور قائداعظم کے تصورات کے مطابق ایک انسان دوست اسلامی سٹیٹ اور ایک روشن خیال سوسائٹی بنانے میں فکری محاذ پر گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ یہ ہماری علمی و فکری تاریخ میں ان کا کارنامہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔"(۳۱)

ڈاکٹر ایوب صابر اسلامی اقدار و روایات اور احکامات پر کاربند ہیں۔ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے کیا حقوق ہیں، آپ ان سے بخوبی واقف بھی ہیں اور ان کا پاس رکھتے ہیں۔ آپ پاکستان کو بانیانِ پاکستان کی اُمنگوں کا مرکز بنانے کے خواہاں ہیں۔ آپ کے خیال میں فکرِ اقبال کی رو سے پاکستان عالمِ اسلام کا حصہ ہے لیکن داخلی طور پر پاکستان کے مسلمان اور غیر مسلم سب پاکستانی ہیں اور سب برابر ہیں اور اس ملک کی تعمیر و ترقی، خوشحالی اور امن و استحکام کے لیے پاکستانی بلا امتیاز رنگ و نسل اور عقیدہ و مذہب اپنی بہترین صلاحیتیں پیش کرنے میں مکمل آزاد ہیں اور قومی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنی خدمات کو پیش کرنا ہر پاکستانی پر واجب بھی ہے۔ پاکستان کا آئین بھی، پاکستان کے ہر شہری کو خواہ اس کا عقیدہ اور مذہب و مسلک کچھ بھی ہو، برابر کے حقوق دیتے ہوئے مکمل شخصی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے اسی تناظر میں "پاکستان میں غیر مسلموں کے حقوق" کے نام سے کتاب لکھی جسے نظریۂ پاکستان کونسل ہی نے شائع کیا۔ یہ کتاب مسلم و غیر مسلم آہنگی کو فروغ دینے کے ساتھ پاکستان کی قومی یک جہتی اور استحکام کے لیے اہمیت کی حامل ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر جہاں تصورِ پاکستان اور علامہ اقبال کے دفاع پر کمربستہ ہیں وہاں بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی بے مثال شخصیت، پُرخلوص اور ولولہ انگیز قیادت اور اُن کے ارشادات سے، اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار اپنی تحریروں میں کرتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ہر مقام اور جگہ قائداعظم محمد علی جناح کے دفاع کا بھی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر ایوب صابر نے جہاں تصورِ پاکستان اور بانیانِ پاکستان کے دفاع کے لیے، ہماری رہنمائی کی ہے وہاں پاکستان کی ترقی اور مضبوطی کے لیے بھی ہمیں ایک نسخۂ کیمیا بتایا ہے جسے اپنا کر ہم پاکستان کو نہ صرف مضبوط اور ترقی یافتہ ملک بنا سکتے ہیں بلکہ پاکستان کو عالمِ اسلام کی قیادت پر بھی فائز کر سکتے ہیں۔ اس حوالے سے آپ، تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ، میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"اسلامی تصورِ قومیت ہی برصغیر کی سطح پر، تصورِ پاکستان ہے۔ مسلمان ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ اس لیے مسلم اکثریت کے خطے میں ایک مسلم ریاست قائم ہونی چاہیے۔ یہ نظریہ تھا جسے لے کر قائداعظم نے ایک زبردست تحریک چلائی اور پاکستان قائم کر دیا۔ علامہ اقبال کے نظریات موجود ہیں۔ قائداعظم کے ارشادات موجود ہیں۔ پاکستان کا دستور، متفقہ طور پر بن چکا ہے لیکن دو انتہا پسند گروہ ہیں جنھوں نے قوم کو تقسیم کر رکھا ہے۔ ایک گروہ لادین (Secular) ہے اور دوسرا گروہ مذہبی شدت پسندوں اور قدامت پرستوں کا ہے۔ قدامت پرست اجتہاد، جدید علم اور جمہوریت کے مخالف ہیں۔ مغرب پرست حیات اجتماعی سے اسلام ہی کو خارج کرنے کے درپے ہیں۔ اس طرح دونوں گروہ پاکستان کے دستور کو نہیں مانتے۔ اس صورت حال سے ہم عہدہ برآ ہو سکتے ہیں تو اقبال کے فہمِ اسلام کی بدولت، یہ اس لیے کہ اقبال ہی کا فہمِ اسلام درست ہے۔ بلند پایہ علما نے اس کی توثیق کی ہے۔ مذہبی شدت پسندوں کا فہمِ اسلام ناقص ہے۔ پاکستان کی سول سوسائٹی اور مسلح افواج کا، بحیثیت مجموعی، اگر کسی پر اتفاقِ رائے ہے تو وہ علامہ اقبال ہی ہیں۔ فکرِ اقبال کو بروئے کار لا کر ہم پاکستان کی کایا پلٹ سکتے ہیں۔"(۳۲)

مختصر یہ کہ پاکستان سے دلی محبت، اُس کی ترقی و استحکام کے لیے کوشش اور بانیانِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ محمد اقبال کا دفاع، ان سے پُرخلوص عقیدت اور والہانہ محبت کا اظہار، ڈاکٹر ایوب صابر کی طبیعت کا خاصا اور لازمی حصہ ہے۔

پاکستان شناسی کے ضمن میں آپ کی ایک اور شاہکار کتاب "عظیم تر پاکستان" زیرِ تصنیف ہے۔ اس کے ابواب ہیں:

۱۔ پاکستان کا تاریخی وتہذیبی ورثہ
۲۔ پاکستان کی پون صدی کی تاریخ پر ایک نظر
۳۔ ممکنات پاکستان
۴۔ پاکستان کا روشن مستقبل
۵۔ اقبال کی فکری رہنمائی

افسوس ہے کہ کئی برس سے اس اہم کتاب پر کام، بڑی حد تک، تعطل کا شکار ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں کے کچھ مسائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں شفا عطا کرے۔

اُردو دوستی

ڈاکٹر ایوب صابر اُردو زبان کے دلدادہ اور ماہر ہیں۔ آپ زندگی بھر وطن عزیز میں اُردو زبان کی ترویج واشاعت اور عملی طور پر اس کے مکمل نفاذ کے لیے سرگرم رہے۔ قومی زبان سے آپ کی وابستگی کا انداز و سلطان سکون کے اس بیان سے ہوتا ہے:

> ''ڈاکٹر ایوب صابر اس مقولہ کے نہ صرف خود قائل تھے بلکہ عامل اور پابند تھے۔
> ''اُردو بولو، اُردو پڑھو اور اُردو لکھو'' اگرچہ ڈاکٹر صاحب کی مادری زبان ہندکو تھی مگر میں نے آپ کو اُردو زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں گفتگو کرتے نہیں دیکھا۔''(۴۳)

ڈاکٹر صاحب کے سوانحی کوائف میں تفصیلاً درج کیا جا چکا ہے کہ آپ نے ہزارہ میں اُردو زبان و ادب کی ترقی اور فروغ کے لیے مختلف سطح پر خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے ۱۹۶۴ء میں ''انجمن ترقی اُردو ہزارہ'' کی تنظیم نو کی۔ ۱۹۷۷ء میں ''بزمِ اہلِ قلم ہزارہ'' کی بنیاد رکھی جو عرصے تک ہزارہ میں زبان وادب کے فروغ میں پیش پیش رہی اور بہت ہی فعال ثابت ہوئی۔ کئی نامور اہلِ قلم اور شعرا اس پلیٹ فارم سے اُبھرے اور قومی سطح پر اپنی شناخت بنانے میں کامیاب ہوئے۔

ڈاکٹر ایوب صابر کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے ڈاکٹر سید عبداللہ کی نفاذِ اُردو کی تحریک میں شرکت کی اور ہزارہ کی نمائندگی کرتے ہوئے اُردو زبان وادب کی ترویج واشاعت کی کوششوں کا حق ادا کیا۔ آپ ریڈیو پاکستان پشاور کے لیے، ایک عرصے تک ہزارہ کی علمی وادبی سرگرمیوں پر مشتمل

"مکتوبِ ہزارہ" لکھتے رہے۔

پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کے نزدیک پاکستان کی یک جہتی اور استحکام کا ضامن اسلام ہے۔ فکرِ اقبال، ارشاداتِ قائداعظم اور اُردو زبان بھی ہماری قومی یک جہتی اور فروغ کے بنیادی عناصر ہیں۔

فروغِ اُردو کے سلسلے میں آپ کی تصانیف حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ آزاد کشمیر میں نفاذِ اُردو

۲۔ پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے

۳۔ ادبستانِ ہزارہ

۴۔ اُردو زبان کا آغاز

۵۔ انتخابِ خطوطِ غالب

ان کتب کی تفصیل دوسرے باب میں آ چکی ہے۔

تقاریر اور ①ز

جناب ایوب صابر کی زندگی کا بڑا حصہ ایبٹ آباد میں گزرا۔ کالج کے زمانہ طالب علمی سے لے کر ۳۲ سالہ تدریسی دور اور قبل از وقت ریٹائرمنٹ کے بعد، تصنیفی دور کے دس سال تک، سارا عرصہ ایبٹ آباد میں قیام رہا۔ تدریس پر توجہ رکھنے کے باوجود شہر کی علمی وادبی اور سماجی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔ اس سارے عرصے میں، تقریبات میں تقاریر تو بہت کیں، ①ز بہت کم ہوئے اور وہ بھی ہزارہ سے باہر، البتہ اسلام آباد منتقل ہونے کے بعد تقاریر کا سلسلہ بھی جاری رہا اور ①ز بھی ہوتے رہے۔ نامکمل اندراجات سے جن ①ز کی نشان دہی ہوتی ہے، انھیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

☆ ریڈنگ (Reading)، انگلستان، فکرِ اقبال کا تعارف، نومبر ۱۹۹۶ء

☆ بارکنگ، لندن، اقبال اہلِ مشرق کی نظر میں، نومبر ۱۹۹۶ء

☆ دیوانِ خاص، لاہور، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۱۱ر نومبر ۱۹۹۹ء

☆ سرعبدالرزاق محمد ہال ماریشس، فکرِ اقبال، ۲۴ر جولائی ۲۰۰۷ء

☆ فاؤنڈیشن کالج، راولپنڈی، فکرِ اقبال کا تعارف، ۱۲ر نومبر ۲۰۰۷ء

☆ ایف جی کالج فار وومن، ایف سیون فور، اسلام آباد، اقبال کا بنیادی فکر، ۲۷ر نومبر ۲۰۰۷ء

- ☆ یوسفی آڈیٹوریم، ایبٹ آباد، پس چہ باید کرد، ۸؍اکتوبر ۲۰۰۸ء
- ☆ کامسیٹ یونی ورسٹی، ایبٹ آباد، فکرِ اقبال، ۲؍مئی ۲۰۱۱ء
- ☆ اسلام آباد کلب، اسلام آباد، (اہتمام نظریۂ پاکستان کونسل) تصورِ پاکستان، ۲۰؍مئی ۲۰۱۱ء
- ☆ آڈیٹوریم شاہ فیصل کیمپس، اسلامی یونی ورسٹی، اہتمام آئی آر ڈی، اقبال کا فہمِ اسلام، ۹؍نومبر ۲۰۱۲ء
- ☆ نیشنل ڈیفنس یونی ورسٹی، اسلام آباد، تصورِ خودی، ۱۶؍نومبر ۲۰۱۲ء
- ☆ گورنمنٹ کالج نمبر دو، ایبٹ آباد، قرآن، سائنس اور اقبال، ۲۹؍مئی ۲۰۱۳ء
- ☆ ماڈل کالجز اسلام آباد اساتذہ کی ورکشاپ، اہتمام آئی آر ڈی، آج کا پاکستان اور فکرِ اقبال، ۲۷؍اگست ۲۰۱۳ء
- ☆ علی ٹرسٹ کالج، اسلام آباد، فکرِ اقبال کا تعارف، ۹؍نومبر ۲۰۱۳ء
- ☆ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، میر پور، پاکستان، فکرِ اقبال کی روشنی میں، ۲۶؍مارچ ۲۰۱۴ء
- ☆ دبستانِ اقبال، لاہور، اقبال کا فہمِ اسلام، ۱۹؍اپریل ۲۰۱۴ء
- ☆ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی، اقبال اور عصرِ حاضر، ۲۷-مئی ۲۰۱۴ء
- ☆ راولپنڈی اسلام آباد کے خطیبوں کی ورکشاپ، اہتمام آئی آر ڈی، اقبال کا فہمِ اسلام، ۱۱؍جون ۲۰۱۴ء
- ☆ پی او ایف، واہ، تصورِ پاکستان اور پاکستان کی موجودہ صورت حال، ۲۶؍اگست ۲۰۱۴ء
- ☆ شہرِ اقبال فورم (اسلام آباد کلب)، اقبال کا تصورِ شخصیت، ۱۲؍نومبر ۲۰۱۴ء
- ☆ علما کانفرنس، اکادمی برائے دیہی ترقی، پشاور، اہتمام آئی آر ڈی، اقبال کا تصورِ شخصیت و قومیت، ۱۴؍مئی ۲۰۱۵ء
- ☆ اساتذہ کی ورکشاپ، اقبال ہال شاہ فیصل کیمپس، اہتمام آئی آر ڈی، تصورِ خودی، ۱۵؍اگست ۲۰۱۵ء
- ☆ ایوانِ قائد، اسلام آباد، اہتمام نظریۂ پاکستان کونسل، عصرِ حاضر اور فکرِ اقبال، ۲؍نومبر ۲۰۱۵ء
- ☆ ایئر یونی ورسٹی، اسلام آباد، تصورِ خودی اور آج کا نوجوان، ۱۱؍نومبر ۲۰۱۵ء
- ☆ ملٹری کالج، مری، فکرِ اقبال کا تعارف، ۱۳؍نومبر ۲۰۱۵ء
- ☆ ریٹائرڈ خواتین کی مجلس، مقام اسلام آباد کلب، عصرِ حاضر اور فکرِ اقبال، نومبر ۲۰۱۵ء
- ☆ ایلاف کلب، ایبٹ آباد، فکرِ اقبال، ۹؍مارچ ۲۰۲۱ء
- ☆ لارنس کالج، گھوڑا گلی، عصرِ حاضر اور فکرِ اقبال، ۹؍نومبر ۲۰۱۶ء

- ☆ فاطمہ جناح خواتین یونی ورسٹی، اسلام آباد، تصورِ خودی، ۲۳ر نومبر ۲۰۱۶ء
- ☆ بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان، عصرِ حاضر میں فکرِ اقبال کی معنویت، ۲۳ر نومبر ۲۰۱۶ء
- ☆ سی جی وومن یونی ورسٹی، سیالکوٹ، فکرِ اقبال میں تصورِ انسانیت، ۱۵ر مئی ۲۰۱۸ء
- ☆ ینگ علما لیڈرشپ پروگرام، بہارہ کہو، اسلام آباد، ابلیس کی مجلس شوریٰ، ۲۲ر اپریل ۲۰۱۸ء
- ☆ مسلم انسٹی ٹیوٹ بمقام نیشنل لائبریری بلڈنگ، اسلام آباد، آزادی کے بعد پاکستان کیسا ہوگا؟
  قائداعظم کا وژن، ۱۰ر ستمبر ۲۰۱۸ء
- ☆ مارگلہ گرلز کالج، اسلام آباد، ساقی نامہ، ۱۴ر نومبر ۲۰۱۸ء
- ☆ چشمہ، اہتمام مجلسِ اقبال، عصرِ حاضر اور فکرِ اقبال، ۱۷ر نومبر ۲۰۱۸ء
- ☆ اے این ایف اکیڈمی، اسلام آباد، تصورِ خودی، ۱۵ر اپریل ۲۰۱۹ء
- ☆ ایوانِ قائد، نظریۂ پاکستان کونسل، اقبال کا تصورِ زمان، ۱۹ر اپریل ۲۰۱۹ء
- ☆ ینگ علما لیڈرشپ پروگرام، اقبال اور عشقِ رسول ﷺ، جولائی ۲۰۲۰ء
- ☆ سوسائٹی آف ایشین کلچر، اسلام آباد، زوم، آن لائن، پاکستان اور اقبال کی فکری رہنمائی، ۸ر نومبر ۲۰۲۰ء

مضامین و مقالات

ڈاکٹر ایوب صابر کے فکرِ اقبال کے حوالے سے متعدد مضامین و مقالات بھی اخبارات اور رسائل و جرائد میں شاملِ اشاعت ہوتے رہے ہیں۔ ان مضامین و مقالات کی ایک نامکمل فہرست حسبِ ذیل ہے:

- ''پیامِ اقبال کی اساس'' مشمولہ: مجلہ کاغان، گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد، ۶۲-۱۹۶۱ء
- ''وحدت الوجود اور اقبال'' مشمولہ: خیابان، پشاور یونی ورسٹی
- ''علامہ اقبال پر مجنوں گورکھپوری کے اعتراضات'' مشمولہ: سیارہ، لاہور، ۱۹۹۸ء
- ''ہندوؤں کی مخالفتِ اقبال کے اسباب'' مشمولہ: اقبالیات، لاہور ۱۹۹۹ء
- ''علامہ اقبال پر جوش ملیح آبادی کے اعتراضات'' مشمولہ: اقبالیات، لاہور، مارچ ۲۰۰۰ء
- ''اقبال اور جدید و قدیم کشمکش'' مشمولہ: فکر و نظر، اسلام آباد، مارچ ۲۰۰۰ء
- ''فکرِ اقبال محدود یا آفاقی'' مشمولہ: قومی زبان، کراچی، اپریل ۲۰۰۰ء

- ''علامہ اقبال اور مسئلہ قومیت'' مشمولہ: روزنامہ جنگ، نومبر ۲۰۰۰ء
- ''علامہ اقبال اور تصورِ پاکستان (دو حصے)'' مشمولہ: ادبیات، اسلام آباد، خزاں ۲۰۰۰ء
- ''علامہ اقبال پر حمید نسیم کے اعتراضات کا جائزہ'' مشمولہ: اقبالیات، لاہور جولائی ۲۰۰۱ء
- ''کیا اقبال کے ہاں تضاد ہے'' مشمولہ: فکر و نظر اسلام آباد، اکتوبر ۲۰۰۱ء
- ''اقبال کے فن کو پرکھنے کا معیار'' مشمولہ: مخزن، لاہور، ۲۰۰۲ء
- ''پاکستان کی بنیاد اسلامی نظام پر رکھی گئی'' مشمولہ: روزنامہ جنگ، ۲۲ر مارچ ۲۰۰۲ء
- ''کیا اقبال کا تصورِ عشق غلط اور مبہم ہے'' مشمولہ: قومی زبان، کراچی، ۲۰۰۳ء
- ''موجودہ عالمی تناظرات اور فکرِ اقبال'' مشمولہ: روزنامہ جنگ ۲۱ر اپریل ۲۰۰۳ء
- ''اقبال متکلم ہیں یا فلسفی بھی'' مشمولہ: قومی زبان، کراچی، جون ۲۰۰۳ء
- ''فکرِ اقبال اور مسلم اُمہ...... اکیسویں صدی میں'' مشمولہ: نوائے وقت، ۹ر نومبر ۲۰۰۴ء
- ''اقبال اور فاشزم'' مشمولہ: ادبیات، اسلام آباد، ۲۰۰۵ء
- ''کیا فکرِ اقبال مستعار ہے (دو حصے)'' مشمولہ: ادبیات، اسلام آباد، خزاں ۲۰۰۵ء
- ''اقبال کا تصورِ جمہوریت'' مشمولہ: روزنامہ نوائے وقت، ۹ر نومبر ۲۰۰۵ء

ریڈیو، ٹی وی پروگرام

پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر، ریڈیو پاکستان پشاور، ریڈیو پاکستان اسلام آباد، ریڈیو پاکستان ایبٹ آباد اور ایف ایم ۹۶ کے پروگراموں میں وقتاً فوقتاً شریک ہوتے رہے۔ متعدد انٹرویو بھی نشر ہوئے۔ بعض خاص پروگرام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

- ساٹھ، ستر اور اُسّی کی دہائیوں میں، ایک عرصے تک ایبٹ آباد کی علمی اور ادبی سرگرمیوں پر مشتمل ماہانہ ''مکتوب ہزارہ'' لکھتے رہے جو ریڈیو پاکستان پشاور سے نشر ہوتا تھا۔
- قیامِ انگلستان کے دوران بی بی سی اُردو سروس نے ان کے دو انٹرویو ریکارڈ کیے۔ ۷ار نومبر ۱۹۹۶ء کو ''سب رس'' پروگرام میں ''علامہ اقبال'' پر انٹرویو نشر ہوا اور ۷ار نومبر ۱۹۹۶ء کو ''اُردو زبان کے آغاز'' کے بارے میں انٹرویو نشر کیا گیا۔
- علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے ایف ایم ریڈیو نے، ستمبر ۲۰۰۷ء سے اگست ۲۰۰۹ء تک، علامہ اقبال

سے متعلق مختلف موضوعات پر، سترہ پروگرام ریکارڈ کیے جو وقتاً فوقتاً نشر ہوتے رہتے ہیں۔

- پی ٹی وی ہوم پشاور، پی ٹی وی ہوم اسلام آباد، پی ٹی وی ٹو، پی ٹی وی ورلڈ، اے ٹی وی، روز ٹی وی، ہم ٹی وی، ۹۲ چینل اور ''جیو'' سے انٹرویو ٹیلی کاسٹ ہوئے یا وقتاً فوقتاً ان چینلوں کے پروگراموں میں شرکت کی۔ بعض خاص پروگرام حسب ذیل ہیں:

- ''جیو'' ٹی وی نے علامہ اقبال کے مزار کے سامنے ''کیپیٹل ٹاک'' پروگرام، ۹؍اپریل ۲۰۰۵ء کو ریکارڈ کیا۔ میزبان حسبِ معمول حامد میر تھے۔ اس پروگرام میں ڈاکٹر ایوب صابر کے علاوہ ایس ایم ظفر، فخر زمان اور ڈاکٹر سلیم اختر شریک ہوئے۔ فخر زمان نے اقبال پر کچھ اعتراضات جڑ دیے جن کا مسکت جواب ڈاکٹر صاحب نے دیا۔

یہ پروگرام ۲۱؍اپریل ۲۰۰۵ء رات ساڑھے دس بجے ٹیلی کاسٹ ہوا۔ دوبارہ بائیس کی صبح اور تیسری بار ۲۲ ہی کو گیارہ بج کر پانچ منٹ پر ٹیلی کاسٹ ہوا۔

- ۲۰۰۵ء ہی میں ادبستانِ اقبال کے زیرِ عنوان آپ کے چھے ① ز پی ٹی وی ورلڈ سے ٹیلی کاسٹ ہوئے۔ ① ز کے عنوانات اور ٹیلی کاسٹ ہونے کی تاریخیں حسب ذیل ہیں:

  ۱۔ معترضینِ اقبال: ۲۶؍جون ۲۰۰۵ء

  ۲۔ اقبال کی مفکرانہ شاعری: ۳؍جولائی ۲۰۰۵ء

  ۳۔ اقبال کا تصورِ خودی: ۱۰؍جولائی ۲۰۰۵ء

  ۴۔ تصورِ پاکستان: ۱۷؍جولائی ۲۰۰۵ء

  ۵۔ جمہوریت، پارلیمانی اجتہاد، اسلامی ریاست: ۲۴؍جولائی ۲۰۰۵ء

  ۶۔ اقبال، عصرِ حاضر اور اسلام: ۷؍اگست ۲۰۰۵ء

یہ ① کبھی کبھی بعد میں بھی ٹیلی کاسٹ ہوئے۔ مثلاً جمہوریت، پارلیمانی اجتہاد، اسلامی ریاست ۹؍نومبر ۲۰۰۵ء کو ٹیلی کاسٹ ہوا۔

- ۹؍نومبر ۲۰۰۶ء کی صبح کو اے ٹی وی پر، علامہ اقبال کے بارے میں فرح حسین نے انٹرویو لیا جو براہِ راست (live) ٹیلی کاسٹ ہوا۔ اسی طرح ایک، دو گھنٹے کا پروگرام ۸؍نومبر ۲۰۰۹ء کو ریکارڈ ہوا اور ۹؍نومبر کو ٹیلی کاسٹ ہوا۔

- علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے ایف ایم ریڈیو کے لیے علامہ اقبال کی زندگی، بنیادی

نظریات اور اہم منظومات کی تشریح پر مبنی ۵۵ پروگرام، ۱۰ر اگست ۲۰۰۷ء سے ۲۲ر جون ۲۰۰۹ء تک ریکارڈ ہوئے۔ یہ پروگرام طلبا اور دوسرے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے لیے نشر ہوتے رہتے ہیں۔

- اسی طرح طلبا اور عام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے سٹوڈیو میں ۱۵ر اگست ۲۰۰۸ء سے ۴ر اکتوبر ۲۰۱۰ء تک ۲۱ پروگرام، فکرِ اقبال کے مختلف پہلوؤں پر ریکارڈ کیے گئے۔ آخری پانچ پروگراموں میں ڈاکٹر راشد حمید بھی شریک تھے۔ یہ پروگرام پی ٹی وی نیشنل سے نشر ہوتے ہیں۔
- اقبال کی فارسی شاعری کی تفہیم کے سلسلے میں، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے ایف ایم ریڈیو کے لیے، عابد خواجہ کی میزبانی میں، چالیس پروگرام، ۲۰۱۳ء کے دوران ریکارڈ ہوئے۔
- ریڈیو اور ٹی وی کے متعدد پروگراموں میں، دوسرے صاحبانِ علم کے ساتھ بھی شریک ہوتے رہے اور مختلف قومی مسائل پر اپنی رائے پیش کرتے رہے۔ مثال کے طور پر ایف ایم ۹۶ کے ایک پروگرام میں زاہد ملک اور آپ اکٹھے تھے۔ ریڈیو پاکستان اسلام آباد کے ایک پروگرام میں جو پشاور سنٹر میں ریکارڈ ہوا، صابر کلوروی آپ کے ہمراہ تھے۔ پی ٹی وی ہوم کے ایک سے زیادہ پروگراموں میں ڈاکٹر ایوب صابر اور افتخار عارف اکٹھے تھے۔ ہم ٹی وی کے ایک پروگرام میں آپ اور ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم اکٹھے شریک ہوئے۔
- اسی طرح روز ٹی وی کے ایک پروگرام میں آپ کے ساتھ ڈاکٹر طالب حسین سیال شریکِ گفتگو تھے اور نیوز ون کے ایک پروگرام میں جلیل عالی اور منور ہاشمی آپ کے ساتھ تھے۔ موضوعات میں فکرِ اقبال، تصورِ پاکستان، افکارِ قائداعظم اور پاکستان کو درپیش چیلنجز، آزادیٔ کشمیر اور متفرق ملکی مسائل شامل رہے ہیں۔
- "ایک دن جیو کے ساتھ" سہیل وڑائچ کا معروف پروگرام ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر کے ساتھ یہ پروگرام اسلام آباد اور لاہور میں ریکارڈ ہوا اور ۱۵ر دسمبر ۲۰۱۹ء کو شام سات بج کر پانچ منٹ پر پہلی مرتبہ ٹیلی کاسٹ ہوا۔ یہ پروگرام یوٹیوب پر موجود ہے۔

قومی اور بین الاقوامی سیمی ناروں اور کانفرسوں میں شرکت

پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر نے اپنی علمی سرگرمیوں کا کوئی باقاعدہ ریکارڈ محفوظ نہیں کیا۔ ایک دو نامکمل نوٹ بکوں سے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں انھیں ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

ستر اُسی اور نوّے کی دہائیوں میں اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد کے زیر اہتمام جو پہلے اہل قلم کانفرسیں اور بعد میں قومی ادبی مذاکرہ منعقد ہوا، سب میں آپ نے شرکت کی۔ اس سے پہلے انجمن ترقیٔ اُردو، لاہور کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی اُردو کانفرنسوں میں شریک ہوتے رہے۔ اَسّی کی دہائی میں سرحد آرٹس کونسل کے زیر اہتمام ایک سیرت کانفرنس پرل کانٹی نینٹل پشاور میں ہوئی۔ اس میں زیادہ تر علما کو مدعو کیا گیا۔ ہزارہ سے آپ کو بلایا گیا۔ اس کانفرنس میں آپ نے مقالہ پیش کرنے کے بجائے تقریر کی جس کی تحسین علما نے بھی کی۔ اَسّی ہی کی دہائی میں شعبۂ فلسفہ پنجاب یونی ورسٹی کے زیر اہتمام علامہ اقبال بین الاقوامی سیمی نار منعقد ہوا۔ اس میں آپ نے مقالہ پیش کیا۔ کچھ اور قابل ذکر سیمی نار اور کانفرنسیں جن میں آپ نے شرکت کی، حسب ذیل ہیں:

- دہلی یونیورسٹی کے ٹیگور ہال میں، ۱۰ تا ۱۲ رجون ۱۹۹۷ء ایک بین الاقوامی سیمی نار "علامہ اقبال کی فکری جہات" کے موضوع پر ہوا۔ آپ نے "اقبال کی فکری اساس" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔
- ۲۱ تا ۲۳ راپریل ۲۰۰۳ء، اقبال اکادمی پاکستان کے زیر اہتمام، ایوانِ اقبال لاہور میں منعقدہ بین الاقوامی سیمی نار میں آپ نے شرکت کی۔
- ۹ رنومبر ۲۰۰۳ء کو اکادمی ادبیات پاکستان کے زیر اہتمام ایک قومی مذاکرہ ہوا۔ موضوع تھا "فکرِ اقبال اور مسلم اُمہ اکیسویں صدی میں" اسی عنوان سے آپ نے مقالہ پڑھا۔
- ۱۷ رجون ۲۰۰۶ء کو ایک قومی سیمی نار "نفاذِ اُردو امکانات اور خدشات" کے موضوع پر، مقتدرۂ قومی زبان اسلام آباد کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ اس میں ڈاکٹر ایوب صابر نے "اُردو اور دوسری پاکستانی زبانوں کا ربطِ باہم" کے زیرِ عنوان مقالہ پڑھا۔
- ۹ رنومبر ۲۰۰۶ء، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اور اکادمی ادبیات پاکستان کے اشتراک سے منعقدہ قومی سیمی نار میں، مقالہ بہ عنوان "عصرِ حاضر سے مکالمہ فکرِ اقبال کی روشنی میں" پیش کیا۔
- شعبۂ اُردو پشاور یونی ورسٹی کے زیر اہتمام ۱۳ تا ۱۵ راگست ۲۰۰۷ء "کل پاکستان اُردو لسانیات" سیمی نار، باڑہ گلی میں ہوا۔ اس میں شریک ہوئے۔

- شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام، ڈاکٹر صابر کلوروی نے، اردو زبان و ادب کے بارے میں اور علامہ اقبال پر متعدد کانفرنسوں کا اہتمام، باڑہ گلی میں کیا۔ ان سب میں آپ نے شرکت کی۔
- سہ روزہ قومی سیمی نار ۲۸ تا ۳۰ راکتوبر ۲۰۰۷ء میں شعبۂ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے زیرِ اہتمام "اقبال کا تصورِ اجتہاد" کے عنوان سے منعقد ہوا۔ پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر تب شعبۂ اقبالیات کے سربراہ تھے۔ اس سیمی نار میں پیش کیے گئے مقالات کو اقبال اکیڈمی نے، اسی عنوان کے تحت شائع کر دیا۔
- اکادمی ادبیات اور علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے اشتراک سے ایک قومی مذاکرہ "پس چہ باید کرد: فکرِ اقبال کی روشنی میں" ۹ رنومبر ۲۰۰۷ء کو ہوا۔ آپ نے اس کے انتظامات کیے اور اس مذاکرے میں شرکت کی۔
- انٹرنیشنل غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی کے زیرِ اہتمام سہ روزہ سیمی نار منعقد ہوا۔ ڈاکٹر ایوب صابر نے اقبال اور مغربی فکر: بعض مغالطوں کا جائزہ" کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا۔
- یو کے اقبال اکیڈمی کے زیرِ اہتمام لندن میں، ۱۷ رجون ۲۰۰۸ء کو، ایک کانفرنس بہ عنوان: Iqbal in Europe Centenary Conference ہوئی۔ اس میں شرکت کی۔ اس کانفرنس میں مہمان شرکا کو شیخ ذکی یمانی میڈیلین بھی عطا کیے گئے۔
- ۱۹ اور ۲۰ رجون ۲۰۰۸ء کو، کیمبرج یونی ورسٹی میں، اقبال اکیڈمی پاکستان کے زیرِ اہتمام دو روزہ بین الاقوامی، سیمی نار یورپ میں اقبال کی تعلیم کے سو سال پورا ہونے پر منعقد ہوا۔ اس سیمی نار میں بھی شرکت کی۔
- بین الاقوامی اقبال کانفرنس منعقدہ ۱۳-۱۴ راپریل ۲۰۰۹ء زیرِ اہتمام علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، بہ اشتراک ہائر ایجوکیشن کمیشن، بہ عنوان "اقبال کی عصری معنویت" میں شرکت کی اور مقالہ بہ عنوان "اقبال کا تصورِ جمہوریت" پیش کیا۔
- نمل یونی ورسٹی اسلام آباد میں، علامہ اقبال بین الاقوامی کانفرنس جو ۲۳ راپریل ۲۰۱۴ء کو منعقد ہوئی، پہلے سیشن میں خطبۂ صدارت دیا۔
- اقبال اکیڈمی کے زیرِ اہتمام، اقبال قومی کانفرنس میں جو ایوانِ اقبال میں "انسانیت کو درپیش

چیلنجز اور فکرِ اقبال" کے زیرِ عنوان ۲۴-۲۵ راپریل ۲۰۱۸ء کو ہوئی، اس میں آپ نے اسی عنوان سے تقریر کی۔

- ۲۴-۲۵ راپریل ۲۰۱۹ء کو منعقد ہونے والی، شعبۂ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے زیرِ اہتمام علامہ اقبال بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کی اور خطاب کیا۔
- ۱۰ رنومبر ۲۰۱۹ء کو دو کانفرنسوں میں شرکت کی۔ قبل از دوپہر ادارۂ فروغِ قومی زبان کے زیرِ اہتمام اقبال اُردو کانفرنس کے ایک سیشن میں خطبۂ صدارت دیا۔ اسی روز بعد از دوپہر اکادمی ادبیات پاکستان کے زیرِ اہتمام ایک کانفرنس The Vision of Iqbal, Embassador's Conference کے عنوان سے ہوئی۔ یہ کانفرنس ایوانِ صدر میں ہوئی۔ پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر نے اُردو میں تقریر کی۔ صدرِ مملکت جناب عارف علوی کا خطبۂ صدارت بھی اُردو میں تھا۔ باقی صاحبان نے انگریزی میں اظہارِ خیال کیا۔

حوالہ جات

۱۔ ریاض احمد، پروفیسر، مترجمین اقبال اور ڈاکٹر ایوب صابر کی اقبال شناسی، قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۶۵
۲۔ ''پروفیسر ایوب صابر...... ایک محقق ایک دوست''، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس
۳۔ عاشق اقبال، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس
۴۔ ''ڈاکٹر ایوب صابر اور علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی''، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس
۵۔ ''صدیقِ صمیم جو مخالفِ اقبال کے لیے مانند فولاد ہے''، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس
۶۔ ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس، ص ۴۳۹
۷۔ ''صدیقِ صمیم جو مخالفِ اقبال کے لیے مانند فولاد ہے''، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس
۸۔ طالب حسین سیال، ڈاکٹر، ڈاکٹر ایوب صابر: محرم رازِ اقبال، مشمولہ: سہ ماہی، اقبال، بزمِ اقبال لاہور، جلد: ۶۷، شمارہ ۳، ۴، جولائی تا دسمبر ۲۰۲۰ء
۹۔ پروفیسر عادل سعید قریشی، ڈاکٹر، ہمارے بہترین اُستاد: مشمولہ: روشنی کے سفیر (حصہ دوم)، ادارۂ فروغِ قومی زبان، اسلام آباد (زیرِ اشاعت)
۱۰۔ دیکھیے، داستانِ اقبال، نشریات، لاہور، صفحہ ۱۱
۱۱۔ ڈاکٹر ایوب صابر بحیثیت اقبال شناس، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس
۱۲۔ ''ڈاکٹر ایوب صابر اور علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی''، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس
۱۳۔ ہمارے بہترین اُستاد: مشمولہ: روشنی کے سفیر (حصہ دوم)
۱۴۔ اُستادِ محترم: ڈاکٹر ایوب صابر، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس
۱۵۔ ہمارے بہترین اُستاد: مشمولہ: روشنی کے سفیر (حصہ دوم)
۱۶۔ پروفیسر عامر سہیل، ڈاکٹر، ڈاکٹر ایوب صابر بحیثیت محقق، (زیرِ اشاعت)
۱۷۔ پروفیسر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے، مشمولہ: ماہنامہ سیارہ، لاہور، ۱۹۸۷ء
۱۸۔ تقریظ، مشمولہ: اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ
۱۹۔ گلناز بانو، پروفیسر، ڈاکٹر ایوب صابر کی تحقیق، مشمولہ: ششماہی خیابان، پشاور یونی ورسٹی، ۲۰۱۳ء
۲۰۔ پروفیسر سفیان صفی، ڈاکٹر، ''اقبالیاتی ادب میں تنقید پر تنقید کا انسائیکلو پیڈیا'' (زیرِ اشاعت)
۲۱۔ اعتراف، مشمولہ: اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ
۲۲۔ مقدمہ، مشمولہ: اقبال دشمنی ایک مطالعہ
۲۳۔ اقبال شناسی کی ایک نئی جہت، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس
۲۴۔ کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ، ص ۱۳۰
۲۵۔ بیک فلیپ، کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ
۲۶۔ کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ، ص ۱۳۱

۲۷۔ اعتراف، مشمولہ: اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ

۲۸۔ شاعر علی شاعر، ڈاکٹر ایوب صابر کا اہم: وقیع اور منفرد ادبی کارنامہ، مشمولہ: روزنامہ جرأت، کراچی، ۱۱ راگست ۲۰۱۹ء

۲۹۔ تقریظ، مشمولہ: اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ

۳۰۔ پروفیسر عادل سعید قریشی، ڈاکٹر، "ڈاکٹر ایوب صابر کا نثری اسلوب، مشمولہ: سہ ماہی، شعر و سخن، مانسہرہ، اپریل ۲۰۲۱ء

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ شاعر علی شاعر، ڈاکٹر ایوب صابر کا اہم: وقیع اور منفرد ادبی کارنامہ، مشمولہ: روزنامہ جرأت، کراچی، ۱۱ راگست ۲۰۱۹ء

۳۳۔ پروفیسر عادل سعید قریشی، ڈاکٹر، "ڈاکٹر ایوب صابر کا نثری اسلوب، مشمولہ: سہ ماہی، شعر و سخن، مانسہرہ، اپریل ۲۰۲۱ء

۳۴۔ بشیر احمد، حافظ، پروفیسر ایوب صابر، مشمولہ: نشیمن، ایبٹ آباد، ۶ رمئی ۱۹۷۷ء

۳۵۔ محمد طفیل، ڈاکٹر، پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر (ذاتی تاثر)، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس

۳۶۔ اقبال کے فہم اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ، ص ۱۹۷

۳۷۔ ایضاً، ص ۱۹۷-۱۹۸

۳۸۔ تقدیم، مشمولہ: اقبال کے فہم اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ

۳۹۔ ایضاً

۴۰۔ ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس، ص ۳۸-۳۹

۴۱۔ پیش لفظ، مشمولہ: نظریہ پاکستان

۴۲۔ تصور پاکستان، علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ، ص ۳۵

۴۳۔ عاشق اقبال، مشمولہ: ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس

کتابیات

کتب ایوب صابر

☆ ''آزاد کشمیر میں نفاذِ اُردو''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء۔

☆ ''پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء۔

☆ ''ادبستان ہزارہ''، بزمِ اہلِ قلم ایبٹ آباد، ۱۹۸۹ء۔

☆ ''اردو کی ابتدا کے بارے میں محققین کے نظریات''، سرحد اردو اکیڈمی، ۱۹۹۳ء/ ''اُردو زبان کا آغاز''، دارالنوادر، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء۔

☆ ''انتخاب خطوطِ غالب''، سرحد اردو اکیڈمی، ۱۹۹۳ء/ بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۳ء/ نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۸ء۔

☆ ''اقبال دشمنی ایک مطالعہ''، جنگ پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۳ء۔

☆ ''اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ''، بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۳ء۔

☆ ''اقبال کا اُردو کلام: زبان و بیان کے چند مباحث''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء/ کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات: ایک جائزہ، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء۔

☆ ''معترضین اقبال''، انٹرنیشنل اردو پبلی کیشنز، دہلی، ۲۰۰۳ء۔

☆ ''تصورِ پاکستان: علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ''، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء۔

☆ ''علامہ اقبال کا تصورِ اجتہاد (مجموعۂ مقالات)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۰۸ء۔

☆ ''نظریۂ پاکستان''، نظریۂ پاکستان کونسل ٹرسٹ، اسلام آباد، ۲۰۱۳ء۔

☆ ''پاکستان میں غیر مسلموں کے حقوق''، نظریہ پاکستان کونسل ٹرسٹ، اسلام آباد، ۲۰۱۳ء۔

☆ ''اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ''، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۶ء۔

☆ ''اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' (تین جلدیں)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۸ء۔

☆ بشیر احمد سوز، پروفیسر: ''اقبال اور ہزارہ''، سرحد اردو اکیڈمی (قلندر آباد)، ایبٹ آباد، نومبر ۲۰۰۲ء۔

☆ بشیر احمد سوز، پروفیسر: ''نقوشِ علم و فن''، ہزارہ چیئر، ہزارہ یونی ورسٹی، مانسہرہ، مئی ۲۰۱۵ء۔

☆ ریاض احمد، پروفیسر: ''معترضین اقبال اور ڈاکٹر ایوب صابر کی اقبال شناسی، قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل، لاہور، ۲۰۱۹ء۔

☆ صابر کلوروی، ڈاکٹر: ''داستانِ اقبال''، شاہکار پبلشرز، لاہور، ۱۹۷۷ء۔

- ☆ ہارون الرشید تبسم، ڈاکٹر،"ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس"، بک کارنر، جہلم، ۲۰۱۵ء۔
- ☆ ہارون الرشید تبسم، ڈاکٹر،"محافظِ اقبال"، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۹ء۔

رسائل و جرائد

- ☆ ماہنامہ"اخبارِ اُردو"، اسلام آباد، مئی-جون ۲۰۲۰ء۔
- ☆ سہ ماہی"اقبال"، بزمِ اقبال، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۲ء۔
- ☆ سہ ماہی"اقبالیات"، اقبال اکادمی پاکستان، جولائی تا ستمبر ۱۹۹۷ء۔
- ☆ ماہنامہ"الحمرا"، لاہور، جون ۲۰۱۹ء۔
- ☆ ششماہی"خیابان"، پشاور یونی ورسٹی، ۲۰۱۳ء۔
- ☆ سہ ماہی"شعر و سخن"، مانسہرہ، اپریل ۲۰۲۱ء۔
- ☆ ''کاغان''، گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد، ۱۹۶۰ء۔
- ☆ ''کاغان''، گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد، ۱۹۶۱ء۔

اخبارات

- ☆ ہفت روزہ"نشیمن"، ایبٹ آباد، ۲۰ رمئی ۱۹۷۷ء۔
- ☆ روزنامہ"مشرق"، پشاور، ۳۱ رمارچ ۱۹۷۷ء۔
- ☆ روزنامہ"جرأت"، کراچی، ۱۱ راگست ۲۰۱۹ء۔
- ☆ روزنامہ"ایکسپریس"، اسلام آباد، ۸ رنومبر ۲۰۱۹ء۔
- ☆ روزنامہ"پاکستان"، سنڈے میگزین، ۲۲-ستمبر ۲۰۱۹ء۔

انٹرویوز

- ☆ افراسیاب کامل-سمیع اللہ سمیع،"ماہرِ اقبالیات پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر سے گفتگو"، روزنامہ"معمار تائم"، راولپنڈی، ۱۰ رستمبر ۲۰۰۵ء۔
- ☆ ڈاکٹر راشد حمید،"مصاحبہ-ڈاکٹر ایوب صابر"، روزنامہ"نوائے وقت"، ۹ رنومبر ۲۰۰۳ء۔
- ☆ زاہد حسن چغتائی،"ڈاکٹر ایوب صابر کا ایوانِ وقت میں اظہارِ خیال"، روزنامہ"نوائے وقت"سنڈے میگزین، ۱۹ راپریل ۲۰۰۹ء۔
- ☆ محمد زمان معظم،"ڈاکٹر ایوب صابر سے سوانح حیات کے متعلق گفتگو"، رہائش گاہ، اسلام آباد، ۵ رجولائی ۲۰۱۹ء۔
- ☆ محمد ریاض اختر-زاہد حسن چغتائی،"نامور محقق، سینئر استاد اور چیئرمین شعبۂ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر-ایوانِ وقت میں"، روزنامہ"نوائے وقت"، ۱۳ رمارچ ۲۰۰۷ء۔
- ☆ مظفر محمد علی،"ممتاز محقق اور مصنف، ڈاکٹر ایوب صابر سے بات چیت"، ہفت روزہ"عزم"، لاہور، ۱۴ تا ۲۳ راگست ۲۰۰۵ء۔

کوائف نامہ

☆ **پیدائش:** ۲؍اکتوبر ۱۹۴۰ء

☆ **تعلیم:**

- میٹرک، گورنمنٹ ہائی سکول سرائے صالح : ۱۹۵۷ء
- ایف اے، گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد : ۱۹۵۹ء
- بی اے، گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد : ۱۹۶۱ء
- ایم اے، شعبۂ اُردو، جامعہ پشاور : ۱۹۶۳ء
- ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد : ۱۹۹۱ء
- پی ایچ ڈی، اورینٹل کالج، جامعہ پنجاب : ۲۰۰۲ء

☆ **بحیثیت ①ار تقرر:** ۱۴؍ستمبر ۱۹۶۳ء

☆ **صدر شعبۂ اُردو،** گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج ایبٹ آباد، اسی اور نوے کی دہائیوں میں دو مرتبہ

☆ **بحیثیت ممتاز ماہر تعلیم اور محقق،** ایچ ای سی کا انتخاب: ۲۰۰۶ء

☆ **شعبۂ اقبالیات،** علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی سربراہی: ۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۸ء

☆ **وزیٹنگ پروفیسر،** بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد: ۲۰۱۳ء تا ۲۰۱۸ء

☆ **تصانیف:**

- آزاد کشمیر میں نفاذِ اُردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد: ۱۹۸۴ء
- پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد: ۱۹۸۵ء

- ادبستانِ ہزارہ، بزمِ اہلِ قلم ہزارہ، ایبٹ آباد: ۱۹۸۹ء
[پاکستانی شاعری: ایبٹ آباد کے غزل گو شعرا، انٹرنیشنل اُردو پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء]
- اُردو کی ابتدا کے بارے میں محققین کے نظریات، سرحد اُردو اکیڈمی، قلندر آباد، ۱۹۹۳ء
☜ اُردو زبان کا آغاز (اُردو کی ابتدا کے بارے میں محققین کے نظریات اور اُن کا جائزہ، نیز اُردو کی اہمیت و حیثیت]، دار النوادر، لاہور، ۲۰۱۷ء
- انتخابِ خطوطِ غالب، سرحد اُردو اکیڈمی، قلندر آباد، ۱۹۹۳ء
☜ انتخابِ خطوطِ غالب، بیت الحکمت لاہور، ۲۰۰۴ء
☜ انتخابِ خطوطِ غالب، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۸ء
- اقبال دشمنی ایک مطالعہ، جنگ پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۳ء
☜ اقبال دشمنی ایک مطالعہ، نشریات، لاہور، ۲۰۰۸ء
- اقبال کا اُردو کلام: زبان و بیان کے چند مباحث، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء
☜ کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات، ایک جائزہ، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء
- اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ، بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۳ء
- معترضینِ اقبال (معترضین و مخالفین کے مختلف گروہ)، انٹرنیشنل اُردو پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۲۰۰۴ء
- تصویرِ پاکستان، علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء
☜ تصوّرِ پاکستان، علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ، آئی آر ڈی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۱۹ء
- اقبال کی فکری تشکیل، اعتراضات اور تاویلات کا جائزہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء
☜ اقبال کی فکری تشکیل، اعتراضات اور تاویلات کا جائزہ، آئی آر ڈی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۱۹ء
- اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۶ء
☜ اقبال کا تصوّرِ اجتہاد، مخالفانہ اور موافقانہ ردِّ عمل، آئی آر ڈی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۱۸ء

- اقبال کا تصورِ اجتہاد (مجموعۂ مقالات)، مرتبین: ڈاکٹر ایوب صابر، محمد سہیل عمر، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع اول ۲۰۰۸ء، طبع دوم ۲۰۱۱ء، طبع سوم ۲۰۱۸ء
- نظریۂ پاکستان، نظریۂ پاکستان کونسل، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء
- پاکستان میں غیر مسلموں کے حقوق، نظریۂ پاکستان کونسل، اسلام آباد، ۲۰۱۳ء
- اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر اعتراضات: ایک مطالعہ (تین جلدیں)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۸ء

☆ امتیازات و اعزازات

- طلائی تمغہ اباسین آرٹس کونسل، پشاور، ۱۹۹۳ء
- تصورِ پاکستان (علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ) ۲۰۰۳ء پر قومی صدارتی اقبال ایوارڈ
- صدارتی اعزاز برائے حُسنِ کارکردگی، ۲۰۰۶ء
- نامزدگی بطور ممتاز ماہرِ تعلیم اور محقق، ہائر ایجوکیشن کمیشن، ۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۸ء
- شیخ احمد ذکی یمانی میڈیلین، یو کے اقبال اکیڈمی، ۲۰۰۸ء
- رکن بورڈ آف گورنرز، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۹ء
- رکن بورڈ آف گورنرز، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۳ء تا ۲۰۰۷ء، ۲۰۰۷ء تا ۲۰۱۰ء اور تیسری مرتبہ ۲۰۲۱ء سے ۲۰۲۳ء
- رکن بورڈ آف گورنرز "بزمِ اقبال" لاہور، ۲۰۱۹ء سے ۲۰۲۲ء
- ستارۂ امتیاز، ۲۰۲۰ء

محمد زمان معظم نے ۲۰۱۹ء میں جامعہ ہزارہ سے ایم فل (اُردو) کی سند حاصل کی ہے۔ آپ کا تعلق مانسہرہ کے ایک خوب صورت گاؤں عطر شیشہ بڑا اسی سے ہے۔ اوائل عمری سے اُردو ادب کے ساتھ لگاؤ ہے۔ سکول کے زمانے میں پہلی غزل ''کنہار'' میں شائع ہوئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ مختلف رسائل و اخبارات میں غزلیں اور نظمیں شائع ہوئیں۔ ''نوائے وقت'' کے ادبی ایڈیشن میں ایک رپورتاژ بھی کالج کی طالب علمی کے زمانے ہی میں شائع ہوا۔ تاحال دس بارہ مضامین و مقالات پاک و ہند کے ادبی و تحقیقی رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

مطبوعہ کتب:

☆ رفیع الدین راز کی غزل گوئی: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

☆ انشائے راز

☆ انتخاب اشعار راز

(جدید اُردو غزل کے نمائندہ شاعر رفیع الدین راز کے دو ہزار سے زائد اشعار کا انتخاب)

9789694724935